7398

تاریخ مغربی یورپ

جلد اول

مترجمہ

مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا

بی-اے، ایل ایل-بی، وکیل

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ - دہلی

دو بلند پایہ تصانیف

138348

جمال الدین افغانی

اسلام کی عزیز ترین فرزند اپنی دور کی
عالمگیر اتحاد اسلامی کی داعی اعظم، مشرق کی
اعظم ترین مصلح اور عربی صحافت کی موجودہ
طرز نگارش کی بانی سید جمال الدینؒ کی حالات
زندگی نہایت محنت، وکاوش، اور صحت
کی ساتھہ لکھی گئی ہیں۔ مشرق کی اس
درد مند رہنما کی سوانح عمری اسقدر
وضاحت و صحت ذوق کی ساتھہ اردو میں
کوئی دوسری نہین — نہایت خوبصورت
مصری ٹائپ کی حروف، سید صاحب اور
آپ کی شاگرد رشید شیخ محمد عبدہ کی
عکسی فوٹو ۲۰ × ۳۰ کی ۱۰۳ صفحی
اور قیمت صرف ۸ آنہ

ضیاء الدین برنی

سید حسن برنی صاحب بی ای وکیل
مصنف "البیرونی" کا وہ مضمون جو
رسالہ "جامعہ" میں شائع ہو کر اہل
نظر و تحقیق سی خراج تحسین حاصل کرچکا
ہی۔ اسمین عہد تغلق کی مشہور و معروف
مورخ برنی مصنف تاریخ "فیروزشاہی"
کی حالات زندگی اور اسکی کتاب پر
محققانہ اور عالمانہ تنقید۔ بکثرت
تاریخی انکشافات کی علاوہ سید حسن صاحب
کی وسعت نظر و مطالعہ کا پتہ لگتا ہی۔
کتاب ہر حیثیت سی لائق مطالہ ہی۔
طباعت و کتابت اعلی کاغذ عمدہ ۲۰ × ۲۶
کی ۴۸ صفحات قیمت صرف ۶ آنہ

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی

یا افتتاح

دیباچہ

از

مترجم

۱۹۱۰ء میں جب کہ راقم بی۔ اے کلاس میں تعلیم پاتا تھا اور ڈاکٹر رابن سن کی تاریخ مغربی یورپ ایک درسی کتاب کے طور پر پڑھتا تھا، کتاب مذکور کے مطالعہ سے اس قدر متاثر ہوا کہ اُس کا ترجمہ اردو میں شائع کرنے کا متمنی ہو گیا۔ لیکن تعلیمی مشاغل سے ترجمہ کے لئے وقت نکالنا مشکل اور سخت مشکل تھا۔ ۱۹۱۶ء میں تاریخ مذکور کے ترجمہ کا خیال پھر دل میں موجزن ہوا اور ارادہ کیا کہ اپنے اوقاتِ فرصت کو اس اہم کام کے انجام دینے میں صرف کروں۔

کتاب مکمل ہونے پر اِس کی طباعت و اشاعت کی فکر دامن گیر ہوئی۔ ادہر مسودہ صاف کرنا شروع کیا اُدہر ترجمہ کو چھپوانے کی کوشش کی بنا ڈالی لیکن جس طرف نظر دوڑائی، کامیابی کی شکل نہ دکھائی دی۔ آخر جامعہ ملیہ علی گڑھ سے کتاب ہذا کی اشاعت کے لئے خط و

Marfat.com

اضافہ کی دعا کرتے ہوئے

میں ہوں آپ کا نہایت وفادار

جیمس۔ آیچ۔ رابن سن "

ہم نے ڈاکٹر صاحب موصوف کی اس نصیحت پر کہ "ازمنہٗ مظلمہ کے حصہ کی تفصیل کو مختصر کردیں" عمل نہیں کیا۔ اوّل تو ہم اس نصیحت سے پیشتر لفظی ترجمہ کر چکے تھے دوسرے ہمارے ہموطن تاریخ یورپ سے قریب قریب نابلد ہیں۔ جب تک ابتدا سے یورپ کی تدریج ترقی کا خاکہ کھینچکر نہ دکھلایا جائے اُن کے نزدیک یہ گتھی کبھی نہ سُلجھیگی کہ یورپ کس طرح عہد تاریک سے نکلکر زمانہٗ موجودہ کی ترقی کی شاہراہ پر گام زن ہوا۔ یورپ کی موجودہ حالت کو کم وبیش ہمارے اُردو خواں یہاں تک کہ جاہل بھائی بھی جانتے ہیں پس ڈاکٹر موصوف کے نزدیک جو کچھ تاریخ سے مراد ہے ہمیں اُسی نقش قدم پر چلنا چاہیئے تاکہ ازمنہٗ مظلمہ کی تفصیل کو پڑھکر خود بخود احیائے علوم قدیمہ کی ضرورت اور اس کے بعد ترقی تمدن وتہذیب کا حال بخوبی سمجھ میں آسکے۔

ہم نے اٹھارویں صدی کے ایک دو باب کو اور انیسویں صدی کے کل الواب کو حسب ضرورت ڈاکٹر موصوف کی مرسلہ کتابوں کی روشنی میں ترمیم کردیا تھا اور بیسویں صدی کے کل الواب اضافہ کردئے تھے کیونکہ اصل کتاب میں بیسویں صدی کا ذکر ہی نہ تھا اور اگر تھا تو نہ ہونے کی برابر تھا اور اس طرح کتاب کو دورحاضر تک پہنچا دیا تھا۔ لیکن جب سال گزشتہ یہ معلوم ہوا کہ ڈاکٹر رابن سن کا موعودہ ایڈیشن شائع ہوگیا ہے تو مکرمی ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب کی رائے کے مطابق یہ مناسب خیال کیا گیا کہ تاریخ مغربی یورپ کے اُن تین الواب کا بھی بجنسہ ترجمہ کیا جائے جو اوّل الذکر نے حال میں اضافہ فرمائے ہیں اور بیسویں صدی کے خود اخذ کردہ حالات کو کتاب سے علیحدہ کردیا جائے۔ چونکہ کتاب بہ نظر حالات موجودہ ایک جلد کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی اس لئے اس کو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا ہے۔ ناظرین کرام دوسری جلد میں انشاءاللہ العزیز تاریخ مغربی یورپ کے ان اضافہ شدہ الواب کا ترجمہ بھی مطالعہ فرماسکینگے۔

Marfat.com

جنگ یورپ سے ہمیں ایک بہت بڑا فائدہ ہوا وہ یہ کہ یورپ کے اکثر مقامات کے نام اردو داں اصحاب کے لئے معمہ نہ رہے بلکہ یورپی ممالک کے اکثر حالات معلوم ہوگئے اور وہاں کی طرز حکومت سے واقفیت ہوگئی - لہذا اُن ممالک کے گزشتہ حالات ضرور دلچسپی سے پڑھے جائینگے -

اگرچہ اس کتاب کا نام تاریخ مغربی یورپ ہے لیکن فی الحقیقت یہ کتاب تاریخ یورپ ہے اس میں روما کے زوال کے بعد موجودہ زمانہ تک جو کچھ تمام یورپ میں اہم اور ضروری واقعات ہوگزرے ہیں اُن سب کو بیان کیا گیا ہے - بے شک بلقان' آسٹریا' روس اور ٹرکی کا حال مختصر طور پر تحریر ہے لیکن پھر بھی بقیہ یورپ کی تاریخ سمجھنے کیلئے بہت کافی ہے - آجکل جو سلطنتیں مشہور و معروف ہیں اور جنکی وجہ سے یورپ آجکل کا یورپ بنا ہوا ہے اُن کا حال بالتفصیل درج ہے اور چونکہ وہ یورپ کے مغرب میں واقع ہیں اس لئے کتاب کا نام تاریخ مغربی یورپ رکھا گیا ہے -

اس کتاب میں ایک خصوصیت ہے جسکی وجہ سے راقم نے اس کو ترجمہ کے لئے پسند کیا - یونیورسٹی کورس میں تیچر اینڈ شوئیلز کی تاریخ یورپ بھی داخل تھی اور وہ کتاب بھی اچھی ہے لیکن اس میں بلحاظ سنین صرف واقعات بیان کر دئے گئے ہیں اور لوگوں کی عام طرز معاشرت' طرز ماندو بود' علم کی ترقی' مختلف انجمنوں' مختلف خیالات اور کسی واقعہ کے اسباب و علل سے بحث نہیں کی اور واقعات کو بھی زیادہ تر شاہان سلف اور اُن کے ہمنوا اُمرا اور وزرا تک محدود رکھا ہے - برعکس اس کے تاریخ مغربی یورپ کے ابواب پر سرسری نظر ڈالنے سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ مصنف کا منشا کتاب ہذا لکھنے سے تاریخ یورپ کے واقعات کو اس طرح بیان کرنا ہے کہ موجودہ یورپ کے تمدن کے ہر شعبہ کو بآسانی اور بخوبی سمجھ لیا جائے اور ہم کو بھی یہی مدنظر ہوا کہ اپنے اہل ملک کی ضیافت طبع کے لئے سنین کا نامتناہی سلسلہ اور مشاہیر یورپ کے معرکوں کی خونریزی کا مفصل حال بالاجمال بیان کریں لیکن واقعات اور اُن کے اسباب و علل کی دلچسپ داستان بالتفصیل پیش کریں -

Marfat.com

یہ کتاب اسی غرض سے ترجمہ کی گئی ہے کہ میرے عزیز ہموطن اس کو پڑھکر اہل یورپ کی حکمت عملیوں سے واقف ہوجائیں۔ اُن کی ضرورتوں، اُن کے خیالات، اُن کے رسم و رواج اور اُن کے عادات و خصائل معلوم کرنے کے بعد موجودہ کشمکش کو سمجھ جائیں۔ اگرچہ ہمارے ملک کی سیاسی حالت روز بروز بدلتی جاتی ہے لیکن بے سمجھے بوجھے رہنماؤں کی تقلید سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ عوام کو سیاسیات کی تعلیم دینا ضروری ہے قبل اس کے کہ ہمارا ملک سوراج حاصل کرے اور یہ تعلیم یورپ کی تاریخ کے ہر صفحہ پر نمایاں اور درخشاں ہے۔ پس اس بارہ میں ہم کو یورپ کی شاگردی کی ضرورت ہے۔

ہم کو یہاں یہ عرض کردینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے برادران اسلام اکثر اُن حالات کو دلچسپی سے پڑھتے ہیں جن میں اُن کے اسلاف صالحین کا تذکرہ ہوتا ہے! اور غیر اقوام کے مشاہیر کی داستان ان کو بامزہ نہیں معلوم ہوتی۔ وہ کبھی آنکھ کھول کر نہیں دیکھتے کہ اور قوموں کے کیا کیا کارنامے ہیں اور دنیا میں کیا کیا ہورہا ہے؟ میں نہایت ادب کے ساتھ ملتجی ہوں کہ وہ اس نقص کو جو اُن کی ترقی میں ہمیشہ حائل رہے گا جسقدر جلد ہوسکے رفع ہوسکے اور اپنی معلومات کا دائرہ وسیع کریں ورنہ اُنکی نسبت یہی کہا جائے گا ؎

ان افتخرت بآباء مضوا سلفاً ✤ قلنا صدقت ولکن بئس ما ولدوا

(اگر تم کو اپنے بڑوں پر فخر ہے تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ایسے ہی تھے مگر اولاد بُری چھوڑ گئے)

ہمارے نزدیک اردو خواں اصحاب کے لئے اجنبی اور غیر مانوس مقامات اور بادشاہوں اور سپہ سالاروں کے نام کا زبان پر چڑھنا اور اُن کو بآسانی ادا کرنا مشکل ہے۔ اگر ہم انگریزی میں بھی ان ناموں کو لکھتے تو بوجہ کثرت، کاتب کے لئے ایک زحمت اور اردو خواں اصحاب کے لئے بیکار ثابت ہوتے۔ اس لئے ہم نے انگریزی حروف میں ناموں کا لکھنا فضول سمجھا بُرا بھلا اُن کا تلفظ ہمارے ناظرین اپنی زبان میں خود کرلیں گے اور آئندہ وہی رواج پاجائیگا۔ تاریخ سمجھنے کے لئے نقشہ نہایت ضروری چیز ہے۔ اس لئے مختلف مقامات پر حسب

Marfat.com

ضرورت نقشے دیدیئے گئے ہیں۔ ناظرین کو چاہیئے کہ نقشوں کی امداد سے کتاب ہذا پڑھیں۔

اس میں شک نہیں کہ انگریزی داں اصحاب تاریخ یورپ کو انگریزی میں پڑھ سکتے ہیں لیکن بہت کم ایسے اشخاص ہیں جو یہ تکلیف گوارا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں خود اپنی زبان میں جب کتاب موجود ہو تو انگریزی کے باریک حروف سے کیوں اپنی بینائی کو نقصان پہنچائیں اور مطالب و معانی کے سمجھنے میں کیوں اپنے دماغ کو زحمت دیں۔

فی الحقیقت ترجمہ کرنا بعض اوقات تصنیف سے زیادہ مشکل ہو جاتا ہے خصوصاً جبکہ ہماری زبان اپنے ابتدائی مراحل طے کر رہی ہے۔ تاہم یہ کوشش کیگئی ہے کہ لمبے لمبے جملوں کا مطلب بھی بآسانی سمجھ میں آجائے۔ اگر ہم اُس دُھن میں جس میں مترجم ایک طرف ترجمہ پہ نظر ڈال کر اور دوسری طرف اصل عبارت کو پڑھکر خیال کرتا ہے کہ میرے الفاظ سے میرے ناظرین بھی یہی مطلب سمجھیں گے جو میں بزعم خود سمجھ رہا ہوں کہیں کہیں غلطی کر گئے ہوں تو ہم کو متنبہ کیا جائے تاکہ دوسرے ایڈیشن میں یہ خامیاں رفع کردی جائیں۔

آخر میں ہم جامعہ ملیہ دہلی کی اردو اکادمی کا شکریہ ادا کرتے ہیں جس کی کوشش سے آخر کار یہ کتاب گوشۂ خمول سے باہر آئی اور اب پبلک کے ہاتوں میں ہے۔

موتی ہزار قعر سمندر میں ہوں نہاں ۔۔۔ پر یہ بتاؤ اُن کا خریدار ہے کہاں؟
کھلتے ہیں پھول سیکڑوں ویران دشت میں ۔۔۔ ہے کون رنگ و بو کا وہاں انکے قدرداں؟

غازی آباد
۳؍ستمبر ۱۹۲۶ء

محمد یحیٰی تنہا

مُصنّف کا مختصر حال

ڈاکٹر جیمس ہاروی رابن سن ممالک متحدہ امریکہ میں بمقام بلومنگٹن ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے تھے۔ مقامی مدرسوں اور قرب وجوار کے نارمل اسکول میں تعلیم پانے کے بعد آپ نے ایک سال یورپ میں بسر کیا اور بعد ازاں ایک سال تجارت کرتے رہے۔ اپنے زمانۂ تعلیم میں آپ نے اپنا بہت سا وقت علم الحیوانات اور خواص الاشیاء کے عجائب خانہ میں صرف کیا جس سے آپ نے علمی تحقیقات کے عام خیالات حاصل کئے جو آپ کی مابعد زندگی میں بہت کارآمد ثابت ہوئے۔ اپنے مختصر زمانۂ تجارت میں آپ کو سوداگر اور بینکر کے عام رجحانات کا بخوبی اندازہ ہوگیا تھا۔ اگرچہ آپ اُس وقت یونیورسٹی کی تعلیم کے لئے کافی تیار نہ تھے تاہم آپ نے ہارورڈ کالج میں داخل ہونے کا مصمم ارادہ کرلیا اور آپ ۱۸۸۴ء میں داخل ہوگئے جہاں سے آپ نے ۱۸۸۷ء میں بی۔اے پاس کیا اور ایک سال اور آپ صرف تاریخ مشروطہ پڑھتے رہے۔ ہارورڈ میں آپ کو ولیم جیمس ایک ماہر نفسیات سے سابقہ پڑا جسکی صحبت نے آپ پر گہرا اثر ڈالا اور آپ کو مطالعہ کتب اور تحریر کا شوق پیدا ہوگیا۔ اس کے بعد آپ نے تقریباً تین سال یورپ میں بسر کئے اور جرمنی میں بمقام فرے برگ ڈاکٹر کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۸۹۲ء میں آپ پین سلوانیا یونیورسٹی میں پروفیسر ہوگئے اور وہاں سے ۱۸۹۵ء میں آپ کولمبیا یونیورسٹی نیو یارک میں چلے آئے جہاں آپ ۱۹۱۹ء تک رہے جبکہ آپ نے پروفیسری سے استعفاء دیدیا۔ اس کے بعد نیو یارک میں آپ ایک نئے مدرسہ کے اجراء میں شریک ہوگئے جہاں آپ نئے طریقہ پر بالغوں کو تعلیم دینے کا خیال رکھتے تھے۔ لیکن تاریخی درسی کتابیں لکھنے میں جو کامیابی آپ کو حاصل ہوئی اور نیز اس شوق نے کہ سمجھدار لوگوں کو بعض اہم تاریخی امور اور فلسفیانہ خیالات واضح طور پر بتلائے جائیں درس و تدریس کا مشغلہ آپ سے چھڑا دیا اور آپ یکسو ہوکر اپنا تمام وقت کتاب نویسی میں صرف کرنے لگے۔

آپ کی کتاب موسوم بہ "دماغ کی تیاری" جو ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی ایک ہر دلعزیز ناول کی طرح کثیر تعداد میں فروخت ہوئی۔ بعد ازاں ۱۹۲۳ء میں آپ نے دوسری کتاب "علم کو عام کرنا" شائع کی۔

ڈاکٹر رابن سن کا مقصد حیات اپنی تاریخی معلومات کو ذہنی قویٰ کی ترقی میں صرف کرنا ہے۔ بنی نوع انسان کے گزشتہ واقعات میں آپ کو صرف اس وجہ سے دلچسپی ہے کہ وہ زمانہ حال پر روشنی ڈالتے ہیں۔ آپ ایچ۔ جی۔ ولیس کے اس بارہ میں ہم خیال ہیں کہ بنی نوع انسان کی عظیم مشترکہ جدوجہد کی عام واقفیت اور متحد النسل ہونے کا علم ہماری تمام تعلیم میں جاری وساری ہونا چاہیے تاکہ قدیم عداوتیں اور افسوسناک مظالم جنسے نتیجتاً بدامنی پھیلتی ہے صفحۂ دنیا سے معدوم ہو جائیں۔ ڈاکٹر رابن سن کا خیال ہے کہ گزشتہ زمانہ کے مورخین نے بہت سے معمولی واقعات کو انتخاب کیا اور انسانی خیالات کی ترقی میں جو ضروری عناصر تھے اُن کو چھوڑ دیا۔ پس آپ کے نزدیک موجودہ زمانہ کے مورخ کا خاص کام یہ ہے کہ وہ اپنی تاریخ میں بہت سے بیجان مواد کو قلم انداز کر دے اور اُس کی جگہ نوع بشر کی رفتار زندگی کے دیگر عناصر کو تحریر کرے جو اس امر کے اظہار میں مدد دیں کہ کس طرح ہم ان پریشانیوں تک پہنچے جنمیں ہم آجکل مبتلا ہیں۔

ڈاکٹر موصوف کا انداز بیان بہت صاف اور واضح ہے اور آپ امریکہ کے مشہور مورخ ہیں۔ آپ کی تصنیفات نصف درجن سے زائد ہیں جن سے آپ کی وسیع معلومات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ آپ کے خیالات نہایت عمدہ اور قابل قدر ہیں۔ خدا کرے ہماری زبان میں بھی ایسے ہی لائق مصنّف اور مؤلف پیدا ہوں جو اپنی واقفیت عامہ کو بنی نوع کی ترقی و بہبودی میں صرف کریں۔

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۂ تاریخِ مغربی یورپ

باب اوّل

تاریخی نقطۂ نظر

وسعتِ تاریخ | تاریخ اپنے وسیع معنی میں تمام اُن کاموں کی واقفیت کا نام ہے جو انسان نے انجام دئے ہیں یا جن پر غور کیا ہے یا جن کی آرزو کی ہے یا جن کا احساس کیا ہے۔ یہ گزشتہ انسانی کاروبار کا نامتناہی علم ہے۔ یہ ایسا مضمون ہے جس کی کوئی حد نہیں اور جس کی اہمیت بے پایاں ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ نہایت دھندلی شکل میں ہے۔ مورخ مصری جو گوشیہ مینار کے حروف پڑھنے میں مشغول ہو سکتا ہے، قرونِ وسطیٰ کی خانقاہ کا ذکر کر سکتا ہے، مغل شاہانِ ہندوستان کے حالات بیان کر سکتا ہے یا نپولین کی لڑائیوں کا حال لکھ سکتا ہے۔ وہ تبلا سکتا ہے کہ سلطنتِ روما کیونکر اور کس طرح جرمن وحشیوں کے حملوں سے مغلوب ہوئی یا وہ ممالک متحدہ امریکہ اور اسپین کی جنگ ۱۸۹۸ء کے اسباب بیان کر سکتا ہے یا وہ کہہ سکتا ہے کہ کیلون کا لوتھر کی نسبت

کیا خیال تھا یا یہ کہ فرانسیسی کاشتکار کی اٹھارہویں صدی میں کیا کیا چیزیں خوراک تھیں۔ ہم اِن معاملات میں سے ہر ایک کے بارہ میں بشرطیکہ ہم اُس ثبوت کو جو ابتک موجود ہے غور سے جانچنے کی تکلیف گوارا کریں کچھ نہ کچھ واقفیت بہم پہنچا سکتے ہیں اور انہی تمام باتوں کا نام تاریخ ہے۔

مقصدِ کتاب ہذا — اس کتاب میں مختصر مگر نہایت اہم جزو تاریخ عالم کا ذکر ہے۔ اِس کتاب کا مقصد کامل طور پر جیسا کہ ایک جلد میں ممکن ہے اُن خاص تبدیلیوں کا بیان کرنا ہے جو مغربی یورپ میں سلطنتِ روما کی افواج پر جرمن وحشیوں کے غالب آنے اور اپنی اپنی سلطنتیں قائم کرنیکے بعد سے واقع ہوئیں چنانچہ موجودہ ممالک فرانس، جرمنی، اٹلی، آسٹریا، اسپین، ہالینڈ، بلجیم اور انگلستان رفتہ رفتہ اُنہیں سلطنتوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ اِن ممالک میں سے ہر ایک کی گزشتہ پندرہ صدی کی تاریخ پر پورے پورے کتب خانے موجود ہیں اور کسی ایک اہم شخص مثلاً سینٹ فرانسس، کرامویل، فریڈرک اعظم یا نپولین کے مناسب مکمل حالات کے لئے ایک یا دو جلدوں کی ضرورت ہے۔ کتب سیر اور عام تواریخ کے علاوہ بکثرت علیحدہ علیحدہ کتابیں کلیسا اور دیگر بڑی بڑی انجمنوں اور نیز مختلف ممالک کے قوانین وفلسفہ، فنون وادب پر موجود ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ ایسی مختصر جلدیں جیسی کہ یہ ہے صرف بہت ہی کم تاریخی واقعات جن سے مورخ واقف ہیں ممکن طور پر سما سکتے ہیں۔ جو شخص تھیوڈوسیس اور ایلیرک کے زمانہ سے یورپ کی گزشتہ تاریخ کو چھ سو صفحات میں قلمبند کرنا چاہتا ہے وہ اپنے سر پر بڑی ذمہ داری کا بار اُٹھاتا ہے۔ ناظرین کو اُس سے یہ دریافت کرنے کا حق حاصل ہے کہ جو کچھ وہ کتاب میں پڑھینگے نہ صرف صحیح اور واضح طور پر بیان کیا جائے گا بلکہ اُس میں وہ تمام اہم اور مفید باتیں بھی موجود ہونگی جو بے انتہا سچی باتوں سے جن کا انسان کو علم ہے منتخب کی جائیں گی۔

ہم علی طور پر صرف تاریخوں اور واقعات کے لکھ دینے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ تاریخ کے طالب علم کو یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ لوگ کیسے زندگی بسر کرتے تھے، اُن کی کیا کیا سوسائیٹیاں تھیں، (جو درحقیقت صرف خصائلِ اقوام ہیں) اُن کے کیا کیا پیشے، کیا کیا دلچسپیاں اور کیا کیا کارگزاریاں تھیں، قرونِ وسطیٰ میں تقریباً روپیہ کی مدد کے بغیر کس طرح کاروبار چلتا تھا؛ بعد ازاں کس طرح

تجارت نے ترقی کی اور صنعت وحرفت نے رواج پایا، طرز معاشرت میں کلیسا کو کیا دخل رہا؛ راہب کس طرح رہتے تھے اور انہوں نے بنی نوع انسان کی کیا کیا خدمات انجام دیں۔ المختصر موجودہ اور وسطی تاریخ یورپ کا مقصد گزشتہ پندرہ سو برس کی مغربی تہذیب کی نہایت اہم ترقیات کا ذکر کرنا ہے یعنی کس طرح مغربی سلطنت روما اور صحرائی اور نامعلوم اضلاع جن میں جرمن اقوام آباد تھیں گلیڈسٹون اور بسمارک، ڈارون اور پاسٹیور کا یورپ بن گئے۔

اس عرصہ دراز کی بڑی بڑی تبدیلیوں کا صرف خاکہ کھینچنے کے لئے بھی جو کچھ مستثنیات اور غیر معمولی امور ہوں اُن کا چھوڑ دینا ضروری ہے۔ ہمکو انسان کی قدیم عادت کے طرز عمل پر اور اُن باتوں پر جن کو وہ کم وبیش ایک صدی تک تقریباً اُسی طریقہ سے کرتا رہا اپنی توجہ مبذول کرنی چاہیئے۔ خاص خاص واقعات اُسی حد تک اہم ہیں جہاں تک کہ وہ اِن مستقل حالتوں کے اظہار میں مدد دے سکیں اور اس امر کی توضیح کرسکیں کہ کس طرح مغربی دنیا ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوتی رہی۔

زمانۂ ماضی کا حال ہم کو ہمدردی کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔

سب سے پہلے ہم کو وہ عادات اور رسومات جن کو ہم شروع ہی سے لغو اور بیہودہ کہنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ہمدردی کے ساتھ مطالعہ کرنی چاہئیں۔ مورخ کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ کسی خاص طریقہ سے کسی چیز کے کرنے کو صحیح یا غلط ثابت کرے مثلاً بادشاہ کو تمام حکومت سپرد کر دینا یا پادریوں کو شادی کی ممانعت کر دینا۔ اُس کا یہ فرض ہے کہ اُس سے جہاں تک ہو سکے وہ عمدگی کے ساتھ بیان کرے کہ فلاں طریقہ کا رواج کیونکر ہوا، اُس کی نسبت کیا کیا خیالات تھے، اُس نے کیسا کام دیا اور کس طرح دوسری تجویز اُس کی قائم مقام ہوئی۔ یہ ہمیں ضرور وحشیانہ پن معلوم ہوتا ہے کہ کسی آدمی کو صرف اس بنا پر کہ وہ اپنے ہمسایوں کے برعکس، عیسائیت کے متعلق مختلف خیالات رکھتا ہے زندہ جلا دیا جائے۔ لہٰذا ہم کو چاہیئے کہ بجائے اس کے کہ ہم اس رواج کو صرف بُرا کہنے پر اکتفا کریں ہم تاریخی طالبعلم کی حیثیت سے یہ پتہ لگانے کی کوشش کریں کہ کیوں عملاً تیرھویں صدی میں ہر شخص یہاں تک کہ دانا سے دانا اور رحم دل سے رحم دل اس بات پر متفق ہو گیا کہ بددینوں کے لئے ایسی خوفناک سزا ہی مناسب ہے۔ پس اس کتاب میں لوگوں

Marfat.com

اور قوموں کے گزشتہ عقائد و خصائل پر ہمدردی کے ساتھ غور کرنے کی ہر جگہ کوشش کیگئی ہے یعنی انکو طبعی ظاہر کیا گیا ہے اور اُن کے بُرے نتائج دکھانے کے بجائے، اُن کے مفید اثرات ظاہر کیے گئے ہیں کیونکہ کسی طریقہ کی کمزوری نہیں بلکہ اُس کی عمدگی انسان کو اُس کے اختیار و قیام کی رغبت دلاتی ہے۔

زمانۂ ماضی کو خاص خاص محدود زمانوں میں تقسیم کرنا ممکن نہیں ہے

زمانۂ ماضی کو خاص خاص محدود زمانوں میں تقسیم کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ جب ایک عہد ختم ہو گیا تو دوسرا عہد کسی خاص سنہ مثلاً ۴۷۶ء یا سنہ ۱۴۵۳ء یا سنہ ۱۷۸۹ء میں شروع ہونا ممکن ہے۔ لوگ اپنی عادات اور کاروبار کے طریقہ کو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو فوراً نہیں بدلتے اور نہ بدل سکتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ایک واقعہ مثلاً کوئی خاص اہم لڑائی" جس سے کسی قوم کی آزادی مفقود ہو جائے، طرز حکومت میں فوری تبدیلی پیدا کر دے اور یہ نتیجتاً تجارت وصنعت و حرفت کے لئے حوصلہ افزا یا دلشکن ثابت ہو یا لوگوں کی زبان یا جرأت پر اس کا اثر پڑے، تاہم یہ بڑی تبدیلیاں آہستہ آہستہ واقع ہوا کرتی ہیں۔ کسی لڑائی یا انقلاب کے بعد کاشتکار اُسی پُرانے طریقہ پر جوتتا اور بوتا رہے گا، پیشہ ور اُسی معلوم طریقہ پر اپنا کام کرتا رہے گا اور سوداگر وہی اپنی خرید و فروخت جاری رکھے گا۔ عالم اپنا لکھنا پڑھنا بدستور کرتا رہے گا اور گھر کے کام کاج نئی حکومت کے زمانہ میں بھی اُسی طریقہ سے انجام پذیر ہوتے رہیں گے جس طرح کہ پُرانی حکومت کے وقت میں ہوتے تھے۔ پس حکومت کی تبدیلی اگر لوگوں کی عادات پر اثر ڈالتی ہے تو ہر حالت میں بہت ہی آہستہ آہستہ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض بعض صورتوں میں قطعی کوئی اثر نہ پڑے۔

اٹھارہویں صدی کے اختتام پر انقلاب فرانس سے جس کے من وعن حالات ہم تک پہنچے ہیں، غالباً نہایت فوری اور مکمل تبدیلی ایک قوم کی عادات و اطوار میں ہوئی لیکن جب ہم اُس کا ذکر کرینگے تو ہم بتائیں گے کہ یہ تبدیلی کسی طرح سے اِس قدر دفعتاً فی الحقیقت نہیں ہوئی جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اِس کے بانیوں کو مستقل طور پر طرز حکومت بدلنے میں بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ کیونکہ جب اہل فرانس نے جو صدیوں سے شخصی سلطنت کے محکوم چلے آتے تھے سنہ ۱۷۹۲ء میں جمہوری

Marfat.com

سلطنت قائم کی تو نئی حکومت صرف چند برس تک چل سکی۔ قوم طبعاً شخصی سلطنت کی دلدادہ تھی، پس اُس نے خوشی سے نپولین کی حکومت کو قبول کر لیا، جو شاہانِ سلف کی حکومت سے بھی زیادہ جابر تھی۔ اُس نے سلطنت کی از سرِ نو درستی میں بہت کچھ مسترد شخصی سلطنت سے مستعار لیا اور موجودہ فرانسیسی جمہوری سلطنت نے اب تک بہت سے اُن انتظامات کو برقرار رکھا۔

تاریخ کی یکسانی یا تسلسل

بنی نوع انسان کی یہ رغبت کہ اس سال بھی عموماً وہی کریں جو پچھلے سال کیا تھا، خواہ زندگی کے کسی شعبہ میں تبدیلیاں واقع ہوگئی ہوں مثلاً بادشاہ کے بجائے پریسیڈنٹ کا ہونا، گھوڑے پر سفر کرنے کے بجائے ریل میں سفر کرنا یا کسی ہمسائے سے خبریں حاصل کرنے کے بجائے اخبارات سے خبریں بہم پہنچانا تاریخ کی یکسانی یا تسلسل پر دال ہے۔ یہ امر واقعہ کہ لوگوں کے رسوم و رواج میں دفعتاً کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ اشیاء کے خواص میں کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے غالباً سب سے زیادہ ضروری اور بنیادی سبق ہے جو تاریخ ہمیں سکھاتی ہے۔

مورخ بعض اوقات اس اصول کو فراموش کر دیتے ہیں جب وہ اپنی کتابوں کو خاص خاص تاریخوں پر شروع کرنے اور ختم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر تواریخ یورپ ۴۷۶ء سے ۸۰۰ء تک یا ۱۲۷۰ء سے ۱۴۹۲ء تک کے حالات پر مشتمل ہیں۔ گویا کسی قابل جرمن بادشاہ کی تخت نشینی نے ۹۱۸ء میں یا کسی نامور فرانسیسی بادشاہ کے انتقال نے ۱۲۷۰ء میں یا امریکہ کے دریافت ہونے نے یورپ کے معاملات میں عام تبدیلی پیدا کر دی لیکن فی الحقیقت کوئی عام تبدیلی ان تاریخوں میں یا کسی ایک سال میں نہیں ہوئی۔ بلاشبہ یہ امر ناظرین اور مورخین کے لئے نہایت ہی آرام دہ ثابت ہوتا اگر دنیا کسی خاص پروگرام (دستور العمل) پر متفق ہو کر کاربند ہو جاتی اور اپنی عادات کو خاص خاص تاریخوں پر بدل لیا کرتی بلکہ زیادہ مناسب ہوتا اگر ہر صدی کے شروع میں ایسا کیا کرتی۔ لیکن ایسا کوئی معاہدہ کبھی نہیں ہوا اور تاریخ کے طالب علم کو جس طرح چیزیں اُسے ملیں اُسی طرح اُن کو سمجھنا چاہئے۔ اُس کو یہ بات معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ اقوام اپنی قدیم رواج کو بھی قائم رکھتی ہیں جبکہ وہ نئی رسوم اختیار کرتی ہیں اور نیز یہ کہ کسی قوم کا ایک حصہ ترقی کرتا ہے

Marfat.com

اور دوسرا بڑا حصہ پھسڈی رہ جاتا ہے۔

لفظ "قرون وسطیٰ" کے معنی

لہٰذا ہم کسی ایسے حال یا کسی ایسے واقعہ کو نہیں بتا سکتے جو مناسب طور پر اُس عہد طویل کی ابتدا کہا جا سکے جو مغربی یورپ میں سلطنت روما کے زوال کے بعد ظہور پذیر ہوا اور جس کو ہم قرون وسطیٰ سے تعبیر کرتے ہیں۔ شمالی اور مغربی حدود سلطنتِ روما کے باہر جس میں تمام مہذب دنیا دریائے فرات سے لیکر برطانیہ تک شامل تھی، عجیب وغریب اقوام اِدھر اُدھر رہتی تھیں جنکی تاریخ اہل روما سے کبھی کبھی مٹھ بھیڑ ہونے سے بیشتر کی، عملی طور پر گوشۂ گمنامی میں پڑی ہے۔ یہ جرمن یا وحشی لوگ جیسا کہ اہل روما اُن کو کہتے تھے مغربی سلطنت روما کا خاتمہ کرنے کے لئے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ سے تقریباً سو سال پہلے ان لوگوں نے اہل روما کو پریشان کرنا شروع کیا جبکہ رومیوں کے جنرل میری اُس نے اُن کی ایک بڑی فوج کو شکست دی تھی۔ جولیس سیزر نہایت عمدہ لاطینی زبان میں، جس کا حال اُن سب لوگوں کو معلوم ہے جنہوں نے لاطینی پڑھی ہے، بیان کرتا ہے کہ کس طرح اِس واقعہ کے پچاس سال بعد اُس نے اُن کے دوسرے دستۂ افواج کو حدود سلطنت سے باہر نکال دیا تھا۔ بہرحال اِن ابتدائی مقابلوں میں اور جرمن سلطنتوں کے قیام میں جو سلطنت روما کی حدود کے اندر قائم ہوئیں پانسو برس گذر گئے۔ اُن کے قیام سے مغربی یورپ میں سلطنت روما کا خاتمہ ہوگیا اور قرون وسطیٰ کی ابتدا ہوئی۔

تاہم یہ خیال کرنا سخت غلطی ہے کہ اِس کا یہ مطلب ہے کہ رومیوں کی تہذیب دفعتاً اس زمانہ میں غائب ہوگئی۔ جیسا کہ ہم دکھلائیں گے آگسٹس (جو ۱۴ء میں مرا) کے طلائی عہد کے بعد کی صدیوں میں یہ تہذیب رفتہ رفتہ بدلتی رہی۔ جرمن فتح سے بہت قبل فنون و ادب کا تنزل قرون وسطیٰ کی سطح تک پہنچ گیا تھا۔ اکثر خیالات اور حالات جو وحشیوں کی آمد کے بعد غالب آئے بیشتر بھی کافی طور پر عام ہوگئے تھے۔ یہاں تک کہ جہالت اور علمی مذاق کی کمی بھی جس کو ہم خصوصاً قرونِ وسطیٰ سے منسوب کیا کرتے ہیں اُس وقت موجود تھی۔

Marfat.com

پس لفظ قرون وسطیٰ ایک ادھورا لفظ ہے۔ اِس کتاب میں یہ لفظ تقریباً ایک ہزار برس کے اُس زمانہ کے لئے استعمال کیا جائے گا جو اندازاً پانچویں صدی کے شروع سے، جبکہ وحشیوں کے حملوں سے عام طور پر بدامنی پھیلی ہوئی تھی، چودہویں صدی تک گزرا، جبکہ یورپ سلطنت روما کی زوال کے بعد سے جو کچھ اُس نے کھو دیا تھا، اُس کے حصول کی شاہراہ پر چل رہا تھا۔

ازمنہ مظلمہ

جب لوگوں کو اس عہد سے موجودہ زمانہ کی نسبت بہت کم دلچسپی تھی تو یہ خیال کیا جاتا تھا کہ سلطنت روما کے منتشر ہو جانے کے بعد جو بدامنی پھیلی اُس نے عملی طور پر صدیوں کے لئے تمام شائستگی کو خاک میں ملا دیا اور یورپ میں عہد تاریک کی ابتدا ہوئی۔ جب وہ ایک طرف اہل روما اور اہل یونان کی تہذیب سے اور دوسری طرف موجودہ زمانہ کی روشنی سے مقابلہ کرتے تھے تو اس زمانہ کو جہالت اور ظلم و تعدی کی خوفناک صدیوں سے تعبیر کرتے تھے۔ پچھلی نصف صدی کے زیادہ متجسس اور پر غور مطالعوں نے اس بات کو صاف کر دیا ہے کہ قرون وسطیٰ ایک ہی حالت پر قائم رہنے اور زمین شور کے معنی میں تاریک نہیں ہے۔ برعکس اس کے یہ زمانہ جد و جہد سے پُر ہے اور نتیجہ خیز ہے۔ ہم نے بہت سی چیزیں اپنی تہذیب میں اُسی سے حاصل کی ہیں جو ہم کو رومیوں یا یونانیوں کی تہذیب سے کبھی نہ حاصل ہوتیں۔ اس کتاب کے پہلے انیسؔ ابواب کا یہ مقصد ہے کہ وحشیوں کے حملوں کے اثرات دکھائے جائیں اور متواتر حملوں کی بدامنی سے یورپ کا رفتہ رفتہ اصلی حالت پر عود کرنا اور اُن خاص خاص سوسائٹیوں کا معرض وجود میں آنا جو وقتی ضروریات کے رفع کرنے کے لئے تھیں بیان کیا جائے۔ ماباقی ابواب میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کیجائے گی کہ کس طرح ازمنہ مظلمہ کی سوسائٹیوں، عادات اور خیالات کی جگہ قدم بقدم موجودہ یورپ کی سوسائٹیاں، عادات اور خیالات لیتے رہے۔

Marfat.com

بابِ دوم

وحشیوں کے حملوں سے قبل مغربی یورپ

سلطنتِ روما کی وسعت

کوئی شخص قرونِ وسطیٰ کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا تاوقتیکہ اُس کو سلطنتِ روما کا کچھ حال نہ معلوم ہو جسکی حدود کے اندر جرمنوں نے اپنی سلطنتیں قائم کیں اور موجودہ یورپ کے پیدا کرنے کا طویل کام انجام دیا۔

پانچویں صدی کے شروع میں، مغربی یورپ میں جداگانہ اور خودمختار سلطنتیں نہیں تھیں جیسا کہ آج ہم کو نقشہ میں نظر آتی ہیں۔ تمام زمین جسپر اب انگلستان، فرانس، اسپین اور اٹلی آباد ہیں اُس وسیع سلطنت کا صرف ایک جزو تھی جو رومیوں کے شہنشاہ اور اُس کے کثیر التعداد افسروں کے زیرنگیں تھی۔ جرمنی اُس وقت تک جنگلات کا ملک تھا جس کو صرف وحشی اور نیم وحشی فرقے جو اُس میں آباد تھے جانتے تھے۔ رومیوں نے بیکار اِس حصۂ یورپ کو فتح کرنے کی کوشش کی اور آخرکار اُن کو اِس پر قانع ہونا پڑا کہ جرمن لوگوں کو قلعوں اور حفاظتی چوکیوں سے جو دریائے رہائن اور ڈینیوب کے برابر برابر تھیں حدودِ سلطنت سے باہر رکھا جائے۔

مختلف اقوام جو سلطنت میں آباد تھیں

سلطنت روما میں جو جنوبی اور مغربی یورپ، مغربی ایشیا اور نیز شمالی حصۂ افریقہ پر مشتمل تھی بحد مختلف قومیں اور نسلیں آباد تھیں۔ مصری، عرب، یہودی، یونانی، جرمن، گال، اہل برطانیہ اور اہل اسپین و اہل پرتگال۔ یہ سب کے سب روما کے زیرفرمان تھے۔ یہ سلطنت عظیم الشان تھی جس میں خانہ بدوش چرواہے جو اپنی سرکیاں حدود صحرائے اعظم تک پھیلائے ہوئے تھے، پہاڑی قومیں جو ویلز کی گڑھیوں میں رہتی تھیں اور اتھنس، اسکندریہ اور روما کے شہری جن کے ورثہ میں جملہ سامان عیش و عشرت اور قرنہا قرن کا علم آیا تھا آباد تھے

خواہ کوئی بارک میں رہتا ہو یا یروشلم میں یا میمفس اور وائنا میں، سب کے سب اپنا ٹیکس اسی ایک خزانہ میں ادا کرتے تھے، اُسی ایک قانون کے تابع تھے اور اپنی حفاظت کے لئے اُنہی افواج پر بھروسہ رکھتے تھے۔

وہ تعلقات جن سے سلطنت وابستہ تھی

اول اول یہ بات ناقابل یقین معلوم ہوتی ہے کہ اس قدر وسیع سلطنت جس میں افریقی اور ایشیائی قومیں اور نیز نہایت مختلف اقوام یورپ آباد تھیں جو تہذیب کے ہر درجہ میں تھیں پانچ صدی تک منتشر ہونے کی بجائے جیسی کہ توقع کی جاسکتی تھی کیوں کر وابستہ رہی اور اُس زمانہ سے بہت پہلے جب وحشی کافی تعداد اور قوت کے ساتھ اپنی اپنی سلطنتیں اُس کے درمیان قائم کرنے کے لئے آئے کیوں نہ تتر بتر ہوگئی لیکن جب ہم اُن تعلقات کو بامعان نظر دیکھتے ہیں جن سے سلطنت وابستہ تھی تو سلطنت کے قیام اور دوام کی وجہ بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے۔ یہ تعلقات حسب ذیل تھے:

(۱) تعجب انگیز با اصول حکومت جو ہر حصہ سلطنت میں موجود تھی اور ہر بات پر اسکی نظر تھی۔

(۲) حکومت کے اوتار کے طور پر شہنشاہ کی پرستش۔

(۳) رومیوں کے قانون کا ہر جگہ رواج۔

(۴) قابل تعریف سڑکیں اور ٹکسال کا یکساں طریقہ جن سے باہمی رسل و رسائل میں ترقی ہوئی اور سب سے آخر یہ کہ

(۵) رومیوں کی نو آبادیاں اور اُستاد جن کو گورنمنٹ نے ملازم رکھا کیونکہ اُن کے ذریعہ سے وہی خیالات اور شائستگی دور دراز سلطنت کے حصوں میں بھی رواج پاگئی۔

سلطنت روما نے ہر چیز کو باقاعدہ بنانے کی کوشش کی

اب ہم کو سب سے پہلے شہنشاہ اور اُس کی حکومت پر نظر ڈالنی چاہئے اسکے فرامین تمام سلطنت روما کے طول و عرض میں بھیجے جاتے تھے۔ جو کچھ اُس کی مرضی ہوتی تھی وہی قانون بن جاتا تھا کیونکہ سلطنت روما کی ساخت کا یہی مشہور اصل اصول تھا۔ اگرچہ صرف شہروں کو اپنے مقامی معاملات کے لئے

قانون بنانے کی تھوڑی سی آزادی دی گئی تھی۔ تاہم شہنشاہ اور اُس کے کثیر التعداد و تعجب انگیز باقاعدہ افسران، ادنیٰ سے ادنیٰ شہری پر نظر رکھتے تھے۔ حکومت روما نے امن و امان قائم کیا، عدالتوں کی بنیاد ڈالی اور سرحدوں کی حفاظت کے علاوہ دیگر ذمہ داریاں اپنے سر لیں غلہ فروشوں، قصابوں اور بھٹیاروں کی بھی یہی دیکھ بھال کرتی تھی۔ یہ اس بات کی جانچ پڑتال کرتی تھی کہ وہ ٹھیک طور سے پبلک کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں یا نہیں اور اپنے پیشوں کو یہ لوگ کبھی ترک نہیں کر سکتے تھے۔ بعض حالتوں میں حکومت بیٹے کو مجبور کرتی تھی کہ وہ اپنے باپ کا پیشہ اختیار کرے۔ اگر حکومت کے بس میں ہوتا تو یہ ہر شخص کو کسی خاص طبقہ سوسائٹی سے منسوب کر دیتی اور اُس کی اولاد کو اُس کی پیروی کراتی۔ یہ زیادہ غریب اور سرکش لوگوں کو شہروں میں روٹی دیکر خاموش رکھتی تھی اور بعض اوقات شراب، گوشت اور کپڑے بھی دیتی تھی۔ یہ اُن کے لئے تفریح کا سامان بہم پہنچاتی تھی اور صرف کثیر کرتی تھی مثلاً گھوڑ دوڑ اور آدمی کی جنگی اور خونخوار جانوروں سے کشتی۔ مختصراً یہ کہ حکومت روما نہ صرف تعجب انگیز طور پر باقاعدہ تھی حتیٰ کہ اس کی حدود کی دور ترین مقامات بھی اس کی زد سے باہر نہ تھے بلکہ اس نے زندگی کے تقریباً ہر شعبہ کو باقاعدہ بنانے اور اُس کے تحفظ کی کوشش کی۔

شہنشاہ کی پرستش ہر شخص کو شہنشاہ کی پوجا میں شامل ہونا پڑتا تھا کیونکہ اُس سے سلطنت روما کی شان و عظمت قائم تھی۔ ہر صوبے کے باشندے اپنے اپنے دیوتاؤں کی پرستش کے لئے آزاد تھے جس میں سلطنت دخل اندازی نہیں کرتی تھی لیکن تمام آدمیوں کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ عمدہ شہریوں کی حیثیت سے سرکاری قربانیوں میں شریک ہوں جو سلطنت کے دیوتا (شہنشاہ) کی نذر کی جاتی تھیں۔ شروع شروع میں عیسائیوں پر بہت ظلم و جبر روا رکھا گیا، نہ صرف اس وجہ سے کہ اُن کا مذہب برادران نوع کے مذہب سے جداگانہ تھا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے شہنشاہ کی مورتی کے آگے سر جھکانے سے انکار کیا اور علانیہ سلطنت روما کے زوال کی پیشینگوئی کی، اُن کا مذہب، جو کچھ اُس وقت عمدہ شہریت سے مراد لی جاتی تھی، اُس کے منافی تھا کیونکہ یہ

حکومت کی واجبی تعظیم و تکریم کے اظہار کے مانع تھا۔

رومیوں کا قانون چونکہ حکومت ایک تھی لہٰذا تمام مہذب دنیا کے لئے قانون بھی ایک ہی تھا۔ مقامی اختلافات قابل غور نہ تھے۔ عقل و انصاف اور انسانیت کے اصول ہر جگہ یکساں تھے خواہ رومی شہری دریائے فرات پر رہتا تھا یا دریائے ٹھیمس پر۔ آئندہ نسلوں کے لئے سلطنت روما کا قانون ایک خاص ترکہ ہے۔ موجودہ یورپ کی اکثر سلطنتوں میں اُس کے قاعدے ابتک جاری ہیں اور ہماری امریکہ کی یونیورسٹیوں میں یہ بھی ایک مضمون ہے جسمیں طلبا پاس کرتے ہیں۔ اس سے پیشتر جو قانونی ضابطے تھے اُن میں وہ انسانیت کا اصول نہ تھا جو اس نے ظاہر کیا۔ سردار خاندان کے ظلم و جبر سے بیوی اور ماں اور بچے محفوظ رکھے گئے، حالانکہ اس سے پہلی صدیوں میں وہ اپنے افراد خاندان کے ساتھ غلاموں کی طرح برتاؤ کرنے کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔ رومیوں کے قانون نے یہ نظریہ پیش کیا کہ کسی بے گناہ کو سزا دینے سے یہ بہتر ہے کہ کوئی مجرم سزا سے بچ جائے۔ اس قانون نے جماعت انسان کو قوموں اور فرقوں کا مجمع نہیں خیال کیا جو اپنے اپنے خاص رواج اور قانونی رسوم رکھتے ہوں بلکہ سب کو ایک قوم سمجھا جو ایک عظیم الشان سلطنت میں آباد تھی اور ایک ہی قانون کے تابع تھی جو عقل و مساوات پر مبنی تھا۔

سڑکیں اور رفاہ عام کے کام سڑکیں شاندار بنائی گئی تھیں جن کے ذریعہ سے گورنمنٹ کی افواج اور پیغام رساں ہر حصہ سلطنت میں ناقابل یقین سرعت کے ساتھ پہنچ جاتے تھے۔ ان شاہراہوں کی بدولت تجارت کرنا آسان ہو گیا اور سیاحوں اور تجار کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ وہ سلطنت کے دور دراز حصوں میں جانے لگے۔ انہوں نے ہر مقام پر وہی سکّے دیکھے اور وہی ناپنے اور تولنے کے طریقے پائے نو آبادیاں سلطنتوں کی سرحدوں تک قائم ہو گئی تھیں اور عظیم الشان سرکاری عمارتوں تھیٹروں، پلوں، شاندار دیہاتی مکانوں اور حماموں کے کھنڈروں سے جو ایسے مقامات مثلاً ٹریوس، کالون، باتھ اور سالزبرگ میں پائے جاتے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ روما کی تہذیب اور اقتدار سلطنت کے تمام دور دراز حصوں میں بھی کسقدر اپنا اثر کئے ہوئے تھے۔

تمام سلطنت روما میں ایک قسم کی شائستگی

ہر قصبہ میں جسکی کچھ بھی اہمیت ہوتی تھی کم از کم تین استاد بغرض اشاعت تعلیم مقرر کئے جاتے تھے۔ وہ فصاحت اور تقریر کا فن سکھاتے تھے اور بڑے بڑے مصنفین کی کتابوں کو پڑھاتے تھے۔ رومیوں نے جن میں کوئی خاص علمی یا فنی قابلیت نہیں تھی، یونان کی تہذیب اختیار کر لی تھی۔ سرکاری استادوں کے ذریعہ سے اسی تہذیب کی اشاعت کیگئی۔ چنانچہ ہر تعلیم یافتہ شخص یہ یقین رکھتا تھا کہ وہ اس عظیم الشان سلطنت کے سرحدی اضلاع میں بھی دیگر تعلیم یافتہ اشخاص جو اسی جیسی دلچسپیاں اور خیالات رکھتے ہیں ضرور پائے گا۔ ہر جگہ کے آدمی یہ محسوس کرتے تھے کہ وہ نہ صرف اس مقام یا دوسرے مقام کے باشندے ہیں بلکہ یہ کہ وہ تمام دنیا کے شہری ہیں۔

سلطنت کی وفاداری اور اسکے قیام و دوام پر کامل یقین

شہنشاہ اول آگسٹس کے زمانہ سے وحشیوں کے حملوں تک چار صدیوں کے دوران میں رعایا کی اس کوشش کا کہ سلطنت کو تہ و بالا کر دیں یا اُس سے علیحدگی اختیار کریں کہیں پتہ نہیں ملتا۔ یہ عام طور پر یقین کیا جاتا تھا کہ رومیوں کی سلطنت تا ابد قائم رہے گی۔ برخلاف اس کے اگر کوئی بغاوت پسند قوم شہنشاہ کی حکومت کو زیر و زبر کرنے اور خود مختار ہونے میں کامیاب بھی ہو جاتی تو وہ صرف اپنے آپ کو مہذب دنیا سے خارج پاتی۔

وہ وجوہات جن کی بنا پر سلطنت کی طاقت جرمنوں کے خلاف اپنی حفاظت میں زائل ہو گئی

اس نہایت مشکل سوال کا قابل اطمینان جواب دینا آسان نہیں ہے کہ سلطنت روما جو کبھی نہایت طاقتور اور باعظمت تھی آخر کار اپنی سرحدوں کی حفاظت کرنے میں کیوں ناقابل ثابت ہوئی اور جرمنوں کے منتشر حملوں کی تاب نہ لاسکی جو سب کے سب کبھی اس کے خلاف متحد نہیں ہوئے تھے۔ سلطنت کے باشندے رفتہ رفتہ اپنی طاقت اور اعتماد علی النفس کو کھو چکے تھے اور روز بروز اُن کی مرفہ الحالی کم ہوتی جاتی تھی۔ اس امر کی توضیح کسی قدر حسب ذیل وجوہات سے کی جاسکتی ہے:-

(۱) خوفناک طریقہ ٹیکس جس سے مالدار لوگوں کی دشکنی ہوئی اور اکثر برباد ہوگئے۔

(۲) غلامی کا رواج جس سے محنت اور مزدوری بدنام ہوگئی اور آزاد کاریگروں کے اخلاق بُرے ہوگئے۔

(۳) آبادی کا مستقل تنزل۔

(۴) وحشیوں کا داخلہ جنہوں نے اپنے ہمجنس وحشیوں کے لئے سلطنت کے مغربی حصہ کی فتح کا دستہ تیار کردیا۔

بے انتہا ٹیکس | شہنشاہوں کے عیش و عشرت کے دربار کے لئے اور اُن کے کثیر التعداد افسروں اور ملازموں کے لئے اور روٹی اور سرکس بہم پہونچانے کے لئے جو شہروں کی آبادی کے لئے ناگزیر تھی بڑی دولت کی ضرورت تھی۔ نتیجتاً ہر قسم کے ٹیکس اور روپیہ کھینچنے کے طریقے جدت پسند افسروں نے ایجاد کئے تاکہ ضروری مالگزاری کی کمی پوری ہوسکے۔ اراضی کا ٹیکس جو ناقابل برداشت بار تھا اور شہنشاہ کی آمدنی کا خاص ذریعہ تھا اس وجہ سے اور بھی زیادہ ناگوار ہوگیا تھا کہ اُسکی وصولی کا طریقہ سخت ناملائم تھا۔ حکومت نے ہر شہر میں سب سے زیادہ مالدار شہریوں کا ایک گروہ بنادیا تھا جو اپنے ضلع کی تمام واجب الادا مالگزاری کا ہمیشہ کے لئے ذمہ دار ہوتا تھا۔ اُن کا یہ کام تھا کہ ٹیکس کو وصول کریں اور جس قدر کمی ہو اُس کو پورا کریں خواہ کسی سبب سے ہوئی ہو۔ اِس ذمہ داری اور خود ٹیکس کے بار گراں نے بکثرت زمینداروں کو برباد کردیا یہانتک کہ حکومت یہ فرمان جاری کرنے پر مجبور ہوئی کہ کوئی شخص ٹیکس سے بچنے کی غرض سے اپنی زمینداری کو چھوڑ کر فرار نہ ہو۔ صرف بہت ہی امیر آدمی اِس صرفہ کے جو اُن کے ذرائع آمدنی پر ڈالا گیا تھا متحمل ہوسکے متوسط طبقہ فقر و مایوسی کی حالت کو پہنچ گیا اور اِس طرح سلطنت نے اُس شہری مرفہ الحال طبقہ کو گم کردیا جو تجارت کے کاروبار میں پیش پیش ہوتا۔

غلامی | قدیم زمانہ میں ہر جگہ غلامی کے خوفناک رواج کی بدولت غریب اور مزدوری پیشہ طبقہ کی حالت نسبتاً سقیم ہوگئی۔ ادھر رومیوں نے دور دراز صوبوں کو فتح کرنا شروع کیا اُدھر

Marfat.com

غلاموں کی تعداد میں اضافہ ہونا شروع ہوا۔ وحشیوں کے حملوں سے چھ یا سات صدی قبل ہر قسم کی محنت ہر قصبہ اور ہر قریہ میں زیادہ تر غلاموں سے لی جاتی تھی۔ اُن کی تعداد لاکھوں اور کروڑوں تھی۔ صرف ایک مالدار زمیندار کے پاس سیکڑوں بلکہ ہزاروں غلام ہوتے تھے اور وہ آدمی غریب سمجھا جاتا تھا جس کے پاس کم از کم ایک یا دو غلام نہ ہوں۔

قریہ ٹیکس کے بارگراں کے باوجود سلطنت روما کے ذرائع آمدنی میں صرف آراضی معزز طریقہ آمد تھا۔ حکومت میں کسی معزز عہدہ کے حصول کے لئے یا بڑی سوسائٹی میں اقتدار حاصل کرنے کے لئے ضرور تھا کہ وسیع آراضیات اپنی ملک ہوں۔ لہذا حریص اور مالدار لوگوں کے ہاتھ میں رفتہ رفتہ آراضی آتی رہی اور چھوٹے چھوٹے زمیندار غائب ہو گئے۔ برطانیہ۔ گال اور اٹلی میں بڑی بڑی ریاستیں قائم ہو گئیں۔ غلاموں کی فوجیں آراضی کو کاشت کرتی تھیں اور اُس کا انتظام بھی اُنہی کے سپرد تھا۔ یہ غلام نہ صرف آراضی کاشت کرتے تھے بلکہ اپنے آقا اُس کے خاندان اور اپنی ضروریات کو بہم پہنچاتے تھے۔ ان غلاموں میں جو لوگ کاریگر ہوتے تھے وہ اوزار بناتے تھے، کپڑے بنتے تھے اور دیگر اشیاء جو تمام فرقہ یا خاندان کے لئے جیسا کہ یہ اُس وقت اُس نام سے موسوم تھا ضروری ہوتی تھیں بناتے تھے، غلام کھانا پکاتے تھے، مالک کی خدمت کرتے تھے، اُس کی چٹھیاں تحریر کرتے تھے اور اُس کو پڑھکر سناتے تھے۔ تمام قریہ کا انتظام ایک غلام افسر کے سپرد ہوتا تھا۔ ایک قریہ اتنا وسیع ہوتا تھا جتنا کہ ایک بڑا گاؤں۔ مگر اُس کے تمام باشندے جائداد کے مالک کے بالکل قبضہ میں ہوتے تھے۔ ایک باقاعدہ قریہ اپنی ضرورت کی جملہ اشیاء کو مہیا کر سکتا تھا اور اُس کو کسی باہر کے آدمی سے چیزیں خریدنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

غلامی کی وجہ سے مزدوری ذلیل سمجھی جانے لگی آزاد اشخاص بالکل قدرتی طور پر جسمانی محنت یہاں تک کہ تجارت کو بھی نظر حقارت سے دیکھنے لگے کیونکہ اُن کے خیال میں یہ پیشے حقیر غلام سے منسوب ہو چکے تھے۔ فیلسوف سینیکا اِس خیال کی کہ علمی فنون کسی فلاسفر نے ایجاد کئے ہیں غصہ کے ساتھ تردید کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ان کو کسی نہایت کمینہ غلام کی ساخت سمجھنا چاہیئے۔

Marfat.com

غلاموں کا مقابلہ آزادوں کیلئے مہلک ثابت ہوا

غلامی نے صرف جسمانی محنت کو ذلیل کر دینے پر بس نہیں کیا بلکہ تجارت بھی غلاموں کے ہاتھوں میں دیدی۔ ہر بڑا خاندان عیش و عشرت کے ضروری سامان کے لئے اپنے ہوشیار اور چابکدست غلاموں کی کاریگری کا دست نگر ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں مالکان غلام اکثر انہیں، اُن لوگوں کو کرایہ پر بھی دیدیتے تھے جنکو کاریگروں کی ضرورت ہوتی تھی یا انہیں مزدوری پر کام کرنے کی اجازت دیدیتے تھے اور اس طریقہ سے آزاد کو غلام کا مقابلہ کرنا پڑا جو اُس کے لئے مہلک ثابت ہوا۔

غلاموں کی بہتر حالت اور اُن کی آزادی

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ غلاموں کی حالت میں قابل یادگار ترقی اُن صدیوں کے دوران میں واقع ہوئی جو ٹھیک وحشیوں کے حملوں سے قبل گزری ہیں۔ اُن کے مالکوں نے خوفناک تہ خانوں کے قید خانوں کا استعمال ترک کر دیا جن میں ایک مرتبہ رات کو کاشتکاری پیشہ غلام ٹھونس دیئے گئے تھے۔ علاوہ ازیں قانون نے اُن کے آقاؤں کو نہایت خراب برتاؤ کے استعمال ہی سے محروم نہ کر دیا بلکہ سب سے ضروری اور اہم یہ کام کیا کہ آقا کو غلام کے قتل کے حق سے محروم کر دیا۔ جرمن حملوں سے قبل غلاموں کی تعداد میں کمی شروع ہو گئی تھی۔ سب سے پہلی وجہ یہ ہوئی کہ جب رومی افواج نئے ممالک کو فتح کرنے سے قاصر ہو گئیں تو غلاموں کی فراہمی کا سلسلہ منقطع ہو گیا دوسری وجہ یہ تھی کہ آقاؤں نے مختلف وجوہات کی بنا پر اپنے غلاموں کو بڑے پیمانہ پر آزاد کرنا شروع کر دیا۔

آزاد آدمی

آزاد شدہ غلام کو آزاد آدمی کہتے تھے اور وہ کسی طرح اُس درجہ کو نہیں پہنچتا تھا جو درجہ کہ ایک پیدائشی آزاد شخص کو حاصل تھا۔ یہ سچ ہے کہ اب وہ اسباب یا ایک شے کی مانند نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن اب بھی اُس کو سال میں چند دنوں تک اپنے قدیم آقا کی خدمت کرنی پڑتی تھی۔ اُس کا آقا اب اُس کا مربی ہو جاتا تھا۔ وہ اپنی کمائی میں سے کچھ جزو اپنے آقا کو ادا کرنے پر مجبور ہوتا تھا اور اپنے مربی کی مرضی کے خلاف شادی نہیں کر سکتا تھا۔

نوآبادی | تاہم جوں جوں غلاموں کی حالت بہتر ہوتی گئی اور اُن میں سے اکثر آزاد آدمی بن گئے غریب آزادوں کی حالت اور بھی سقیم ہو گئی۔ قصبوں میں اگر آزاد اپنی معاش پیدا کرتا تھا تو اسکو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ انھیں غلاموں کے ساتھ جنکو مزدوری کرنے کی اجازت تھی اور آزاد شدہ غلاموں کے ساتھ کام کرے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انہیں کے درجہ میں جاملا۔ دیہات میں آزاد کاشتکار محنتیوں کا ایک عجیب و غریب متوسط الحال طبقہ بنگیا جسکو نوآباد کہتے تھے اور جو نہ غلام ہوتے تھے اور نہ دراصل آزاد ہوتے تھے۔ وہ کسی خاص قطعۂ زمین سے وابستہ ہوتے تھے جنکو بعض بڑے بڑے زمیندار اُس میں کاشت کرنے کی اجازت دیدیتے تھے اور اگر یہ اراضی فروخت ہوتی تھی تو وہ بھی اُس کے ساتھ بک جاتے تھے۔ قرون وسطیٰ کے کاشتکاروں

ان نوآبادوں اور آئندہ کاشتکاروں میں مشابہت | کی مانند وہ بھی جب تک مالک کو اپنی پیداوار کا کچھ حصہ ادا کرتے رہتے تھے اور کچھ عرصہ تک جو اُس نواح کے رواج کے مطابق مقرر تھا مالک کا کام کرتے رہتے تھے، اپنے کھیتوں سے بیدخل نہیں کئے جاسکتے تھے۔ اس طریقہ نے کاشتکار کے لئے خود مختار ہونا یا اُس کے بیٹے کے لئے اپنے باپ سے بہتر ہونا بالکل ناممکن بنا دیا۔

نوآبادوں اور زیادہ خوش قسمت غلاموں کو ایک نیا طبقہ قائم کرنے کی تحریص ہوئی کیونکہ قانون یہ تھا کہ نوآبادوں کی طرح دیہاتی غلاموں کے بعض طبقے اُس اراضی سے بیدخل نہیں کئے جاسکتے تھے جسکی کاشت کرنے کے وہ عادی رہے ہیں البتہ اراضی فروخت ہونے کے وقت وہ بھی اُس کے ساتھ فروخت ہو جاتے تھے۔

علاوہ ازیں اکثر یہ بھی واقع ہوتا تھا کہ رومی زمیندار بعض کم نصیب مالکان اراضی کو جو اُس کے قرب و جوار میں آباد ہوتے تھے پرورش کرتا تھا۔ یہ لوگ ٹیکس سے بچنے اور اُس کی حفاظت میں آنے کے لئے (کیونکہ زمانہ بدامنی اور ابتری کا آتا جارہا تھا) اپنی اراضی کو اپنے طاقتور ہمسایہ کے سپرد کر دیتے تھے اور باہم یہ شرط ہوتی تھی کہ وہ اُن کی حفاظت کرے۔

Marfat.com

اور اُن کھیتوں کو جو اُس کے نام انہوں نے کر دئے تھے اپنی حین حیات کاشت کرتے رہیں۔ اُن کے مرنے کے بعد اُن کی اولاد نوآباد ہو جاتی تھی۔ یہ طریقہ جیسا کہ ہم آئندہ ظاہر کرینگے ایک حد تک زمانہٗ مستقبل کے فیوڈلزم کی شرح ہے۔

آبادی کی کمی

جب ملک فارغ البال ہوتا ہے تو اُس کی آبادی روزافزوں ہوتی ہے۔ سلطنت روما میں یہاں تک کہ آگسٹس کے وقت سے آبادی کی تعداد میں کمی نمایاں ہو چلی تھی جسنے سلطنت کے استحکام کو جذب کر لیا۔ جنگ، طاعون، غلامی کے خراب اثرات اور ظالمانہ ٹیکس اِن سب نے آبادی میں تنزل پیدا کر دیا کیونکہ جب معاش حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے تو آدمی شادی کرنے سے باز رہتے ہیں اور بڑے کنبہ کی پرورش کرنا دشوار سمجھتے ہیں۔

جرمنوں کا سلطنت میں آباد ہونا

آبادی بڑھانے کے لئے جرمنوں کی کثیر تعداد کی حوصلہ افزائی کیگئی کہ وہ سلطنت کے اندر آباد ہو جائیں اور وہ نوآباد بن گئے۔ کہا جاتا ہے کہ قسطنطین نے ایک ہی قوم کے تین لاکھ آدمیوں کو ایسی دعوت دی تھی۔ رومیوں کی افواج میں وحشیوں کی بھرتی ہونے لگی تاکہ وہ اپنے ابنائے جنس کو سلطنت کے اندر داخل ہونے سے روکتے رہیں۔ جولیس سیزر نے سب سے پہلے اُن کو اپنے سپاہیوں میں بھرتی کیا۔ یہ طریقہ روز بروز زیادہ عام ہو گیا یہاں تک کہ آخر کار تمام فوجیں جرمن نظر آنے لگیں۔ فرقے کے فرقے اپنے اپنے سرداروں کی ماتحتی میں بھرتی ہو گئے۔ اُن میں سے بعض جرمن معزز اور مفتخر جنرل بن گئے اور بعض حکومت کے افسروں میں ذمہ دار عہدوں پر مقرر ہو گئے۔ اِس طرح سلطنت روما کے باشندوں میں جرمنوں کی بڑی تعداد کھپ گئی تھی قبل اِس کے کہ اُن کے وحشی بھائیوں کے بڑے حملے شروع ہوئے۔ رومیوں اور وحشیوں کی حدِ فاصل روز بروز ناپید ہوتی جاتی تھی پس یہ نتیجہ اخذ کرنا مناسب نہیں ہے کہ وحشیوں کی بھرتی نے مغربی سلطنت روما کے زوال کا رستہ صاف کر دیا۔ اگرچہ وہ سلطنت روما کی بڑی عزت کرتے تھے لیکن اُن کو اپنی انفرادی آزادی کی محبت بھی تھی اور اُن کو اُس جابرانہ طریقہٗ حکومت سے کچھ ہمدردی

نہ تھی جس کے وہ زیر فرماں رہتے تھے۔

فنون وادب کا تنزل چونکہ سلطنت کی مرفہ الحالی اور طاقت روز بروز کم ہوتی جا رہی تھی اور سلطنت رفتہ رفتہ وحشی اقوام سے لبریز ہو گئی تھی لہذا اُس کے فنون و ادب کا معیار بھی جو آگسٹس کے عہد زریں میں نہایت گر گیا تھا۔ قسطنطین کے زمانہ کی بچی کاری کا کام ٹراجان کے عہد کے مقابلہ میں بہت ہی گھٹیا تھا۔ چوتھی اور پانچویں صدی کے ناظرین کو سسرو کے مکمل اور خوبصورت اسلوب بیان میں کچھ لطف نہ آتا تھا اور رنگین اور ادنیٰ درجہ کی تقریریں اُس کی قائم مقام سمجھی جانے لگیں۔ غالبًا ٹےسی ٹس جو سنہ ۱۲۰ء میں مرا لاطینی زبان کا سب سے آخری مصنف ہے جس کی کتابیں قدما کی کتابوں کے لگ بھگ ہیں۔ اُس کے بعد پھر بڑے بڑے علماء پیدا نہیں ہوئے۔ اُن اشخاص میں سے جو لاطینی علم ادب کو آج کل پڑھ سکتے اور اُس سے حظ اٹھا سکتے ہیں معدودے چند دوسری صدی کی ابتدائی نظم و نثر کے پڑھنے کا خیال کریں گے۔

صرف خلاصوں پر اعتماد وحشیوں کے حملوں سے تین صدی پیشتر جو اشخاص کچھ بھی لکھتے پڑھتے تھے عام طور پر قدما کی کتابوں کے مطالعہ کی زحمت گوارا نہیں کرتے تھے بلکہ صرف مجموعۂ انتخاب پر اعتماد کرتے تھے اور اسی کو وہ علم سمجھتے تھے جو خلاصوں اور چھوٹی چھوٹی کتابوں سے حاصل کیا جاتا تھا۔ قرونِ وسطیٰ نے بھی انہی باتوں کو ورثہ میں پایا اور چودہویں صدی تک یہی حال رہا جبکہ پیٹرارک کے زمانہ میں یورپ ایک مرتبہ پھر اُس تحقیق و تدقیق کے درجہ پر پہنچا جس نے زیادہ متجسس طلبا کو یونانی اور لاطینی زبان کے قدیم اعلیٰ المصنفین کی کتابیں پڑھنے اور سمجھنے کے قابل بنا دیا۔

مذہب عیسوی کے لئے تیاری عام تنزل کے باوجود جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں رومی دنیا نے ایک اہم معاملہ میں خاص ترقی کی۔ پہلی اور دوسری صدیوں کے درمیان ایک قسم کی اخلاقی حالت از سر نو پیدا ہو گئی اور روز افزوں مذہبی جوش ظاہر ہوا جس نے نئے مذہب عیسوی کی حیرت انگیز اور زود ترین رواج کے لئے رستہ صاف کر دیا۔ بعض بعض وحشیوں کے فلسفیوں نے پرانا خیال بالکل ترک کر دیا تھا جس کو ہم ہومر اور ورجل کی کتابوں میں پاتے ہیں۔ اُن کے نزدیک بہت

سے دیوتا تھے اور وہ صرف خدائے واحد کے اعلیٰ قیاس تک پہنچ گئے تھے اور اُن میں حق شناسی کا مادہ پیدا ہو گیا تھا۔ پہلی صدی کے خاتمہ پر ایک بی ٹش فلسفی لکھتا ہے کہ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم خدا کے احکام کی پیروی کریں اور اُس کے ہم خیال بنیں اور اُس کی عبادت کریں شہنشاہ مارکس آریلیس جو ۱۸۰ء میں مرا اپنی کتاب "خیالات عزلت" میں اسی قسم کے احساسات بیان کرتا ہے اور یہ وہ باتیں ہیں جو اُس نے خود اپنی ہدایت کے لئے لکھی تھیں۔ بڑے بڑے شہروں کی مشہور خرابیوں اور بدیوں سے روز بروز نفرت ہوتی جا رہی تھی اور پاک و صاف طرز زندگی کی روز افزوں ترقی ہو رہی تھی۔ وحشیوں کے مذاہب یہ تعلیم دیتے تھے کہ مُردوں کی ارواح ہیڈس میں رہتی ہیں لیکن آیندہ حشر و نشر کی نسبت بہترین خیال یہ تھا کہ وہ نہایت خوفناک ہے۔

عیسائیت کے وعدے | عیسائیت نے اُن سب لوگوں کے لئے جو گناہ سے توبہ کریں ایک امید افزا حالت پیدا کر دی۔ گناہ کا خوف متین اور ذی فہم اشخاص میں روز بروز زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں عیسائیت نے اُن سب اشخاص کے لیے جو مسلسل حق کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے بعد الممات ابدی خوشی کا وعدہ کیا۔ یہ مذہب ہر قسم کے اناث و ذکور کی خواہشات اور ضروریات کے لئے موزوں معلوم ہوا کیونکہ ہر شخص جو مذہب عیسوی قبول کرتا وہ دوسری دنیا میں ایسی مسرت حاصل کرنے کا امیدوار ہو سکتا تھا جو اس دنیا میں اُسے کبھی نصیب ہوئی ہو۔

عیسائیوں اور وحشیوں کے مذاہب ایک دوسرے سے خلط ملط ہوتے ہیں | نئے مذہب میں جیسا کہ یہ فلسطین میں شائع ہوا تھا اُن لوگوں نے بھی بہت کچھ اصلاحات کر دیں جنہوں نے اِس کو قبول کیا تھا۔ عیسائی فلسفیوں کی ایک جماعت نے جنکو ابتدائی مقدس باپ کہا جاتا ہے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ انجیل وحشیوں کے بہترین خیالات اور جذبات کا آئینہ ہے۔ نئے مذہب نے بعض رسومات مذہبی میں قدیم پرستش کے طریقے اختیار کر لئے۔ سیدھی سادی شروعات سے کلیسا نے پادریوں کی منظم جماعت کے قیام اور شاندار طرز پرستش کے اجراء کی طرف قدم بڑھایا۔ اِس طرح سے زمانہ کے ساتھ ساتھ مذہب عیسوی اور وحشیوں کے مذاہب کے اعلیٰ طریقے ایک دوسرے کے قریب تر

ہوتے گئے۔ ایک لحاظ سے یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ یہ دونوں طریقے دو فوجوں کی طرح ایک دوسرے کے مقابل مہلک جنگ میں صف آرا ہوئے لیکن باوجود اس کے وہ دو دریاؤں کی طرح جو ایک ہی مقام کی طرف بہ رہے ہوں آگے چلکر آپس میں شیر و شکر ہو گئے۔ اِن دونوں دریاؤں کے سنگم پر بوتھیس (جو تقریباً ۵۲۴ء میں مرا) استادہ ہے۔ یہ شخص رومی متاخرین مصنفین میں نہایت ذہین اور ہوشیار گزرا ہے۔ اُس کی خوبصورت کتاب فلسفہ سے اطمینان قلب اقرون وسطیٰ کے دوران میں نہایت ہردلعزیز کتابوں میں سے تھی جبکہ ہر شخص کو یہ یقین تھا کہ اس کا مصنف عیسائی ہے، لیکن اس کتاب میں کسی بات سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ مذہباً ایک وحشی ہونے کے سوا کچھ اور بھی تھا۔ اگرچہ بعض علماء اس میں بھی شک رکھتے ہیں کہ اُس نے کامل طور پر نئے مذہب کو کبھی اختیار کیا تھا۔

ابتدائی یا انجیلی کلیسا سینٹ پال کے خطوط سے پایا جاتا ہے کہ قدیم ترین عیسائی اقوام نے اپنی جماعت کو منظم بنانا ناگزیر خیال کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے چند افسران منتخب کئے، پادری مقرر کئے یعنی اُن کو نگرانِ حال بنایا اور کچھ سرگروہ منتخب کئے۔ لیکن سینٹ پال کی تحریر سے ٹھیک طور پر یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اِن افسران کے فرائض کیا کیا تھے۔ اِن کے علاوہ کچھ لوگ اور بھی تھے جن کا یہ کام تھا کہ وہ غربار کی خبرگیری کرتے رہیں۔ بالکل ابتدائی زمانہ کے عیسائیوں کا یہ خیال تھا کہ حضرتِ عیسیٰ ع بہت جلد مراجعت فرمائیں گے یعنی پیشتر اس کے کہ اُن کی موجودہ نسل ختم ہو گی۔ چونکہ سب کے دلوں میں انجیل کا شوق بھرا ہوا تھا اور بڑے اشتیاق کے ساتھ یوم الاخرئی کا انتظار تھا، انہوں نے کسی عظیم الشان انتظام کی ضرورت محسوس نہیں کی لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، عیسائیوں کی جماعتوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا اور بہت سے ایسے اشخاص اُن میں شامل ہوتے رہے جنہیں قطعی روحانیت نہ تھی۔ لہذا کلیسائی حکومت کا ایک منظم طریقہ ایجاد کرنا پڑا تاکہ گناہگاروں کا انتظام کیا جاسکے اور اُن لوگوں کو جو اپنے بُرے رویہ سے اپنے مذہب کو بدنام کرتے تھے مذہب سے قطعی خارج کیا جاسکے۔

Marfat.com

کیتھولک یا عام کلیسا ایک مختصر مشہور کتاب جس کا نام کلیسا کی یکجہتی ہے اور جو اسقف سائپرین کی تصنیف ہے جو ۲۵۸ء میں مرا اُس سے کلیسا کا من وعن حال ظاہر ہو جاتا ہے یعنی اِس امر کا پتہ چل جاتا ہے کہ کلیسا کی وہی حالت تھی جو قسطنطین کے جواز مذہب عیسوی سے چند قرن پیشتر تھی۔ یہ اور دیگر ذرائع ظاہر کرتی ہیں کہ پیروانِ حضرت عیسیٰؑ مذہب عیسوی کو کیتھولک یا عام مذہب یقین کرنے لگے تھے یعنی ایسا مذہب جس میں تمام باایمان اشخاص شامل تھے خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں رہتے ہوں اور یہ سمجھنے لگے تھے کہ جو اشخاص نجات کے متمنی ہوں اُن کو اِس عام کلیسا سے تعلق رکھنا ضروری ہے۔

قسطنطین سے قبل کلیسا کا باضابطہ نظام کلیسا کے افسران میں جو جماعتِ پادریان کہلاتے تھے اور عام لوگوں میں صریح امتیاز پیشتر ہی سے پیدا ہو گیا تھا۔ کلیسا کا انتظام اور اُس کے ممبران کی تعلیم جماعتِ پادریان کے سپرد تھی۔ ہر رومی شہر میں ایک اُسقف اور ہر گانوں میں ایک پادری رہتا تھا جس نے سرگروہ کی جگہ حاصل کر لی تھی جس کا ذکر انجیل میں ہے۔ اُسقف اور پادری کے ماتحت چھوٹے پادری تھے جن کو ڈیکن اور ماتحت ڈیکن کہتے تھے اور اِن کے ماتحت اَور بھی لوگ تھے جو پیشکار اور دربان وغیرہ وغیرہ تھے۔

لاٹ پادری اپنی حدود کے اندر پادریوں پر قابو رکھتا تھا۔ لہٰذا یہ امر خلاف فطرت نہ تھا کہ اُسقف رومی صوبوں کے دارالسلطنتوں میں کلیسا کے معاملات میں بااثر اور بااقتدار ہو گئے وہ لاٹ پادریوں کے نام سے موسوم ہو گئے اور وہ صوبہ کے پادریوں کو ایک کونسل میں اہم معاملات کا تصفیہ کرنے کے لئے طلب کر سکتے تھے۔

پہلی عام کونسل کا اجلاس ۳۲۵ء میں اور روما کے لاٹ پادری کی حیثیت اُس زمانہ میں ۳۱۱ء میں شہنشاہ گیلریس نے ایک فرمان جاری کیا جس سے مذہب عیسوی قانوناً رائج الوقت مذہب کے برابر ہو گیا۔ قسطنطین نے جو سب سے پہلا عیسائی شہنشاہ تھا اِس فرمان پر اچھی طرح عمل کرایا۔ اُس کے سامنے ۳۲۵ء میں عیسائی دنیا کی ایک عام کونسل بمقام نیسا طلب کی گئی۔

اس مشہور جماعت کے احکام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کیتھولک کلیسا نے پہلے ہی وہ صورت اختیار کر لی تھی جو اس نے موجودہ زمانہ تک قائم رکھی بجز اس کے کہ روما کے لاٹ پادری کو تمام کلیسا کا افسر اعلیٰ ہونے کا صریح امتیاز نہیں رہا۔ با ایں ہمہ بہت سی وجوہات تھیں جن پر بعد ازاں بحث کی جائے گی کہ روما کا لاٹ پادری کیوں مغربی عیسائی دنیا کا مسلمہ حاکم قرار دیا جائے سب سے پہلا روما کا لاٹ پادری جس نے مستند تاریخ میں واقعی نہایت اہم کام انجام دیا ہے لیو اعظم تھا اور جس نے اپنے عہدہ کو ۴۴۰ء میں قبول کیا تھا۔

کلیسا کا درجہ تھیوڈوسیا کے ضابطہ میں

قسطنطین کے جانشینوں نے قدیم مذاہب کی رسوم کو فوراً بند کر دیا اور ایسے ایسے قوانین نافذ کئے جن سے عیسائی پادریوں کو اہم مراعات حاصل ہو گئیں۔ ضابطہ تھیوڈوسیا کی آخری کتاب میں جو آئین سلطنت کا ایک بڑا مجموعہ ہے اور جو ۴۳۸ء میں درجہ تکمیل کو پہنچا تھا تمام شاہی فرامین جن کا تعلق عیسائی کلیسا اور پادریوں سے ہے مل سکتے ہیں۔ اس ضابطہ سے ہم کو اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ پادریوں کو اس بنا پر کہ اُن کے سپرد مقدس امور تھے اکثر بار عہدوں کے فرائض انجام دینے اور چند ٹیکسوں کے ادا کرنے سے جو عوام الناس کے ذمہ تھے مستثنیٰ کر دیا تھا۔ اُن کو وصیتیں قبول کرنے کا بھی حق حاصل تھا۔ خود شہنشاہوں نے کلیسا کے نام بڑے بڑے وقف کر دئے اُن کی مثال کو پیش نظر رکھکر بادشاہوں اور خاص خاص لوگوں نے تمام قرون وسطیٰ میں عمل کیا یہانتک کہ کلیسا اس قدر مالدار ہو گئی جس کا یقین کرنا مشکل ہے یعنی اُس کی آمدنی ہر سلطنت یورپ سے بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ پادریوں کو بعض مقدمات قانونی بھی طے کرنیکا اختیار دیا گیا تھا اور اُن کو یہ مراعات بھی حاصل تھیں کہ وہ کلیسا کی عدالتوں سے ان چھوٹے چھوٹے جرائم کے مقدمات کو جن میں وہ خود ماخوذ ہوں طے کرالیں۔ ضابطہ کی یہ آخری کتاب تثلیث کی تعریف سے شروع ہوتی ہے اور بہت زیادہ جگہ اس کتاب میں مختلف اقسام کے منکرین کے حالات اور اُن سزاؤں کے بیان میں صرف کی گئی ہے جو سلطنت کا مذہب

138348

Marfat.com

قبول نہ کرنے کی صورت میں عائد ہوتی تھیں۔

کلیسا سلطنت کے زوال کے بعد بھی قائم رہی

ضابطہ تھیوڈوسیا کے قواعد میں آیندہ قرونِ وسطیٰ کی کلیسا کی حالت بھی صاف طور پر نمایاں ہے۔ شاہی سلطنت کا خاتمہ مغرب میں وحشی فاتحین نے بہت جلد کر دیا تھا لیکن کیتھولک کلیسا نے فاتحین کو مفتوح کیا اور اپنے ذیل میں شامل کر لیا۔ جب افسرانِ سلطنت اپنے عہدوں سے دست کش ہو کر چلے گئے تو حملہ آور کا مقابلہ کرنے کے لئے پادری اپنی اپنی جگہ پر قائم رہے۔ وہ پرانی تہذیب اور امن و امان کے خیالات کو اپنی مثال سے پیش کرتے رہے۔ یہ کلیسا ہی کی وجہ ہے کہ لاطینی زبان اُن لوگوں میں زندہ رہی جو صرف بے اصول جرمن زبان جانتے تھے۔ یہ کلیسا ہی تھی جس نے کچھ نہ کچھ تعلیم کا رواج بدامنی اور ابتری کے نہایت تاریک زمانہ میں بھی قائم رکھا کیونکہ بغیر لاطینی حاصل کئے کلیسا کی مذہبی رسوم ادا نہیں کی جا سکتی تھیں اور اُس کے افسران آپس میں سلسلۂ خط و کتابت قائم نہیں رکھ سکتے تھے۔

مشرقی سلطنت

اگرچہ سلطنت روما، قانون، طرزِ حکومت اور شائستگی کے لحاظ سے اپنے مغربی حصوں کے جرمنوں کی کافی تعداد سے مغلوب ہونے کے وقت تک ایک ہی حالت میں رہی تاہم اس غلبہ سے پیشتر بھی مشرقی اور مغربی حصۂ سلطنت میں علیحدہ علیحدہ رہنے کی رغبت کا پتہ چلتا ہے۔ قسطنطین نے جس نے اپنے حریفانِ سلطنت پر بڑی کشاکش کے بعد برتری حاصل کی مشرق میں دوسرا دار الخلافت قائم کرنے کی بنا پر اپنی وسیع سلطنت کو مستحکم بنانے کی امید کی تھی تاکہ وہاں سے ان ممالک کا انتظام بخوبی ہو سکے جو روما سے دور دراز فاصلوں پر تھے۔ چنانچہ قسطنطنیہ ۳۳۰ء میں ایشیا اور یورپ کی حدود پر آباد کیا گیا۔ اس سے یہ ہرگز مطلب نہ تھا کہ سلطنت کے اتحاد کو صدمہ پہنچایا جائے۔ چنانچہ جب تھیوڈوسیس اعظم نے ۳۹۵ء میں یہ انتظام کیا کہ اُس کے دونوں بیٹے سربرآرائے سلطنت ہوں اور ایک مغرب میں حکومت کرے اور دوسرا مشرق میں تو اُس کا مقصد سلطنت کو منقسم کرنے کا نہ تھا۔ یہ سچ ہے کہ اس

واقعہ کے بعد سے دو شہنشاہ ہر ایک اپنی اپنی دارالسلطنتوں میں ہونے لگے لیکن اُن کی نسبت یہی خیال تھا کہ وہ متفقہ طور پر ایک ہی سلطنت کے حکمراں ہیں۔ نئے قوانین کو دونوں شہنشاہ قبول ومنظور کرتے تھے۔ اُس زمانہ کے مصنفین بھی دو سلطنتوں کا ذکر نہیں کرتے بلکہ ایک ہی سلطنت کا حوالہ دیتے ہیں گویا نظام سلطنت ایک ہی حکمراں کے قبضہ میں تھا۔ درحقیقت تمام مہذب دنیا کے لئے ایک حکومت کا خیال دماغوں سے نہیں نکلا تھا بلکہ قرونِ وسطیٰ کے تمام زمانہ میں بھی یہ خیال آدمیوں کے دلوں میں برابر جاگزیں رہا۔ اگرچہ وحشیوں نے شرقی حصہ سلطنت میں اوّل اوّل اپنا قدم جمایا تاہم قسطنطنیہ کے شہنشاہ اپنے قدیم مقبوضات سلطنت پر جرمنوں کی کامل فتوحاتِ مغرب کے بعد بھی صدیوں تک حکمرانی کرتے رہے۔ جب آخرکار سلطنت کا مشرقی دارالسلطنت فتح ہوا تو یہ جرمنوں کے قبضہ میں نہیں آیا بلکہ ترکوں کے قبضہ میں آیا اور ۱۴۵۳ء سے اب تک انہی کے قبضہ میں ہے۔

اِس کتاب میں مشرقی سلطنت کی تاریخ لکھنے کی گنجائش نہیں ہے اگرچہ مغربی یورپ کا حال بیان کرتے ہوئے اِس کو قطعی نظر انداز کردینا مشکل ہے۔ اِس سلطنت کی زبان اور تہذیب ہمیشہ یونانی رہی ہے اور اِس وجہ سے اور نیز مشرق کے اثر سے اِس کی شائستگی میں اور لاطینی مغرب کی شائستگی میں جسکو جرمنوں نے اختیار کیا بیّن فرق ہے۔ مشرق میں علم کبھی فنا نہیں ہوا جیسا کہ مغرب میں ہوگیا تھا اور نہ فنون بالکل ادنیٰ درجہ کو پہنچے۔

قرونِ وسطیٰ کے شروع میں قسطنطنیہ تمام یورپ میں نہایت آباد اور مالا مال شہر تھا

مغرب میں سلطنت روما کے زوال کے بعد بھی صدیوں تک مشرقی سلطنت کا دارالحکومت نہایت وسیع اور نہایت متمول ہونے کی بنا پر تمام یورپ میں ممتاز رہا۔ اُس کی دیواروں کے اندر وہ شائستگی اور تہذیب پائی جاتی تھی جو مغرب میں تقریباً غائب ہوگئی تھی۔ اُس کی خوبصورت عمارتیں، اُس کے باغیچے اور کھڑکی دار گلیاں ایک مغربی سیّاح کو حیرت میں ڈال دیتی تھیں۔ جب صلیبی لڑائیوں کے زمانہ میں مغربی اقوام کو قسطنطنیہ کی شائستگی اور علم سے واسطہ

پڑا تو اُن پر اِن کا نہایت گہرا اور مستقل اثر ہوا۔

باب سوم

جرمنوں کے حملے اور سلطنت روما کا زوال

قوم ہنس، قوم گاتھہ کو سلطنت میں داخل ہونے کے لئے مجبور کرتی ہے

جنگ ایڈریانوپل ۳۷۸ء

۳۷۵ء سے قبل جرمنوں نے جو کوششیں سلطنت کے اندر داخل ہونے کے لئے کیں وہ سیر و سیاحت کے شوق، اور اپنے مہذب ہمسایوں کے فوائد میں سے بعض کو حاصل کرنے کی امید یا اپنی روز افزوں آبادی کے لئے نئے ملک کی ضرورت پر مبنی تھیں۔ اور اہل روما اپنی فوجوں، اپنی مضبوط دیواروں اور اپنے محافظوں کی مدد سے اسوقت تک وحشیوں کو زبردستی کسی حصہ ملک کو دبا لینے سے باز رکھنے میں کامیاب رہے۔ لیکن یکایک ایک نئی طاقت نے ظہور کیا جسنے جرمنوں کو کمزور سلطنت پر ڈھکیل دیا۔ قوم ہنس جو وسطی ایشیا کے فرقہ منگولیا سے ہے قوم گاتھہ پر جو ایک جرمن فرقہ تھا اور دریائے ڈینیوب پر آباد تھا آ ٹوٹی اور اُس کے ایک حصہ کو دریا کے اُدھر جو سلطنت کی حدود کے اندر تھا پناہ لینے کے لئے مجبور کیا۔ یہاں اُن کی شاہی افسروں سے جلد مٹھ بھیڑ ہوئی اور ایڈریانوپل پر ۳۷۸ء میں ایک سخت معرکہ ہوا جس میں قوم گاتھہ نے شکست دیکر شہنشاہ ویلنس کو قتل کر ڈالا۔ اب جرمنوں نے نہ صرف حدود سلطنت ہی کو توڑ ڈالا تھا اور اُس کے اندر داخل ہو گئے تھے بلکہ انہوں نے یہ سبق بھی حاصل کر لیا تھا کہ وہ رومی افواج کو شکست دے سکتے تھے۔ لہذا جنگ ایڈریانوپل کو جرمنوں سے مغربی حصہ سلطنت کے فتح ہونے کی ابتدا کہنا چاہیئے۔ لیکن کچھ عرصے تک جنگ ایڈریانوپل کے بعد قوم مغربی گاتھہ کو یا جیسا کہ اُن کو اکثر وزی گاتھ کہا جاتا ہے ترغیب دلاکر شہنشاہ کے افسران کے پیش کردہ شرائط قبول و منظور

گرا دیئے اور اُن میں سے بعض رومیوں کی افواج میں سپاہیوں کی حیثیت سے بھرتی ہونے پر راضی ہو گئے۔

ایلیرک نے روما کو فتح کرلیا۔ سنہ ۴۱۰ع

جرمن سرداروں میں سے ایلیرک بہت جلد اُس برتاؤ سے جو اُس کے ساتھ کیا گیا ناراض ہو گیا۔ اُس نے ایک فوج فراہم کی جس میں قوم مغربی گاتھ کا زیادہ حصہ شامل تھا اور اٹلی کو روانہ ہو گیا۔ چنانچہ روما سنہ ۴۱۰ع میں اُس کے قبضہ میں آگیا اور اُس کے ہمراہیوں نے شہر کو خوب لوٹا۔ کہا جاتا ہے کہ ایلیرک پر اُس تہذیب کے نظارہ کا جو اُس کے اردگرد تھی نہایت گہرا اثر پڑا۔ اُس نے شہر کو غارت نہیں کیا اور نہ اُس کو کوئی سخت نقصان پہنچایا بلکہ اُس نے اپنے سپاہیوں کو یہ خاص حکم دیا کہ گرجاؤں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے اور نہ اُن کی جائداد کو لوٹا جائے۔

مغربی گاتھ، جنوبی گال اور اسپین میں آباد ہوتے ہیں

پیشتر اس کے کہ ایلیرک اپنی قوم کی مستقل آبادی کے لئے کوئی قابل اطمینان جگہ تلاش کرے مر گیا۔ اُس کے مرنے کے بعد مغربی گاتھ، گال میں پہنچے اور وہاں سے اسپین کا رخ کیا جہاں دوسرے وحشی فرقے پہلے سے آباد ہو گئے تھے یعنی ونیڈال اور سوئی وی۔ یہ لوگ رہائن کو پار کرکے ایلیرک کے روما کو فتح کرنے سے چار برس قبل گال میں داخل ہو گئے تھے۔ تین برس تک انہوں نے ملک کو برباد کیا اور بعد ازاں کوہ پیرینیز کے اُدھر چلے گئے۔ جب مغربی گاتھ اسپین میں پہنچے تو انہوں نے فوراً رومی حکومت سے صلح کرلی۔ پھر انہوں نے ونیڈال سے نبرد آزمائی شروع کی جس میں وہ کامیاب ثابت ہوئے اور شہنشاہ نے اُن کو اس صلہ میں ایک بڑا ضلع سنہ ۴۱۹ع میں جنوبی گال میں دیدیا جہاں کہ انہوں نے مغربی گاتھک سلطنت قائم کرلی۔ دس برس بعد ونیڈال افریقہ کو چلے گئے جہاں انہوں نے ایک سلطنت کی بنیاد ڈالدی اور مغربی بحیرۂ روم پر اپنا قبضہ کرلیا۔ اسپین میں اُن کی جگہ مغربی گاتھ آگئے جنہوں نے اپنے بادشاہ یورک (سنہ ۴۶۶ع سے سنہ ۴۸۴ع تک) کی ماتحتی میں جزیرہ نمائے اسپین کا بڑا حصہ فتح کرلیا اور اُن

کی سلطنت دریائے لائر سے آبنائے جبل الطارق تک وسیع ہو گئی۔

پانچویں صدی میں سلطنت کی طوائف الملوکی

بیچین وحشیوں کے کثیر التعداد فرقوں کی آمد وشد کی پیچیدہ تاریخ کا کھوج لگانا بالکل غیر ضروری ہے۔ وہ یورپ میں پانچویں صدی کے اندر اِدھر اُدھر خانہ بدوشوں کی طرح پھرتے رہے۔ مغربی یورپ کا کوئی حصّہ مشکل سے ان کی دست بُرد سے محفوظ رہا ہوگا۔ برطانیہ کو بھی جرمن فرقوں یعنی انگلس اور سیکسنس نے فتح کر لیا تھا۔

اٹیلا اور قوم ہنس

جرمن فرقوں کی آمد سے جو عام ابتری پیدا ہو گئی تھی قوم ہنس نے اُس میں اور اضافہ کر دیا۔ یہ منگولین قوم تھی اور اسی نے پہلے پہل مغربی گاتھ کو حدود سلطنت کے اندر ڈھکیل دیا تھا۔ اب اِس نے مغربی یورپ کو خوفزدہ کر دیا۔ اپنے سردار اٹیلا کے ماتحت جس کو کانپتے ہوئے رومی "قہر خدا" کہتے تھے جنگی اور خونخوار قوم ہنس نے گال پر حملہ کیا۔ لیکن رومی باشندے اور جرمن حملہ آوروں کے خلاف متفق ہو گئے اور چیلنس کی لڑائی (۴۵۱ء) میں اُن کو شکست دی۔ اس پسپائی کے بعد اٹیلا نے اٹلی کی طرف رُخ کیا۔ لیکن اس فوری خطرہ سے اس طرح نجات مل گئی کہ پوپ لیو اعظم نے ایک سفارت کی سرداری قبول کر کے اٹیلا کو ترغیب دی کہ وہ روما پر حملہ کی تجویز سے دست کش ہو جائے۔ وہ ایک سال کے اندر مر گیا اور اُس کے ساتھ ہی قوم ہنس کی طاقت بھی جاتی رہی جسنے پھر کبھی یورپ کو نہیں ستایا۔ لیکن اُس کے دھکی آمیز حملۂ اٹلی نے ایک مستقل نتیجہ پیدا کر دیا اور وہ شہر آباد ہو گیا جو نفیس اور طاقتور شہر وینس کے نام سے مشہور رہے کیونکہ یہ اُسی زمانہ میں ہوا کہ شمالی اور مشرقی اٹلی کے شہروں سے لوگ بھاگ گئے اور بحیرۂ ایڈریاٹک کے کنارے کے ریگستانی جزیروں میں آباد ہو گئے۔

مغرب میں سلطنت کا خاتمہ ۴۷۶ء

عام طور پر ۴۷۶ء کو مغربی سلطنت کے خاتمہ کا سال اور قرون وسطیٰ کی ابتدا کا سنہ کہا جاتا ہے۔ جو کچھ اس سال میں واقع ہوا وہ یہ ہے:۔

تھیوڈوسیس اعظم نے ۳۹۵ء میں یہ قانون بنا دیا تھا کہ اُس کے دونوں بیٹے انتظام

مملکت کو تقسیم کریں۔ مغربی شہنشاہ اکثر کمزور اور کاہل حکمراں ثابت ہوئے۔ وحشی اقوام اِدھر سے اُدھر چکر لگاتی رہیں جہاں اُن کا جی چاہا چلی گئیں۔ اور جرمن افواج جو سلطنت کی ملازمت میں تھیں برائے نام شہنشاہوں کو کبھی تخت سے معزول کرنے اور کبھی تخت نشین کرنے کی دل لگی میں مصروف رہیں ۱۷۶ء میں جرمن افواج نے جو کرایہ پر کام کرتی تھیں یہ خواہش ظاہر کی کہ اُن کو ملک اٹلی کا ایک ثلث حصہ دیدیا جائے۔ اُن کی اِس طلب کے انکار پر اوڈیسر نے جو اُن کا سردار تھا مغربی شہنشاہوں کے آخری تاجدار کو جس کا نام بدقسمتی سے رومولس آگسٹس مختصر تھا نیپلیس کے قریب ایک گاؤں میں جلاوطن کردیا۔ بعد ازاں اوڈیسر نے سلطنت کی علامات کو شرقی شہنشاہ کے پاس اِس درخواست سے بھیجا کہ اُس کو اٹلی پر شہنشاہ کے ماتحت کی حیثیت سے حکمرانی کرنے کی اجازت دیجائے اور اِس طرح مغربی شہنشاہوں کی نسل کا خاتمہ ہوگیا۔

تھیوڈرک، اوڈیسر پر غالب آتا ہے اور مشرقی گاتھ کی سلطنت اٹلی میں قائم کرتا ہے

تاہم اٹلی کی سرزمین پر مستقل جرمن سلطنت کا قائم کرنا اوڈیسر کی قسمت میں نہ تھا کیونکہ اُس پر تھیوڈرک نے جو مشرقی گاتھ کا بادشاہ تھا فتح حاصل کرلی۔ تھیوڈرک نے اپنے عنفوان شباب کے دس برس قسطنطنیہ میں بسر کئے تھے اور وہ اِس طرح سے رومیوں کی طرزِ معاشرت سے واقف ہوگیا تھا۔ جب وہ اپنی قوم میں واپس گیا تو وہ شرقی شہنشاہ کا کبھی ایک خوفناک دشمن اور کبھی تکلیف دہ دوست رہا۔ مشرقی گاتھ نے اُس کی سرداری کے زمانہ میں مشرقی سلطنت کے مختلف حصوں کو غارت اور برباد کیا اور ایک مرتبہ خود دارالسلطنت پر حملہ کی دھمکی دی۔ شہنشاہ نے بار بار اُس کو خوش کرنے کی کوشش کی۔ کبھی اُس کو مختلف اعزاز اور خطابات دئے اور کبھی اُس کی قوم کو جاگیریں اور روپیہ عطا کیا۔ حکومت کے لئے یہ نہایت اطمینان بخش بات ہوئی جب تھیوڈرک اپنی قوم کو لے کر اوڈیسر کے خلاف اٹلی کی طرف روانہ ہوا۔ تھیوڈرک نے شہنشاہ سے کہا۔ "اگر میں ناکام ہوا تو آپ ایک مضرت رساں اور مسرف دوست سے نجات پائیں گے اور اگر بعون اللّٰہ میں کامیاب ہوا تو میں آپ کی جانب سے حکومت کروں گا اور اِس سے آپ کی شان

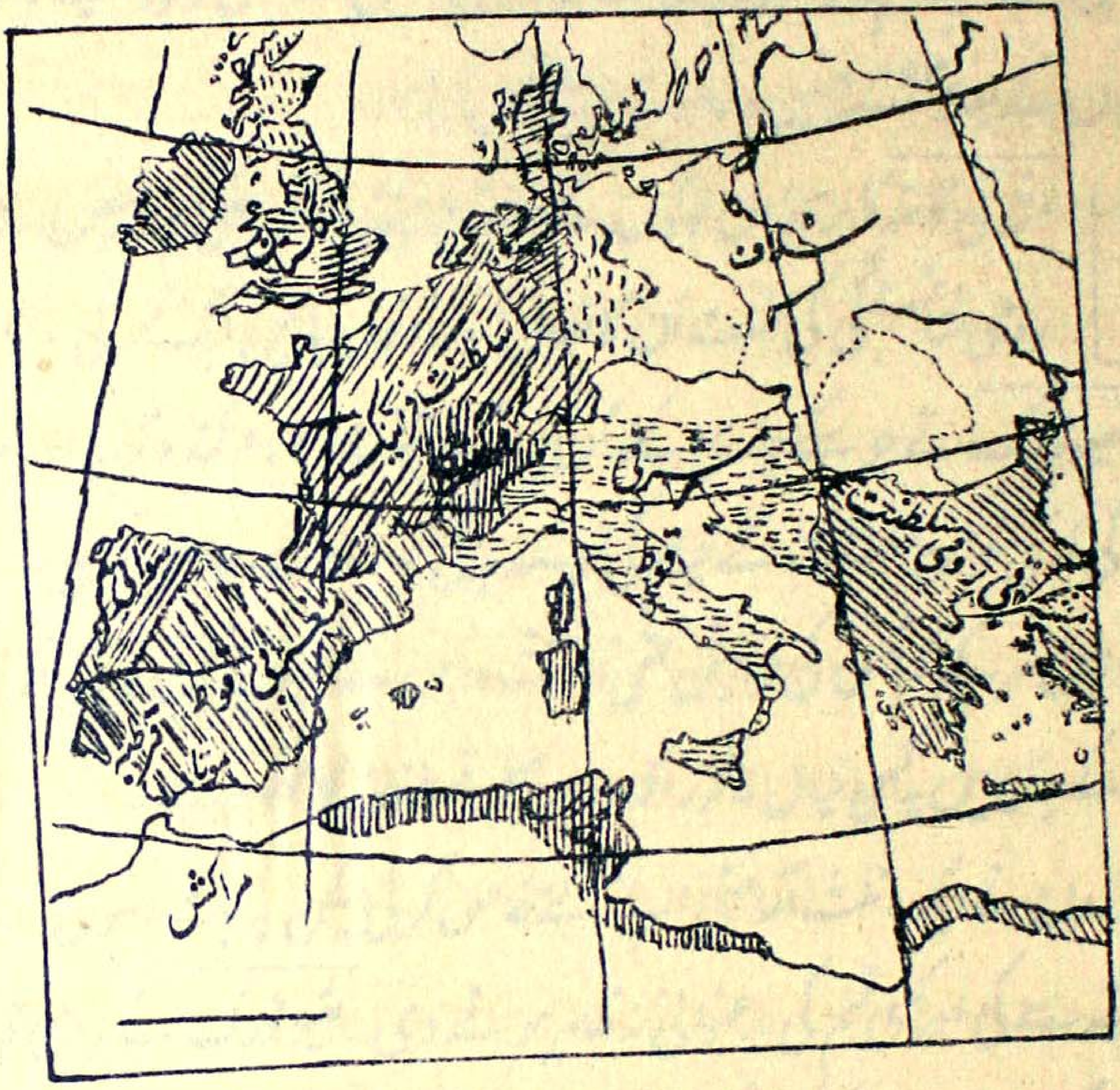
مراکش

جنہوں نے اُن کو ایرین الحاد کی باتیں بھی سکھادی تھیں جو اُس وقت قسطنطنیہ میں رائج تھیں۔ ایرین الحاد کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک شخص ایریس نامی جو اسکندریہ کا پادری تھا اور ۳۳۶ء میں فوت ہوا اس اصول کا بانی مبانی تھا۔ اُس کے اِس اصول کو نیسیا کی کونسل نے بھی قابل ملامت قرار دیا تھا۔ ایریس کے تبعین حضرت عیسیٰؑ کی عادت اور تثلیث کے تینوں افراد کی نسبت وہ خیالات نہیں رکھتے تھے جو روما میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ لہذا مشرقی گاتھ نہ صرف وحشی تھے (کیونکہ یہ بات تو قابل معافی تھی) بلکہ وہ کٹر باشندگان اٹلی کی نظر میں الحاد کے ناقابل عفو جرم کے مرتکب بھی تھے۔ اپنے زمانہ کے لحاظ سے تھیوڈرک خود غیر معمولی طور پر متعصب تھا تاہم اُس کا یہ یقین کہ مذہبی امور میں ہم جبراً کسی کو اپنا ہم خیال نہیں بنا سکتے کیونکہ کوئی شخص اپنی مرضی کے خلاف زبردستی کسی بات کا معتقد نہیں ہو سکتا، ظاہر کرتا ہے کہ سلطنت روما اور رومی کلیسا جو کٹر خیالات کا آئینہ تھی دونوں کے گذشتہ کارناموں میں اور اُن کے اعتقاد میں کسقدر بُعد تھا۔

تھیوڈرک کے زمانہ کی جرمن سلطنتیں

جب تھیوڈرک اٹلی میں اپنی سلطنت اِس روشن خیالی اور اعتدال کے ساتھ قائم کر رہا تھا وہ ملک جس کو اب فرانس کہتے ہیں، وحشی اقوام میں سے نہایت طاقتور فرینک کے قبضہ و اقتدار میں آتا جا رہا تھا۔ اور یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے موجودہ یورپ کی ساخت میں دوسری جرمن قوموں کی نسبت زیادہ حصہ لیا ہے۔ فرینک اور مشرقی گاتھ کی سلطنتوں کے علاوہ مغربی گاتھ اپنی سلطنت اسپین میں قائم کر چکے تھے اور برگنڈی دریائے رہون پر اور وینڈال افریقہ میں آباد ہو چکے تھے۔ اِن قوموں کے حکمران خاندانوں میں شاہی اتحادات قائم ہو گئے تھے اور یورپ کی تاریخ میں ان تمام قوموں کے ایک خاندان ہونے کا اول اول پتہ یہاں سے چلتا ہے، جو اپنی حدود میں علیحدہ علیحدہ بھی رہتی تھیں لیکن بطور خود مختار طاقتوں کے، ایک دوسرے سے تعلقات بھی رکھتی تھیں۔ چند سال تک جرمن اور رومی کسی بدامنی اور فساد کے بغیر، باہم ایک دوسرے کو اپنے میں مدغم

کرنے کے طریقہ میں بسرعت تمام مشغول و مصروف رہے۔

لاطینی علم ادب کا فقدان

لیکن یورپ کی قسمت میں یہ اچھی بات نہ تھی۔ یورپ اب اُس بے چینی اور بدامنی کے زینہ کے پہلے قدم پر تھا جس کے بعد وہ قریب قریب بالکل جہالت اور وحشیانہ پن کی حالت کو پہنچ گیا۔ علوم و ہنر اور ادب کو آنے والی صدیوں کے سیاسی میدان میں کوئی جگہ نہ دی گئی۔ بوتھئیس جسکو تھیوڈرک نے ۵۲۴ء یا ۵۲۶ء میں دغابازی کی مراسلت کی الزام پر جو اُس نے شہنشاہ سے کی تھی قتل کرادیا تھا آخری لاطینی مصنف تھا جو کیا بلحاظ قادر الکلامی اور کیا بلحاظ اسلوب بیان ہر طرح سے قدیم لاطینی مصنفین کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ وہ عالم بھی تھا اور شاعر بھی تھا اور آیندہ نسلوں نے اُس کی کتابوں کو جو اُس نے منطق اور موسیقی پر لکھیں نہایت احترام اور عزت کی نظر سے دیکھا۔

کیسیڈورس اور اُس کے خلاصے

تھیوڈرک کا ممتاز مشیر کیسیڈورس تھا جو ۵۷۵ء میں مرا۔ زیادہ تر اُس کے خطوط سے اُس زمانے کے حالات ہم پر منکشف ہوئے۔ اُس نے اپنے زمانۂ شیب میں علوم اور فنون پر کچھ درسی کتابیں لکھیں مثلاً قواعد زبان، حساب، منطق، علم ہندسہ، فصاحت بیان، موسیقی اور فلکیات۔ اُس کی کتابوں کا یہ مقصد تھا کہ نیم خواندہ پادریوں کو انجیل کے پڑھنے میں اور کلیسا کے اصول سمجھنے میں آسانی ہو۔ اُس کی کتابیں اِن سات ضروری مضامین پر نہایت ناکمل اور ہم لوگوں کے نزدیک نہایت پوچ اور لچر ہیں اُس نے ہر مضمون کو چند صفحات میں ختم کردیا ہے لیکن ہم کو اُس کی اِن کتابوں سے یہ بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ چھٹی صدی میں اٹلی میں علم کی کسقدر بیقدری ہوگئی تھی۔ تاہم قرون وسطیٰ کی دوران میں اُس کی کتابیں اِن بڑے علوم پر مستند سمجھی جاتی تھیں۔ پس قرونِ وسطیٰ کا یورپ اِن کتابوں اور اسی قسم کی دیگر کتابوں کی بدولت جن پر اُس کے علم کا دارومدار تھا اُس زمانہ کو پہنچ گیا جب لاطینی شائستگی کا خاتمہ ہو رہا تھا۔

Marfat.com

مغربی یورپ میں چھٹی، ساتویں آٹھویں صدی میں کوئی مصنف نہ پیدا ہوا

اب تاریکی کا دراز زمانہ شروع ہوتا ہے۔ تھیوڈرک کے زمانہ سے شارلمین تک تین سو برس گزر گئے۔ اس عرصہ میں کوئی مصنف ایسا نہ ہوا جو بدترین لاطینی میں بھی اپنے زمانہ کی حالات کی تاریخ لکھدیتا گویا ہر چیز نے تعلیم کے خلاف سازش کرلی تھی۔ بڑے تعلیمی مرکزوں کا ہیج، روما، اسکندریہ، ملان کو وحشیوں یا عربوں نے جزواً برباد کردیا تھا۔ جو کتب خانے دیوتاؤں کے مندروں میں تھے وہ جوشیلے عیسائیوں نے مندروں کے ساتھہ ساتھہ خاک سیاہ کردئے اور اُن کو قدیم مذہب کے ساتھہ قدیم کتب خانوں کے تباہ ہونے کا ذرا بھی رنج نہ ہوا۔ تھیوڈرک کی وفات کے بعد شرقی شہنشاہ نے وہ امداد بھی روکدی جو سرکاری اُستادوں کو سلطنت اب تک دیتی چلی آئی تھی۔ اور ایتھنز کا بڑا مدرسہ بھی بند کردیا۔ چھٹی صدی کا تنہا مورخ گرے گری، ٹورس کا پادری تھا جو ۵۹۴ء میں مرا اور جو نیم خواندہ تھا۔ اُس کی تمام کتاب ذہنی وعقلی خراب حالت کے اظہار میں ناقابل تردید ثبوت ہے۔ وہ کم ازکم اپنی جہالت کو خوب سمجھتا ہے اور غلط لاطینی زبان میں بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے "افسوس ہے ہمارے زمانہ پر کہ ہمارے درمیان سے تعلیم بالکل مفقود ہوگئی"!

ونیڈال اور شرقی گاتھہ کی سلطنتوں کو جسٹینین برباد کرتا ہے

تھیوڈرک کی وفات کے ایک سال بعد سب سے بڑے شرقی شہنشاہوں میں سے جسٹینین جو ۵۲۷ء سے ۵۶۵ء تک حکمراں رہا قسطنطنیہ میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔ اُس نے اٹلی اور افریقہ کے صوبہ جات کو جو شرقی گاتھہ اور ونیڈال کے قبضہ میں آگئے تھے دوبارہ سلطنت میں ملانے کی کوشش کی۔ اُس کے جنرل بلیساریس نامی نے ۵۳۴ء میں ونیڈال کی سلطنتِ شمالی افریقہ کو مغلوب و مفتوح کرلیا لیکن گاتھک حکومت کو اٹلی میں تہ وبالا کرنا کسی قدر مشکل ثابت ہوا تاہم باوجود دلیرانہ جنگ کے گاتھہ ۵۵۳ء میں اس قدر کامل طور پر شکست یاب ہوئے کہ وہ اپنا ساز وسامان اپنے ہمراہ لیکر اٹلی کو چھوڑنے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ بقیۃ السیف قوم گاتھہ پر کیا گذری، اس کا حال

ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ لیکن اٹلی میں وہ اس قدر کم تعداد میں رہ گئے تھے کہ اطالیوں کی کثیر التعداد جماعت پر اُن کا کوئی اثر نہ رہا۔ اور اطالیوں نے مذہبی جوش میں سرشار ہو کر جس کی وجہ سے انہیں بعد ازاں سخت نقصان پہنچا اپنے دروازے جسٹینین کی غنیم افواج کے لئے کھول دیے۔

قوم لمبرڈ اٹلی پر قابض ہوتی ہے

سلطنت گاتھ کا برباد ہونا اٹلی کے لئے بھی پیغام موت تھا۔ جسٹینین کی وفات کے بعد فوراً ملک پر قوم لمبرڈ نے حملہ کیا اور اُس کو تاخت و تاراج کیا۔ اور یہ لوگ عظیم جرمن اقوام میں سے آخری قوم تھے جنہوں نے قدیم سلطنت کی حدود کے اندر آباد ہونا چاہا۔ وہ ایک وحشی قوم تھے جن کا بڑا حصہ ابتک قدیم مذہب کا پابند تھا۔ اور جو لوگ ان میں ایرین عیسائی بھی تھے وہ بھی کلیسائے روما کے اتنے ہی مخالف تھے جتنے اُن کے غیر عیسائی برادران تھے۔ ان نئے آنے والوں نے اول اول اُس ملک کو جو دریائے پو کے شمال میں ہے اور جس کو اُن کے نام پر ابتک لمبرڈی کہتے ہیں آباد کیا اور بعد ازاں اپنی فتوحات کو جانب جنوب وسعت دی۔ مشرقی گاتھ کی طرح اعتدال اور دور اندیشانہ سیاست کے ساتھ آباد ہونے کی بجائے قوم لمبرڈ نے جزیرہ نمائے اٹلی میں قتل و غارت کو پسند کیا۔ سمندر کے کناروں کے جزیروں میں جن لوگوں سے ہو سکا بھاگ گئے۔ تاہم قوم لمبرڈ تمام اٹلی کو فتح نہ کر سکی۔ روما، ریوینا اور جنوبی اٹلی یونانی سلطنت کے ماتحت رہی۔ جوں جوں زمانہ گذرتا گیا لمبرڈوں نے اپنا وحشیانہ پن چھوڑ دیا۔ کٹر عیسائی ہو گئے اور بتدریج اُن لوگوں کی تہذیب اختیار کر لی جن کے درمیان وہ رہتے تھے۔ اُن کی سلطنت دو برس سے زائد عرصہ تک قائم رہی بعد ازاں شارلمین نے اُس پر غلبہ حاصل کر لیا۔

فرنیک۔ اُن کی اہمیت اور اُنکا طریقۂ فتوحات

جرمن اقوام میں سے جن کا حال ہم نے بیان کیا ہے کوئی فرقہ فرنیک کے سوا مستقل سلطنت قائم کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔ اُن کی سلطنتیں یا تو کسی دوسری جرمن قوم نے تباہ و برباد کر دیں یا مشرقی سلطنت نے اُن کو غارت کر دیا۔ یا جیسا کہ اسپین کی مشرقی گاتھک سلطنت کا حال ہوا مسلمانوں نے اُن کو مٹا دیا۔ فرنیک جن کا

اب ہم ذکر کریں گے صرف دوسری جرمن اقوام ہی کو فتح کرنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ اپنی حدود سلطنت کو قوم سلاف کے اضلاع تک وسعت دینے کے لئے خلق کئے گئے تھے پہلے پہل جو تاریخ میں قوم فرنیک کا حال معلوم ہوتا ہے تو صرف اس قدر کہ وہ دریائے رہائن پر کولون سے بحیرۂ شمالی تک آباد تھے۔ سلطنت کے اندر اُن کا طریقہ فتوحات اُس طریقہ سے بحد مختلف تھا جو گاتھ، لمبرڈ اور وینڈال نے اختیار کیا تھا۔ جرمنی سے اپنا تعلق قطع کرنے اور سلطنت روما کے بحر ذخار میں اپنا ایک جزیرہ بنانے کی بجائے انہوں نے رفتہ رفتہ اس ملک کو جو اُن کے ارد گرد تھا فتح کیا۔ خواہ وہ کتنے ہی دور دراز کے حصہ ملک کو فتح کر لیتے تاہم اپنا تعلق وحشی محفوظ افواج سے جن کو وہ پیچھے چھوڑ جاتے تھے برابر قائم رکھتے تھے۔ اس طرح سے اُن میں دلیرانہ جوش و خروش کبھی کم نہ ہوا جو اُن قوموں نے بالکل زائل کر دیا جو رومی تہذیب کے کمزور کر دینے والے اثرات سے پورے طور پر متاثر ہو گئی تھیں۔

پانچویں صدی کے شروع میں انہوں نے وہ ضلع اور اُس کے ارد گرد کا مشرقی حصۂ ملک جس کو آج کل بلجیم کہتے ہیں فتح کر لیا تھا۔ ۴۸۶ء میں تھیوڈرک کی سلطنتِ اطالیہ قائم ہونے سے سات برس قبل انہوں نے اپنے بڑے بادشاہ کلووس (یہی نام بعد ازاں لوئی ہو گیا) کی ماتحتی میں رومی جنرل کو جس نے اُن کا مقابلہ کیا شکست دی تھی۔ انہوں نے گال پر دریائے لائر تک اپنا قبضہ کر لیا تھا جو اُس وقت مشرقی گاتھ کی سلطنت کی شمالی حد تھی۔ بعد ازاں کلووس نے مشرق کی جانب اپنی سلطنت کو الیمنی کی فتح سے وسعت دی۔ یہ ایک جرمن فرقہ تھا جو بلیک فارسٹ (سیاہ جنگل) میں رہتا تھا۔

ایک لحاظ سے کلووس کی تمام لڑائیوں میں وہ لڑائی سب سے زیادہ اہم ہے جس میں اُس نے ۴۹۶ء میں فرقہ الیمنی کو شکست دی۔ اگرچہ وہ اب تک قدیم مذہب کا پابند تھا لیکن اُس کی ملکہ کٹر عیسائی ہو گئی تھی۔ لڑائی کے دوران میں جب اُس نے اپنی فوج کو مغلوب ہوتے ہوئے دیکھا تو اُس نے حضرت عیسیٰؑ سے مدد مانگی اور یہ وعدہ کیا کہ اگر فرنیک

اپنے دشمنوں پر غالب آئے تو وہ عیسائی ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ اپنے وعدہ پر قائم رہا اور اپنے تین ہزار بہادروں کے ساتھ اُس نے بپتسمہ لیا۔

کلوڈس کا عیسائی ہونا اور اُس کے اثرات

اُس کے عیسائی ہونے سے یورپ کے لئے نہایت اہم نتائج برآمد ہوئے تمام دیگر جرمن فرقے جو سلطنت کی حدود کے اندر رہتے عیسائی تھے لیکن وہ تمام ایرین غیر مقلد تھے اور اپنے ہمسایہ عیسائیوں کے نزدیک کفار سے کچھ کم نہ تھے۔ اس مذہبی اختلاف نے جرمنوں اور رومیوں کو باہمی ازدواج اور دوسرے طریقوں کے میل جول سے باز رکھا تھا لیکن کلوڈس کے عیسائی ہونے سے کم از کم وحشیوں کا ایک سردار ایسا ہو گیا جس سے روما کا لاٹ پادری اُسی طریقہ سے مراسلت کر سکتا تھا جس طرح کہ ایک وفادار عیسائی بادشاہ سے۔ کلوڈس اور اُس کے جانشینوں کے بارہ میں جو کچھ واقفیت ہم کو ہے وہ اکثر ٹوارس کے گریگری کی بدولت ہے۔ گریگری کی مشہور تاریخ فرینک میں اس بیرحم اور غیر محتاط بادشاہ کو مذہب کیتھولک کی اشاعت کے لئے خدا کا پسندیدہ آلہ ظاہر کیا گیا ہے۔ درحقیقت کلوڈس نے اپنے مفاد کو کلیسا کے فوائد سے فوراً وابستہ کرنا سیکھ لیا۔ اور پوپ اور فرینک بادشاہوں میں وہ اتحاد قائم ہوا جس کا بہت گہرا اثر مغربی یورپ کی تاریخ پر پڑا۔

فتوحات کلوڈس

کلوڈس کی نئی فتوحات کے جانب جنوب گال میں ایرین مغربی گاتھ کی سلطنت تھی اور جانب جنوب و مغرب ایک اور ملحد جرمن فرقے برگنڈین کی حکومت تھی۔ گریگری باشندۂ ٹوارس لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ اُس نے کہا "میں اس بات کو نہیں دیکھ سکتا کہ گال کے کسی حصہ پر یہ ایرین قابض رہیں۔ ہم کو خدا کی مدد کے بھروسہ پر اُن پر حملہ کرنا چاہئے اور جب ہم اُن کو فتح کر لیں تو اُن کی سلطنتوں کو اپنے قبضہ میں لانا چاہئے"۔ تو عیسائی بادشاہ اس قدر جوشیلا تھا کہ اُس نے بہت جلد اپنی سلطنت کو کوہ پیرینیز تک پہنچا دیا اور مغربی گاتھ کو مجبور کیا کہ وہ اپنی سلطنت کو اسپین تک محدود رکھیں۔ برگنڈین باجگزار قوم ہو گئی اور جلد فرینک کے زیر حکومت آ گئی۔ اس کے بعد کلوڈس نے متواتر قتل و غارت سے خود قوم فرینک کی مختلف

Marfat.com

ٹکڑیوں کو جو بیشتر آزاد تھیں اپنے تابع فرمان بنا لیا۔

تاریخ فرنیک کا طرز عمل

جب کلووس ۵۱۱ء میں بمقام پیرس مرگیا جس کو اُس نے اپنا دارالسلطنت بنا لیا تھا تو اُس کے چار بیٹوں نے اُس کے کل مقبوضات کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ کلووس کی وفات کے بعد سو برس سے زائد کے فرنیک سلطنت کے حالات اُن لڑائیوں سے پُر ہیں جو آپس میں ان بھائیوں اور ان کے جانشینوں میں ہوئیں اور جو نہایت خوفناک قتل و غارت سے مملو ہیں۔ لیکن قوم فرنیک اپنے حکمرانوں کے غیر محتاط افعال کے باوجود ترقی کرتی رہی۔ اُس کے دشمنوں میں اتنی طاقت نہ تھی جو اُس پر حملہ کر سکیں اگرچہ شاہی خاندان کے افراد میں ملک کے حصے بخرے ہمیشہ ہوتے رہتے تھے تاہم اُن میں ایک قسم کا اتحاد ضرور رہتا تھا۔

چھٹی صدی میں فرنیک سلطنت کی توسیع

فرنیک بادشاہوں کو آجکل کے فرانس، بلجیم، ہالینڈ اور مغربی جرمنی کے بڑے حصہ تک اپنی مملکت کی توسیع کرنے میں کامیابی ہوئی۔ ۵۵۵ء تک جب پورا فرنیک بادشاہوں کا باجگذار بنگیا تو اُن کی سلطنت خلیج بسکے سے سالزبرگ کے شرقی حصہ تک پھیل گئی اور کثیر التعداد اضلاع جنکو اہل روما مفتوح کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہوئے تھے روز افزوں مغربی تہذیب کے اندر داخل ہو گئے۔

فرنیک مقبوضات کی تقسیم نیسٹریا، آسٹریسیا اور برگنڈی میں

کلووس کی وفات کے پچاس برس بعد فرنیک مقبوضات کی باہمی تقسیم سے تین فرنیک سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ نیسٹریا مغربی سلطنت تھی جس کا مرکز پیرس یا سوئیساں تھا اور جس میں زیادہ تر پرانی رومی تہذیب کے دلدادہ آباد تھے اور جن کے درمیان اہل فرنیک بھی آباد ہو گئے تھے۔ مشرق کی جانب آسٹریسیا تھی جس کے خاص شہر میٹز اور ایکس لاشپیل تھے۔ آبادی کے لحاظ سے یہ بالکل جرمن تھی۔ اِن دو سلطنتوں سے بعد ازاں فرانس اور جرمنی پیدا ہوئے۔ تیسری سلطنت قدیم برگنڈین سلطنت تھی۔ میرو ونگیں بادشاہوں میں سے کیونکہ اولاد کلووس اسی نام سے موسوم ہے، آخری تاجدار

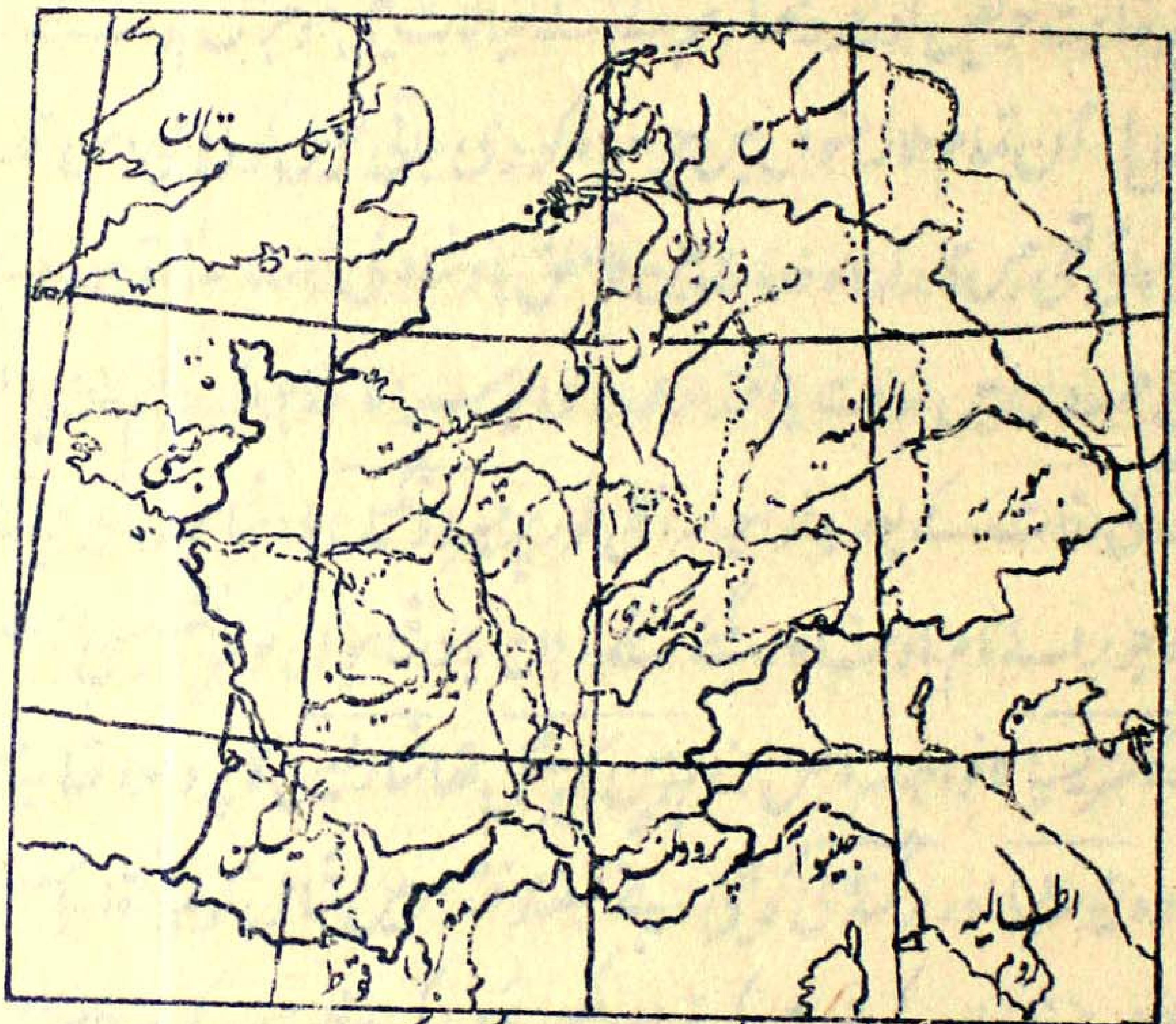

میرووبخئن حکومت کے عہد میں فرینکوں کی سلطنت

ڈیگوبرٹ تھا جو ۶۳۸ء میں مرا اور جس نے تمام فرینک مقبوضات کو ایک مرتبہ پھر متفق کر کے اپنے زیر حکومت کر لیا تھا۔

فرینک امرا

فرینک سلطنت کے متحد ہونے کے خلاف ایک اور خطرہ تھا یعنی با اقتدار امرا کے خیالات۔ اہل جرمن کی قدیم تاریخ میں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اُن میں کچھ خاندان ایسے تھے جن کو اپنے ہمراہیوں پر برتری حاصل تھی۔ مختلف فتوحات میں ہوشیار سردار کے لئے یہ موقع تھا کہ وہ اپنے آپ کو بادشاہ کی نظر میں ممتاز و مفتخر ثابت کرے۔ پس ظاہر ہے کہ جن لوگوں کی امداد پر بادشاہ اپنے دور دراز حصۂ ملک پر قابض رہنے کے لئے اعتماد رکھتا تھا اُن میں قدرتی طور پر نہایت حریص اور خود مختار ہونے کے خیالات بھی موجزن ہونے لگے۔

شاہی محل کے خواجہ سرا

اُن تمام ملازمتوں میں جو امرا کو دی جاتی تھیں کوئی بھی اس قدر معزز خیال نہیں کی جاتی تھی جس قدر کہ وہ خدمات جن کا تعلق بادشاہ کی ذات کے قریب رہنے سے ہوتا تھا۔ اِن عہدوں میں نہایت با اقتدار عہدہ خواجہ سرا کا تھا جو ایک قسم کا وزیر اعظم ہوتا تھا۔ ڈیگوبرٹ کی وفات کے بعد یہ خواجہ سرا علی طور پر میرووِنگیں بادشاہوں کی بجائے حکومت کرتے تھے جو برائے نام بادشاہ رہ گئے تھے۔ اِن بادشاہوں کو فرانسیسی "معطل بادشاہ" کہتے ہیں۔ آسٹریسیا کا خواجہ سرا جس کا نام پیپن ہیرسٹل تھا شارلمین کا پردادا تھا جسنے آسٹریسیا کے علاوہ نیوسٹریا اور برگنڈی کو بھی اپنے قبضۂ اقتدار میں شامل کر لیا تھا۔ اِس طریقہ سے اُس نے اپنے خاندان کی شہرت کی بنیاد رکھی۔ اُس کی وفات کے بعد جو ۷۱۴ء میں واقع ہوئی فرینک کی وسیع مملکت کی حفاظت اور استحکام کا کام اُس کے زیادہ شاندار بیٹے چارلس مارٹل (آلۂ ضرب) کے سپرد ہوا۔

وحشیوں کا جذب ہونا اور رومیوں کی آبادی

جب کوئی شخص جرمنوں کے گذشتہ حملوں کا حال پڑھتا ہے تو قدرتی طور پر یہ سوال کرتا ہے کہ یہ نئے آنے والے سلطنت کے قدیم باشندوں کے ساتھ کن کن شرائط پر رہتے تھے۔ انہوں نے اُن لوگوں کے رسم و رواج

Marfat.com

جن کے درمیان یہ آباد ہوئے کس حد تک اختیار کئے اور کہاں تک اپنی قدیم عادات کو برقرار رکھا۔ اِن سوالات کے جوابات نہایت تشفی بخش طریقہ پر نہیں دیئے جا سکتے۔ اس پریشانی و بدامنی کے زمانہ کا حال جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس قدر کم معلوم ہے کہ باہم دو قوموں کے مل کر ایک ہونے کا پتہ لگانا بھی ناممکن ہے۔

وحشیوں کی تعداد

البتہ بعض امور ایک حد تک صاف اور واضح ہیں۔ اول ہم کو حملہ آوروں کی مختلف جماعتوں کی تعداد بیان کرنے میں مبالغہ سے کام نہ لینا چاہیئے۔ اس زمانہ کے مصنفین مغربی گاتھ کی تعداد جب وہ سلطنت کے اندر جنگ ایڈریانوپل سے قبل داخل ہوئے چار یا پانچ لاکھ بتاتے ہیں جس میں مرد، عورت اور بچے سب شامل ہیں۔ یہ اُن فرقوں میں جن کا حال ہمیں معلوم ہے سب سے بڑی جماعت ہے اور اس کی تعداد میں ضرور بہت کمی ہو گئی ہو گی جبکہ مغربی گاتھ بہت سی لڑائیوں اور اِدھر اُدھر گشت لگانے کے بعد آخر کار اسپین اور جنوبی گال میں آباد ہوئے۔ قوم برگنڈی کے صرف جنگجو لوگوں کی تعداد جب وہ اوّل اوّل دریائے رہائن کے کناروں پر نمودار ہوئی اسّی ہزار بیان کی جاتی ہے اور کلووس اور اُس کی فوج کو جب بپتسمہ دیا گیا تو مورخ کے اندازہ میں تین ہزار آدمیوں سے کچھ زائد تھے جو اُس موقع پر عیسائی ہوئے۔ اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرینک بادشاہ کے پاس اُس وقت اِس سے زیادہ فوج نہ تھی۔

بلاشبہ یہ تعداد نہایت کم اور ناقابل اطمینان ہے۔ لیکن جرمنوں نے جس سرعت سے رومیوں کی زبان اور رسوم کو اختیار کیا ہے اُس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حملہ آور آبادی کی نہایت قلیل جماعت تھے۔ چونکہ لاکھوں جرمن پہلی پانچ صدیوں میں رومی آبادی میں ملکر جذب ہو گئے تھے اس لئے پانچویں صدی کے بڑے حملے مشکل سے آبادی کے طرزِ عمل میں کوئی فوری تبدیلی پیدا کر سکے۔

تحریری اور تقریری لاطینی زبان کا موازنہ

وحشیوں نے جلد وہی مروجہ لاطینی زبان قدیم سلطنت کے اندر بولنی

شروع کردی جس کو اُن کے ہمسایہ رومی ہر جگہ بولتے تھے۔ یہ اُس پیچیدہ اور دشوار زبان سے بہت زیادہ سادہ تھی جو کتابوں میں استعمال ہوتی ہے اور جس کا حاصل کرنا آجکل مشکل ہے۔ عوام الناس کی زبان رفتہ رفتہ تبدیل ہوتی جاری تھی اور جنوبی یورپ کے مختلف ممالک میں تحریری لاطینی آخر کار بدلتے بدلتے فرانسیسی، اسپینش، اطالین اور پرتگیزی زبان بنگئی۔ لیکن یہ تبدیلی وحشیوں نے پیدا نہیں کی کیونکہ اُن کی آمد سے قبل یہ تبدیلی شروع ہوگئی تھی اور اُن کے بغیر بھی جاری رہتی۔ انہوں نے اِس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ نئی زبانوں میں چند آسان اور آرام وہ الفاظ کا اضافہ کردیا۔

جرمن، رومیوں سے کسی قسم کی نفرت رکھتے ہوئے معلوم نہیں ہوتے اور نہ رومیوں کو کچھ اُن سے نفرت پائی جاتی ہے۔ سوائے اِس کے کہ جس زمانہ تک جرمن، ایرین عیسائی رہے کچھ تنفر رہا۔ لیکن جب مذہبی رکاوٹ نہ رہی تو دونوں قومیں آزادی سے باہم مناکحت کرنے لگیں۔ رومیوں کو ذمہ دار عہدہ ہائے جلیلہ پر خواہ انتظامی ہوں یا فوجی مقرر کرنے میں فرنیک بادشاہوں کو کچھ باک نہ ہوتا تھا۔ جس طرح وحشیوں کو ملازمت دینے میں پیشتر بھی رومی کچھ خوف نکرتے تھے صرف ایک بات اِن دونوں قوموں میں مابہ الامتیاز رہی وہ یہ کہ ہر ایک قوم اپنے خاص قوانین کی پابندی کرتی تھی۔

رومیوں اور جرمنوں کا قانون

غالباً مغربی گاتھ نے یورک کے عہد میں سب سے پہلے اپنے قدیم قوانین کو لاطینی زبان میں تحریر کیا تھا۔ فرنیک برگنڈیوں اور بعدازاں لمبرڈ اور دیگر اقوام نے اُن کی اِس مثال کی پیروی کی۔ اِن ضابطوں میں وحشیوں کے تمام قوانین آگئے ہیں۔ اور یہ جرمن اقوام کے اُن عادات وخیالات کے متعلق جو حملوں کے وقت اُن کے دلوں میں جاگزیں تھے ہماری واقفیت کا نہایت اہم ذریعہ ہیں۔ فتوحات کے بعد چند صدیوں تک مختلف جرمن فرقوں کے افراد میں اُسی خاص فرقے کے قوانین سے جن سے وہ تعلق رکھتے تھے معدلت گستری کی جاتی تھی۔ برعکس اِس کے سلطنت کے زیادہ قدیم باشندے

Marfat.com

اپنے مقدمات کو رومی قانون کے مطابق طے کراتے تھے۔ یہ حالت جنوبی یورپ میں جہاں جرمنوں کی تعداد بہت کم تھی قرونِ وسطیٰ میں جاری رہی، باقی ہر جگہ تیرہویں یا چودہویں صدی تک جرمنوں کے ابتدائی خیالات جو قانون کی نسبت وہ رکھتے تھے غالب آئے۔ اِن خیالات کی ایک عمدہ نظیر زمانہ وسطیٰ کا وہ عجیب امتحانِ آتش وغیرہ تھا جس سے کسی مشتبہ شخص کے مجرم یا بے گناہ ہونے کا فتویٰ دیا جاتا تھا۔

قرونِ وسطیٰ کے مقدمات

رومی یا موجودہ زمانے کے مطابق، جرمنوں کے قوانین میں کسی مشتبہ شخص کی سماعتِ مقدمہ کے لئے کوئی ضابطہ نہ تھا۔ ثبوت کی فراہمی اور اُس کے توازن پر فیصلہ کی بنیاد رکھنے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی جاتی تھی۔ اِس قسم کا ضابطہ سیدھے سادے جرمنوں کے لئے نہایت مشکل کام تھا۔ باقاعدہ سماعت کے بجائے فریقین مقدمہ میں سے ایک فریق کو یہ ثابت کرنا پڑتا تھا کہ اُس کے دعاوی حسب ذیل طریقوں کے لحاظ سے صحیح ہیں:۔

(۱) اُس کو یہ حلف کہنا پڑتا تھا کہ اُس کا بیان سچ ہے اور وہ اپنی قسم کے دیگر اشخاص جس قدر عدالت ضروری سمجھے حاضر عدالت کر سکتا ہے جو حلف سے یہ کہنے کے لیے تیار ہونگے کہ جو کچھ میرا بیان ہے وہ سب سچ ہے۔ یہ کمپرگشن (کسی شخص کی بے گناہی بحلف بیان کرنا) کہلاتا تھا۔ یہ یقین کیا جاتا تھا کہ جھوٹی قسم کھانے والے اشخاص پر خدا کا غضب نازل ہوگا۔

(۲) علاوہ ازیں فریقین مقدمہ یا اُن کے قائم مقام ایک دوسرے سے نبرد آزمائی کرتے تھے، اِس قیاس پر کہ خدا تعالیٰ حق کو فتح دیگا۔ یہ طریقہ جنگی شرط کہلاتا تھا۔

(۳) آخری طریقہ یہ تھا کہ فریقین میں سے ایک فریق اپنے آپ کو مختلف مشکلوں میں سے ایک مشکل میں آزمائشِ آتش وغیرہ کے مخاطرہ میں ڈالتا تھا۔ وہ یا تو اپنے ہاتھ کو کھولتے پانی میں ڈال دیتا تھا یا کسی دہکتے ہوئے سرخ لوہے کے ٹکڑے کو کچھ فاصلہ تک ہاتھ میں لیجاتا تھا۔ اور اگر تین دن کے بعد اُن کے خراب اثرات سے وہ متاثر نہ ہوتا تھا تو اُس کی موافق

Marfat.com

مقدمہ طے کیا جاتا تھا۔ کبھی اُس کو سرخ بہائی پر چلنے کا حکم دیا جاتا تھا اور اگر وہ چلنے سے انکار کرتا تھا تو یہ یقین کیا جاتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے حق کو قائم رکھنے کے لئے معجزہ سے مداخلت کی۔ یہ طریقہ سماعت مقدمہ اُس وحشیانہ تہذیب کی صرف ایک مثال ہے جس نے رومیوں کے شائستہ اور عمدہ نظام مملکت کی جگہ لی۔

قرونِ وسطیٰ کا کام رومی سلطنت کی مختلف حالتوں اور اُس طریقہ کے حال سے جس سے وحشیوں نے اُس کے مغربی حصہ کو آباد کیا، قرونِ وسطیٰ کا نہایت اہم مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ جرمن اپنی عادات اور ہمت و جراُت کے لحاظ سے بہت مختلف تھے۔ گاتھ، لمبرڈ سے اور فرینک وینڈال سے متبائن تھے۔ لیکن اُن سب میں یہ مشترک علامت موجود تھی کہ وہ فنون و ادب اور علم سے جن کو یونانیوں نے ترقی دی تھی اور رومیوں نے اختیار کیا تھا بے بہرہ تھے حملہ آور جاہل، سادہ مزاج اور جفاکش تھے جن میں لڑائی اور جسمانی آسائش کے سوا اور کسی چیز کا مذاق نہ تھا۔ اُن کی آمد سے یہ بے ترتیبی پھیلی کہ سلطنت روما کی تنزل پذیر تہذیب تقریباً معدوم ہوگئی کتب خانے، عمارتیں اور صنعتی کام برباد کر دیئے گئے۔ کوئی شخص ایسا نہ ہوا جو اُن کو دوبارہ اُن کی اصلی حالت پر لاتا۔ پس مغربی دنیا قریب قریب اُس درجہ کو پہنچ گئی جس درجہ پر وہ اُس وقت تھی جب رومیوں نے اُسے فتح کیا اور مہذب بنایا۔

تاہم یہ نقصان عارضی تھا۔ وحشیوں نے جو کچھ انہوں نے پایا اُس کو بالکل تباہ و برباد نہیں کیا بلکہ اپنی نئی سوسائٹی کی بتدریج ترکیب و ساخت میں سلطنتِ روما کے باقیات الصالحات کو کام میں لائے۔ اُن کو رومی زراعتی طریقوں سے بہت امداد ملی۔ جب وہ اِس حالت پر پہنچے کہ انہیں اِن طریقوں کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے رومی سڑکوں اور عمارتوں کے نقشوں کو اپنا رہبر بنایا۔ المختصر ہنرمندی اور ایجاد کا بڑا ورثہ جو رفتہ رفتہ مصر، فینس اور یونان میں جمع ہو گیا تھا اور جو اس شائستگی کا جزو اعظم تھا جس کی رومیوں نے اشاعت کی تھی بالکل غائب نہیں ہوا۔

جو نقصان وحشیوں کی آمد سے ہوا اُس کی تلافی قرونِ وسطیٰ میں ہوئی

نئی قوم کو تعلیم حاصل کرنے میں تقریباً ایک ہزار برس گذر گئے لیکن آخر کار یورپ نے، جس میں وہ اضلاع بھی شامل تھے جو سلطنت روما کے کبھی جزو نہیں بنے تھے، ایک مرتبہ پھر عہد عتیق سے مصافحہ کیا۔ جب چودھویں اور پندرھویں صدی میں اوّل اٹلی نے اور بعد ازاں باقی ماندہ یورپ نے آنکھ کھولی اور قدیم ادب کی اصلیت اور خوبیوں پر نظر ڈالی اور پُرانے فنون کا اکتساب شروع کیا تو گویا وحشیوں کو تعلیم دینے کا کام ختم ہوگیا۔ تاہم قرونِ وسطیٰ کسی لحاظ سے بھی غیر پیدا آور زمانہ نہیں کہا جا سکتا۔ اس عہد نے مغرب کے ورثہ میں کچھ نہ کچھ اضافہ کیا۔ دو بڑے عناصر کے اتحاد سے یعنی قدیم تہذیب جو سولھویں صدی کے شروع میں ازسر نو درجہ تکمیل کو پہنچی اور جرمنوں کے جوش اور سیاسی و معاشرتی منتہائے خیال سے ایک نئی چیز یا بالفاظ دیگر ہماری موجودہ تہذیب پیدا ہوئی۔

باب چہارم

پوپ کی طاقت کا عروج

کلیسا کی عظمت

جب فرنیک اپنی اُس طاقت کو تدریج ترقی دے رہے تھے جس کو شارلمین نے نہایت وسیع سلطنت کی بنیاد رکھنے میں صرف کیا جو یورپ میں سلطنت روما کے بعد قائم ہوئی، ایک اور حکومت جس کی طاقت اس سے کہیں زیادہ تھی، جس کا نظام اس سے کہیں زیادہ مکمل تھا اور جس کا استحکام فرنیک سلطنت کے استحکام سے بہت زیادہ برتر تھا یعنی عیسائی کلیسا اپنے دائرۂ حکومت کو رفتہ رفتہ وسعت دے رہی تھی اور اپنے آیندہ اقتدار کی بنیادیں قائم کر رہی تھی۔

ہم پیشتر ذکر کر چکے ہیں کہ عیسائی فرقوں نے جن کو حواریوں اور اُن کے رفیق مشنریوں نے قائم کیا تھا کس طرح تعجب انگیز طریقہ پر ترقی کی تھی یہانتک کہ تیسری صدی کے اواسط تک سائپرین جیسے مصنفین مذہب عیسوی کو کیتھولک یا سب کو اپنے میں شامل کرنے والا مذہب سمجھنے لگے۔ یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ قسطنطین نے سب سے پہلے کس طرح عیسائی مذہب کو جائز قرار دیا، کس طرح اُس کے جانشینوں نے نئے مذہب کی اشاعت میں امداد کی، کس خوبی سے تھیوڈوسیا کے ضابطہ نے کلیسا اور مذہب عیسوی کے مقتداؤں کی حفاظت کی اور کس سختی سے اُن لوگوں کے ساتھہ برتاؤ کیا گیا جو سلطنت کے منظور شدہ مذہب عیسوی کے خلاف، عیسائیت کی نسبت دیگر خیالات رکھنے کی جرأت کرتے تھے۔

اب ہم کو گذشتہ رومی سلطنت کے اس عظیم الشان اور مستقل کارنامہ کی حالت

Marfat.com

معلوم کرنے کے لئے جو سلطنت روما کے تمام کارناموں میں اعلیٰ اور فائق ہے قرونِ وسطیٰ کا حال پڑھنا چاہیئے۔ اوّل ہم کو ایک لمحہ کے لئے اُس کی طاقت کے ذرائع پر غور کرنے کے لئے ذرا ٹھہرنا چاہیئے اور بعد ازاں یہ دیکھنا چاہیئے کہ کس طرح عیسائی ممالک کا مغربی یا لاطینی حصہ مشرقی یا یونانی مملکت سے علیحدہ ہو گیا اور اُس نے رومی لاٹ پادریوں کی ماتحتی میں جو دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے زیادہ طویل خاندان حکمرانوں کا ہوا ہے کس طرح علیحدہ اپنی حکومت قائم کر لی۔ ہم دیکھیں گے کہ عیسائیوں کے ایک خاص فرقہ فقرا نے کس طرح ترقی کی، وہ پادریوں کے کس طرح دست و بازو بنے رہے، کس طرح وحشیوں سے پادریوں اور فقرا نے ملاقات کی، اُن کو مطیع کیا اور مہذب بنایا اور پھر صدیوں تک اُن پر حکومت کی۔

کلیسا کی طاقت کے ذرائع

ہم کو یقین ہے کہ ازمنۂ متوسط میں کلیسا کی طاقت اس وجہ سے عظیم الشان ہو گئی کہ اُس نے اپنے آپ کو اُس وقت کی ضروریات اور خیالات کے مناسب حال بنا لیا۔ کیونکہ کوئی حکومت اُس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ اپنے محکومین کی ضروریات کو بہم نہ پہنچائے۔

قدیم مذہب اور عیسائی خیالات کا موازنہ

کلیسا کی طاقت کا بڑا سرچشمہ موت اور قیامت کا عام خوف تھا جو عیسائی مذہب اپنے ہمراہ لایا تھا۔ قدیم زمانہ کے یونانی اور رومی اگر کبھی انہوں نے آئندہ زندگی پر غور بھی کیا تو اُس کو دنیا کی زندگی کے مقابلہ میں نہایت غیر دلچسپ سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ جو شخص کسی بڑے جرم کا مرتکب ہو گا وہ موت کے بعد اُن سزاؤں کو بھگتے گا جو دوزخ کی سزاؤں کے مشابہ تھیں اور جن پر عیسائیوں کا اعتقاد تھا لیکن بنی نوعِ انسان کی بڑی جماعت اُن کے نزدیک دوسری دنیا میں خیالی زندگی بسر کرے گی جو نہ تکلیف دہ ہو گی اور نہ آرام دہ۔ ایک نہایت مذہبی بُت پرست کے خیال میں بھی مذہب صرف اِس زندگی کا ایک بکھیڑا تھا اور دیوتاؤں کو صرف اِس لئے خوش رکھا جاتا تھا کہ کامیابی اور

راحت حاصل ہوگی۔

چونکہ دوسری زندگی میں کسی خوشی کی اُمید نہ تھی لہٰذا قدرتاً یہ مناسب خیال کیا گیا کہ اس زندگی سے حتی المقدور متمتع ہونا چاہئے۔ ہوریس شاعر کہتا ہے کہ جب ہم خاک میں ملجائیں گے اور یہ دن سب کو جلد پیش آنے والا ہے تو راحت و مسرت کا امکان بھی نہ رہے گا لہٰذا ہم کو ہر غیر مضرت رساں خوشی سے فائدہ اُٹھانا چاہئے اور دنیا کی اچھی چیزوں سے متمتع ہونے کے مختصر موقع کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے۔ لیکن ہم کو محتاط اور معقول پسند آدمی ہونا چاہئے اور ہر قسم کی افراط و تفریط سے بچنا چاہئے کیونکہ یہی آسایش و آرام کو خدشہ میں ڈالتی ہے۔ سب سے ضروری یہ کہ ہم کو آئندہ زندگی کے بارہ میں بیکار فکر و غور نہ کرنا چاہئے جو دیوتاؤں کے قبضہ میں ہے اور ہمارا اُس پر کچھ بس نہیں۔ قدیم مذہب کے دانشمند معتقدین کی بڑی جماعت کے یہ اعتقادات تھے۔

قرون وسطیٰ کے مذہب عیسوی میں دوسری دنیا کی زندگی

عیسائیت نے زندگی کے اس خیال کی مخالفت کی۔ اُس نے لگاتار اس بات پر زور دیا کہ حیاتِ بعدِ ممات اس مختصر زندگی سے بے انتہا اہم ہے۔ کلیسا کے زیر اثر زندگی کے بارہ میں یہ اعتقاد رفتہ رفتہ دوسری دنیا میں قدیم مذہب کے خیال کی جگہ لیتا رہا۔ اسی عقیدہ کی تعلیم وحشیوں کو دی گئی۔ دوسری دنیا کی زندگی کا خیال اس قدر اہم ہوگیا کہ ہزاروں آدمیوں نے اپنے معمولی پیشوں اور مسرتوں کو بالکل خیرباد کہہ دیا اور اپنی توجہ تمامتر دوسری زندگی کی تیاری میں صرف کردی۔ انہوں نے عزلت نشینی اختیار کی اور اکثر اپنی جائز خواہشات کے ترک کرنے پر بھی مطمئن نہ ہوکر جسمانی تکالیف مثلاً بھوک، سردی اور کوڑوں کی مار گوارا کیں۔ اُن کا یہ اعتقاد تھا کہ وہ اس طریقہ سے اُن گناہوں سے جن کے مرتکب ہونے کا انہیں اندیشہ تھا محفوظ ہوجائیں گے اور اس دنیا کی خود تجویز کردہ سزا کی وجہ سے ممکن ہے وہ اُن سزاؤں سے بچ جائیں جو انہیں دوسری دنیا میں دی جائیں۔ چونکہ قرونِ وسطیٰ کے اکثر مصنفین اور اساتذہ اسی فرقہ سے تھے جس کو

Marfat.com

"پیشہ ور عیسائیوں کی جماعت" یا فقرار کہہ سکتے ہیں، تعلق رکھتے تھے لہٰذا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ انکی زندگی کو دنیادار اشخاص بھی ہر پختہ عیسائی کے لئے ایک نمونہ خیال کریں۔

صرف کلیسا ایک نجات کا ذریعہ ہے

وحشیوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ آیندہ دنیا میں اُن کی قسمت بہت کچھ کلیسا سے وابستہ ہے۔ اُس کے عہدہ دار اُس اہم انتخاب کے پیش کرنے سے کبھی نہ اکتاتے تھے جو ہر شخص کو اس چند روزہ زندگی کے بعد فوراً پیش آئے گا۔ وہ انتخاب ابدی راحت یا دوامی ناقابل بیان تکالیف جسمانی کے متعلق تھا۔ صرف وہی لوگ جن کو باقاعدہ بپتسمہ دیا جاتا تھا جنت میں داخل ہونے کی توقع کر سکتے تھے۔ لیکن اصطباغ صرف پچھلے گناہوں کو دھو سکتا تھا اور آیندہ معصیتوں کو نہیں روک سکتا تھا۔ یہ گناہ تا وقتیکہ اُن کی معصیت کلیسا کے توسل سے دور نہ کی جائے یقیناً روح کو تباہی کے غار میں ڈھکیل دیں گے۔

معجزات کلیسا کی طاقت کا ذریعہ بن گئے

اُن کرامات اور معجزات نے جو مذہب عیسوی کے اولیائے کرام نے برابر دکھلائے لوگوں کی نگاہ میں کلیسا کی ربانی قوت اور بھی مضبوطی کے ساتھ قائم کردی۔ انہوں نے بیماروں کا علاج کیا اور مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کی۔ انہوں نے کلیسا کے مخالفین کو یا اُس کے مقدس رسوم کو نظرِ حقارت سے دیکھنے والوں کو بہت جلد تباہ و برباد کر دیا۔ آجکل کے ناظرین کو اُن کرامات کا بار بار وقوع میں آنا جو قرونِ وسطیٰ کی کتابوں میں مذکور ہیں تعجب خیز معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال تواریخ اور کتبِ سیَر اِن کے ذکر سے پُر ہیں اور کوئی شخص اُن کے وقوع کو شک کی نظر سے دیکھتا ہوا نظر نہیں آتا۔

کلیسا اور سلطنت روما

تاہم قرونِ وسطیٰ کی تاریخ کے طالبعلم کے لئے کلیسا کی خاص اہمیت، مذہبی خدمات کی وجہ سے جو فی الحقیقت ضروری تھیں، نہیں ہے بلکہ اُن قابل الذکر تعلقات کے سبب سے ہے جو حکومت اور اُس کے مابین رہے۔ اوّل اوّل کلیسا اور شاہی حکومت میں باہمی احترام و امداد کی بنا پر دوستانہ تعلقات رہے۔ جب تک سلطنت روما مستحکم اور باعمل رہی پادریوں کی جماعت کے لئے اگر وہ ایسا کرنا چاہتے بھی، کوئی موقع نہ تھا کہ وہ شہنشاہ کے

چنگل سے آزاد ہو جاتے۔ اُس نے کلیسا کے لئے وہ قوانین بنائے جنکو اُس نے مناسب سمجھا اور پادریوں کی جماعت حرفِ شکایت زبان پر نہ لائی۔ واقعی اُس وقت حکومت کی امداد اُن کے لئے ناگزیر تھی۔ حکومت نے قدیم مذہب کی بنیادیں اکھاڑنے کا کام اپنے ذمہ لیا اور اُس کے مندروں کو منہدم کیا اور اُس کی قربانیوں کی ممانعت کی اور اُن لوگوں کو سخت سزائیں دیں جنہوں نے کلیسا کی منظور شدہ تعلیماتِ مذہب کو قبول یا اختیار کرنے سے انکار کیا۔

کلیسا حصولِ آزادی کی کوشش کرتی ہے

لیکن جب وحشیوں کی آمد شروع ہوئی اور عظیم الشان سلطنت منتشر ہونے لگی تو مغرب کے پادریوں میں حکمرانوں کی مداخلت کو روکنے کا میلانِ طبعی روز بروز ترقی کرتا گیا جن کی وقعت اب اُن کے دلوں سے محو ہو گئی تھی۔ انہوں نے رفتہ رفتہ حکومت کے چنگل سے آزاد ہونے کی کوشش کی اور اس کے بعد خود حکومت کی خدمات اختیار کر لیں، جنکو کمزور اور بے ترتیب ریاستیں جن میں سلطنت روما منقسم ہو گئی تھی، ٹھیک طور سے ادا نہیں کر سکتی تھیں۔ ۵۰۲ء میں کلیسا کی کونسل منعقدہ روما نے اوڈیکر کے فرمان کو ناجائز قرار دیا اس بنیاد پر کہ کلیسا کے معاملات میں کوئی غیر پادری مداخلت کا حق نہیں رکھتا تھا۔ روما کے لاٹ پادریوں میں سے پوپ جیلاسیس اول نے جو ۴۹۶ء میں مرا مختصراً اُس اصول کو جس پر کلیسا کے دعاوی کی بنیاد تھی بیان کیا جو حسب ذیل ہے:۔

" دنیا پر دو طاقتیں حکمران ہیں۔ ایک پادریوں کی اور دوسری بادشاہوں کی۔ اوّل الذکر مسلمہ طور پر فوقیت رکھتی ہے کیونکہ پادری خود شہنشاہوں تک کے طرزِ عمل کا خدا کے نزدیک ذمہ دار ہے۔" چونکہ اس سے کسی کو انکار نہ تھا کہ انسان کے ابدی مفاد جو کلیسا کے اختیار میں تھے محض دنیاوی معاملات سے جن کا انتظام سلطنت کے ہاتھ میں تھا زیادہ اہم تھے لہذا پادریوں کی جماعت قدرتاً خیال کرتی تھی کہ درصورت نزاع، کلیسا اور اُس کے افسران نہ کہ بادشاہ معاملہ کو طے کر سکتے ہیں۔

کلیسا حکومت کے فرائض انجام دیتی ہے

لیکن کلیسا کے لئے اپنے معاملات کو خود طے کرنے کا حق حاصل کرنا ایک

بات تھی اور یہ بالکل دوسری بات تھی کہ اُن فرائض کی بجا آوری اپنے سر لیلے جکو رومی سلطنت پیشتر انجام دیتی تھی یا جن کو آجکل ہماری سلطنتیں انجام دیتی ہیں مثلاً امن و امان قائم رکھنا ، اشاعت تعلیم کا انتظام کرنا اور مقدمات کی سماعت وغیرہ ۔ تاہم کلیسا نے کلیتہً حکومت کی حقوق غصب نہیں کئے بلکہ جہاں کہیں کوئی مکمل اور باقاعدہ حکومت نہیں تھی ، کیونکہ آج کل کے لحاظ سے مغربی یورپ میں صدیوں تک سلطنت روما کی آخری تباہی کے بعد کوئی سلطنت نہ تھی ، اپنے آپ کو حکومت کے بجائے پیش کردیا ۔ مختلف بادشاہوں کی طاقت اُن کی اپنی سلطنتوں میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے شاذونادر ہی کافی ثابت ہوتی تھی ۔ سلطنت کے اندر مختلف مقامات پر بڑے بڑے زمیندار ہوتے تھے اور وہ جو چاہتے تھے کرتے تھے اور اپنے نفاق وحسد کو باہمی لڑائیوں سے نکالتے تھے ۔ لڑائی خاص کام سمجھا جاتا تھا اور شرفا کی خاص تفریح تھی ۔ بادشاہ امن و امان قائم رکھنے اور مظلوم کی حمایت کرنے میں ناقابل ثابت ہوتا تھا خواہ اُس کا دل انصاف اور امن کے قیام کے لئے کیسا ہی بے اختیار کیوں نہ ہو ۔

اِس صورت میں قدرتی طور پر جہاں کہیں دھمکی یا ترغیب سے امن و امان قائم رکھنا ، حلفیہ معاہدوں کی تکمیل کرانا ، مُردوں کی وصیت کا انتظام کرانا اور شادی ، نکاح کی پابندیوں کو پورا کرنا ممکن ہوسکا قابل تعریف اور منظم کلیسا کے ذمہ ہوگیا ۔ اِس نے بیکس بیواؤں اور یتیموں کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور خوب خیرات تقسیم کی ۔ اِس نے تعلیم کی اشاعت ایسے زمانہ میں کی جبکہ بہت ہی کم غیر پادری اشخاص خواہ وہ کیسے ہی تونگر اور شریف ہوں معمولی لکھنا پڑھنا جانتے تھے ۔ اِن حالات سے اِس امر کی توجیہ خود بخود ہوجاتی ہے کہ کلیسا کیوں کر اِس قابل ہوگئی کہ اپنے اختیارات کو جو اُسے سلطنت روما کی ماتحتی میں حاصل تھے فزوں تر کرسکی اور اِس نے وہ خدمات اپنے سر کیوں لے لیں جو ہمارے نزدیک کسی مذہبی فرقہ کی نسبت سلطنت سے زیادہ تعلق رکھتی ہیں ۔

پوپ کی طاقت کی ابتدا

اب ہم کو پوپ کی برتری کی اصلیت اور اہمیت پر غور کرنا چاہیئے جو

مغربی کلیسا کا سردار بنکر بادشاہوں اور شہزادوں سے بھی جن سے وہ ہمیشہ سخت جھگڑتا اور لڑتا رہا بہت سی باتوں میں زیادہ طاقتور ہو گیا۔

رومی عیسائی جماعت کا اقتدار اگرچہ ہم نیسیا کی کونسل کے قوانین میں یا تھیوڈوسیا کے ضابطہ میں جو ایک صدی بعد مدون کیا گیا، روما کے لاٹ پادری کی برتری کا کوئی نشان نہیں پاتے تاہم اس میں شک نہیں کہ عیسائی فرقوں میں شروع ہی سے وہ اور اُس کے تابعین ممتاز رہے ہیں۔ مغرب میں صرف رومن کلیسا ہی کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ اُس کی بنیاد حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے رکھی تھی۔

یقین کہ پیٹر، روما کا پہلا لاٹ پادری تھا انجیل مقدس میں بار بار روما میں پال کی موجودگی کا ذکر آیا ہے اور پیٹر کی موجودگی نتیجتاً نکلتی ہے۔ علاوہ ازیں ہمیشہ سے یہ روایت علی التواتر چلی آتی ہے اور جس کو تمام عیسائی کلیسا مسلمہ طور پر مانتی ہے کہ پیٹر، روما کا سب سے پہلا لاٹ پادری تھا۔ اگرچہ کوئی مکمل دستاویزی ثبوت اس اعتقاد کے ثابت کرنے کے لئے نہیں ہے لیکن یہ خیال عام طور پر کم از کم دوسری صدی کے اواسط کے شروع میں تسلیم کیا جاتا تھا۔ پھر روایت بھی متواتر چلی آتی ہے اور اس امر کا کوئی دوسرا دعویدار بھی نہیں ہے۔ خود عقیدہ بھی خواہ وہ اصلی واقعات سے مطابق ہو یا نہ ہو بلاشبہ ایک واقعہ اور نہایت تاریخی اہمیت کا واقعہ ہے۔ پیٹر کو دیگر حواریوں پر ایک قسم کی فوقیت حاصل تھی اور حضرت عیسیٰؑ نے اُس کو چند قوموں پر ترجیح دی تھی۔ انجیل مقدس کی ایک آیت میں جس نے سیاسی تاریخ پر نہایت طاقتور بادشاہ کے فرامین سے بھی زیادہ گہرا اثر ڈالا ہے، حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں "اور میں تجھ سے بھی کہتا ہوں کہ تو پیٹر ہے اور اس چٹان پر میں اپنی گرجا تعمیر کروں گا اور دوزخ کے دروازے اُس کے مقابلہ میں مغلوب ہو جائیں گے اور میں تجھکو آسمانی بادشاہت کی کنجی دوں گا اور جو کچھ تو زمین پر باندھ دیگا ویسا ہی آسمان پر بندھ جائے گا اور جو کچھ تو زمین پر کھول دیگا، آسمان پر بھی کھل جائے گا"۔

رومن کلیسا، مادرِ کلیسا ہو گئی پس مغرب میں قدرتاً اوّل اوّل رومن کلیسا، مادرِ کلیسا خیال کی گئی۔

Marfat.com

اُس کے اصول نہایت خالص سمجھے جاتے تھے کیونکہ وہ نسلاً بعد نسلٍ اُس کے معزز بانیوں سے منسوب ہوتے چلے آئے تھے۔ اگر کوئی مختلف رائے کسی خاص مسئلہ کے متعلق ہوتی تھی، قدرتی طور پر سب کے سب روما کے لاٹ پادری سے اُس کی رائے حاصل کرنے کے لئے رجوع کرتے تھے علاوہ ازیں دنیا بھر کے دارالسلطنت کی شان وشوکت نے وہاں کے لاٹ پادری کو اُس کے ہمسروں میں مفتخر کر دیا۔ تاہم ایک عرصہ کے بعد تمام دوسرے پادری خصوصاً وہ جو شہروں میں رہتے تھے، بغیر کسی شرط کے، روما کے لاٹ پادری کے حکم کو قطعی حکم ماننے کے لئے تیار ہوئے اگرچہ وہ اُس کی حیثیت کو ممتاز اور رومن فرقہ کو برتر سمجھتے تھے۔

روما کے ابتدائی لاٹ پادریوں کی گمنامی

کلیسا کے قیام کی پہلی تین صدیوں تک روما کے لاٹ پادری کے بارہ میں نسبتاً ہم کو کچھ معلوم نہیں ہے۔ اگرچہ وہ اپنے مظلوم فرقہ کے مسلمہ سردار تھے لیکن اُن کا وہ سیاسی اقتدار نہ تھا جو بعد ازاں اُن کو میسر ہوا جب عیسائیت نے فوقیت حاصل کر لی اور سلطنتِ روما کا اضمحلال بیحد ہو گیا۔

کلیسا کے مقدس پاپوں کا زمانہ

مگر چوتھی اور پانچویں صدی کی شروع کی کلیسا کا حال ہم کو بہت زیادہ معلوم ہے کیونکہ نیسیا کی کونسل کے بعد جو صدی گزری وہ کلیسا کی ادبی تاریخ میں ملکہ ایلزبتھ کے زمانہ کے مشابہ ہے جو انگلستان میں گزرا۔ یہ زمانہ عیسائی دینیات کے بڑے مقدس" باپوں[۵] "کا زمانہ تھا جن کو تمام علمائے دین اب تک اپنے مذہب کے پیشوا اور امام سمجھتے ہیں ان میں سے خاص الخاص حسب ذیل اشخاص تھے:۔

ایتھانیسیس (۳۷۳ء میں مرا) وہ شخص ہے جس نے ایرین فرقہ کے خلاف کٹر عیسائی فرقہ کی بنیاد ڈالی اور جس نے اس فرقہ کے خلاف ان تھک جنگ برپا کی۔

بسیل (۳۷۹ء میں مرا) نے راہبانہ زندگی کو ترقی دی۔

---

[۵] پادریوں کو مقدس باپ کہا جاتا ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

ایمبروز جو میلان کا اسقف تھا سنہ ۳۹۷ء میں مرا۔

جیروم (سنہ ۴۲۰ء میں مرا) نے کتب آسمانی کو نئی لاطینی زبان میں لکھا اور یہ مستند نسخہ سمجھا گیا اور

سب سے بڑھکر آگسٹائن (۳۵۴ء سے سنہ ۴۳۰ء تک) جسکی ضخیم تحریرات نے آج تک عیسائی فلسفیوں کے دماغوں پر اپنا سکہ بٹھا رکھا ہے۔

چونکہ کلیسا کے مقدس باپ صرف اصول مذہب سے خاص طور پر دلچسپی رکھتے تھے اس لئے وہ کلیسا کے نظام کے بارہ میں کچھ نہیں لکھتے اور یہ ان کی تحریر سے واضح نہیں ہوتا کہ روما کے اسقف کو وہ برتر اور فائق جگہ اُسوقت دی گئی تھی یا نہیں جسپر پوپ بعد ازاں قابض ہو گئے۔ باوجود اس کے آگسٹائن اپنے ایک ہمعصر روما کے اسقف کو مغربی کلیسا کا سردار لکھتا ہے اور بہت جلد اُس کی وفات کے بعد ایک ایسا شخص روما کا پادری ہوا جس کا حوصلہ، طاقت اور ذاتی شجاعت ایسی تھی جس نے اپنے جانشینوں کو شاہانِ شاہاں بنا دیا۔

لیئو اعظم سنہ ۴۴۰ء سے سنہ ۴۶۱ء تک

لیئو اعظم کی تخت نشینی سے پوپوں کی تاریخ ایک معنی میں گویا شروع ہوئی۔ اُس کی فرمائش پر ویلنٹینین سوئم نے جو مغربی شہنشاہ تھا سنہ ۴۴۵ء میں ایک فرمان جاری کیا جس میں روما کے اسقف کی طاقت کو سب سے برتر قرار دیا اسوجہ سے کہ وہ پیٹر کا جانشین تھا جو حواریوں میں اپنے صفات کے باعث سب پر فوق رکھتا تھا اور اس وجہ سے کہ شہر روما کی عظمت بھی اس امر کی مقتضی تھی اُس نے حکم دیا کہ تمام مغرب کے اسقف جو کچھ روما کا

ویلنٹینین سوئم کا فرمان

اسقف منظور کرے اُس کو قانون سمجھیں اور اگر کوئی اسقف روما کی طلب پر حاضر ہونے سے انکار کرے تو شاہی صوبہ دار اُس کو حکم کی اطاعت کے لئے مجبور کرے۔ لیکن چالسڈن کی کونسل نے جو چھ برس بعد منعقد ہوئی نئے روما کو جو آبنائے باسفورس پر واقع تھا یعنی قسطنطنیہ[۱] مذہبی معاملات میں قدیم روما کے برابر کر دیا جو دریائے ٹائبر پر آباد

---

۱ لفظ پوپ جس کو لاطینی زبان میں پاپا یعنی باپ کہتے ہیں دراصل بالکل فطری طور پر تمام اسقفوں یہاں تک کہ تمام پادریوں

تھا۔ دونوں شہروں کے اسقف تمام دیگر پادریوں پر مساوی فوقیت رکھتے تھے۔ تاہم اس کونسل کا فرمان مغربی یا لاطینی کلیسا میں درجۂ قبولیت کو نہ پہنچا جو بتدریج مشرقی یا یونانی کلیسا سے جس کا قدرتی مرکز قسطنطنیہ تھا اپنے آپ کو علیحدہ کر رہی تھی۔ اگرچہ وہ اختیارات جن کا لیئو اعظم مدعی تھا اب تک صاف طور پر بیان نہیں کئے گئے تھے اور وہ مصیبت کا زمانہ بھی آنے والا تھا جب کہ برسوں تک یہ اختیارات محض مشیخت آبی کا پتہ دیتے تھے تاہم روما کے لاٹ پادری کا بڑے زور سے ادعائے تفوق وہ سنگیں قدم تھا جس نے مغربی کلیسا کو ایک سردار کی ماتحتی میں مجتمع کر دیا۔

فرائض جو ابتدائی پوپوں کو ادا کرنے پڑے

لیئو اعظم کی وفات کے بعد ہی اوڈیسر نے شہنشاہوں کے مغربی خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ بعد ازاں تھیوڈرک اور اُس کے مشرقی گاتھ اٹلی میں آباد ہوئے جن کے بعد لمبرڈ آئے۔ ان کی مداخلت اور بھی نامناسب حال تھی۔ اِس زمانہ شور و شغب میں روما بلکہ کل اٹلی کے لوگ پوپ کو اپنا قدرتی سردار ماننے لگے۔ مشرقی شہنشاہ بہت دور رہتا تھا اور اُس کے افسران نے، جو وسط اٹلی کے ایک حصہ پر روما اور ریوینا کے اِرد گرد قابض تھے پوپ کی امداد اور مشورہ کو بخوشی منظور کر لیا۔ روما میں پوپ، افسرانِ شہر کے انتخاب کی نگرانی کرتا تھا اور بیت المال کے مصرف کے متعلق ہدایتیں دیتا تھا۔ اٹلی کے مختلف حصوں میں وقتاً فوقتاً روما کی بڑی گرجا کے نام بڑی بڑی جاگیریں کر دی گئی تھیں اُن کا انتظام اور اُن کی حفاظت بھی پوپ ہی کرتا تھا وہ جرمنوں سے صلح و آشتی کی گفتگو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۱) کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔ روما کے اسقفوں کے لئے غالباً چھٹی صدی عیسوی سے یہ لفظ خاص ہو گیا۔ لیکن اس کے بعد بھی دو یا تین صدیوں تک صرف روما کے اسقفوں کے لئے محدود نہیں کیا گیا تھا۔ گرے گری ہفتم نے صاف طور پر اعلان کیا کہ یہ لفظ صرف روما کے اسقف کے لئے استعمال کیا جائے۔ ہم آیندہ روما کے اسقف کو پوپ کے لفظ سے تعبیر کریں گے۔ اگرچہ یہ فراموش نہ کرنا چاہئے کہ اُس کی سرداریِ کلیسائے مغرب نے کچھ صدیوں تک وہ طاقت حاصل نہ کی جس کو اس نے بعد ازاں مغربی یورپ کے تمام اسقفوں پر استعمال کیا۔ مصنف۔

بھی کرتا تھا اور نیز اُن جنرلوں کو جو اُن کے خلاف روانہ کئے جاتے تھے ہدایات بھی دیتا تھا۔

گریے گری اعظم سنہ ۵۹۰ء سے سنہ ۶۰۴ء تک

گریے گری اعظم اُن نصف درجن نہایت مقتدر سرداران کلیسا میں سے تھا جس نے دنیا پر ظاہر کر دیا کہ وہ اپنے منصب جلیلہ کی بدولت کس قدر عظیم الشان کام انجام دے سکتا ہے۔ شہنشاہ نے گریے گری کو جو ایک متمول رومی مشیر کا بیٹا تھا، ناظم کے معزز عہدہ پر سرفراز فرمایا تھا۔ لیکن اُس کو یہ خوف ہوا کہ مبادا وہ اپنے معزز عہدہ اور نفیس پوشاک سے متکبر اور دنیا دار ہو جائے۔ اُس کی نیک دل ماں اور آگسٹائن، جیروم اور ایمبروز کی تحریرات کے مطالعہ نے اُس کو ترغیب دی کہ وہ اپنے باپ کے انتقال کے بعد اپنے تمام مال و منال کو سات خانقاہیں بنانے میں صرف کر دے۔ اِن میں سے ایک اُس نے اپنے خاص گھر میں قائم کی اور خود اُس نے وہ وہ تکالیف برداشت کیں کہ اُن کے اثر سے اُس کی صحت و تندرستی پھر کبھی اصلی حالت پر نہ آئی۔ ممکن تھا کہ وہ راہبانہ زندگی کے جوش میں جلد موت کا شکار ہو جاتا اگر پوپ اُس کو قسطنطنیہ کے مشکل مشن کو انجام دینے کے لئے حکم نہ دیتا۔ وہاں اُس کو نازک اور پیچیدہ گفتگوئے صلح میں اپنی بڑی قابلیت کے اظہار کا پہلا موقع ملا۔

قدیم روما قرونِ وسطیٰ کا روما بنتا ہے

جب گریے گری سنہ ۵۹۰ء میں پوپ منتخب کیا گیا اور اپنی خانقاہ کو نہایت اندوہ و غم کے ساتھ خیرباد کہا تو قدیم روما جو سلطنت کا دارالحکومت تھا پیشتر ہی سے قرونِ وسطیٰ کا روما بن رہا تھا یعنی عیسائی دنیا کا دارالحکومت ہو گیا تھا۔ دیوتاؤں کے مندروں نے بہت سے عیسائی معبدوں کے لئے سامان مہیا کر دیا تھا۔ پیٹر اور پال دونوں حواریوں کے مقبرے جلد مذہبی کشش کے مرکز اور مغربی یورپ کے ہر حصہ کی زیارت گاہ ہونے والے تھے۔ جس وقت گریے گری نے اپنا عہدہ اختیار کیا، اُس وقت شہر میں طاعون بکثرت پھیل رہا تھا۔ قرونِ وسطیٰ کی پُرانی ٹھیٹ وضع میں اُس نے ایک مذہبی جلوس اس غرض سے نکالا کہ اللہ تعالیٰ وبا کو دور فرمائے۔ اُس وقت مقربِ بارگاہ فرشتہ یعنی حضرت

میکائیل[۱] ہیڈرین[۲] کے مقبرہ پر دکھائی دے کہ وہ اپنی تیغ آتشیں کو اِس علامت کے طور پر کہ خدا کا قہر رحمت سے مبدل ہو گیا ہے میان میں رکھ رہے ہیں۔ گرے گری کے زمانہ سے قیصر اور ٹراجان کے روما کی تاریخ کو ہم الوداع کہتے ہیں اور اِن نوسینٹ سوئم اور لیو دہم کے روما کی تاریخ کو شروع کرتے ہیں۔

گرے گری کی تحریرات قرون وسطیٰ میں گرے گری کو ایک مصنف کی حیثیت سے خاص شہرت حاصل تھی۔ وہ آگسٹائن، ایمبروز اور جیروم کے ساتھ ساتھ کلیسا کے چار بڑے لاطینی مقدس بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن اُس کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کا عہد اُس کے پیشرووں کے زمانہ سے کس قدر کم شائستہ تھا۔ اُس کی نہایت مشہور کتاب کا نام ڈائی لاگ ہے جو معجزات اور قصائص کا مجموعہ ہے۔ اِس کتاب کے پڑھنے سے یہ یقین نہیں ہوتا کہ اِس کا مصنف اپنے زمانہ کا سب سے بڑا آدمی تھا یا یہ کتاب سمجھدار آدمیوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ گرے گری نے کتاب یادگار قیصر پر ایک شرح لکھی ہے اُس میں ناظرین کو ہدایت کی ہے کہ وہ قواعد کی غلطیاں دیکھکر متعجب نہ ہوں کیونکہ ایسے مضمون کو لکھتے وقت مصنف اِس کا خیال نہیں کرتا کہ فاعل و مفعول اور زمانہ حال و ماضی وغیرہ بجا طور پر استعمال ہوئے ہیں یا نہیں۔

گرے گری مدبّر کی حیثیت سے گرے گری کے خطوط سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یورپ کے لئے پوپ کا عہدہ جبکہ اُس پر کوئی واقعی قابل آدمی ممتاز ہو گیا معنی رکھتا ہے۔ اُس نے یہ خاکسارانہ لقب "خادم الخدام خدا" اختیار کر کے جس کو پوپ اب تک استعمال کرتے ہیں اپنے آپ کو ایک

---

[۱] اصل کتاب میں حضرت میکائیل ؑ کا نام ہے، اِس جگہ مناسب نام حضرت عزرائیل ؑ کا ہے لیکن ممکن ہے کہ اِس بارہ میں عقائدِ اسلامیہ اور عقائد عیسوی میں فرق ہو۔ مترجم۔

[۲] یہ بڑا مقبرہ دائرہ کی شکل میں ہے جو بعد ازاں پوپوں کا خاص قلعہ ہو گیا اور اِس واقعہ سے جس کا ذکر ابھی ہوا اِس کو فرشتہ کا قلعہ کہنے لگے۔ مؤلف۔

مدبر ثابت کیا جس کا اقتدار یورپ کے اطراف و جوانب تک پھیل گیا۔ اُس کے سپرد شہر روما کی حکمرانی کا کام ہو گیا کیونکہ مشرقی شہنشاہوں کا قبضہ برائے نام رہ گیا تھا اور یہ سلسلہ ۱۸۷۰ء تک اُس کے جانشینوں کے زمانہ تک برابر جاری رہا۔ اُس نے لمبرڈوں کو وسط اٹلی میں داخل ہونے سے روکا اور وہ لوگ زیادہ تر اسی وجہ سے اُس کو فتح نہ کر سکے کہ پوپوں نے اُس کی دلیرانہ حفاظت کی۔ چونکہ یہ خدمات فرائض حکومت میں داخل ہیں اس لئے اِن کے اختیار کرنے سے گریگری کو پوپوں کی دنیاوی طاقت و اقتدار کا بانی کہہ سکتے ہیں۔

گریگری کی اشاعت مذہب عیسوی

اِٹلی کی حدود کے باہر گریگری مشرقی شہنشاہ اور آسٹریسیا، نیوسٹریا اور برگنڈی کے حکمرانوں سے برابر مراسلت کرتا رہتا تھا۔ وہ اپنے اقتدار کو ہر جگہ اسقف کے عہدوں پر اچھے پادریوں کے انتخاب میں استعمال کرتا تھا اور ہر جگہ وہ خانقاہوں کے مفاد کی نگرانی کرتا تھا لیکن پوپوں کی تاریخ میں اُس کی خاص اہمیت اِس وجہ سے ہے کہ اُس نے مذہب عیسوی کی اشاعت کا کام کیا اور بڑی بڑی جماعتیں اِس مقصد کے لئے یورپ کے اطراف و جوانب میں روانہ کیں جن کے ذریعہ سے بڑے ممالک جو ایک دِن انگلستان، فرانس اور جرمنی ہونے والے تھے رومن کلیسا اور اُس کے افسر اعلیٰ پوپ کی ماتحتی میں آ گئے۔

گریگری جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ایک پُرجوش راہب تھا اور اُس نے کافروں کو عیسائی بنانے کے کام میں قدرتاً راہبوں پر ہی زیادہ تر اعتماد کیا۔ لہذا قبل اس کے کہ ہم اُس کی اشاعتِ مذہب کی وسعت پر نظر ڈالیں ہم کو راہبوں کی اصلیت اور اُن کے طرز عمل کو دیکھنا چاہئے جو قرون وسطیٰ میں بہت بڑی چیز تھے۔

Marfat.com

باب پنجم

راہب اور جرمنوں کا مذہب عیسوی قبول کرنا

ایک فرقہ کی حیثیت سے راہبوں کی اہمیت

راہبوں کا جو اقتدار صدیوں تک یورپ میں رہا اُس کی وسعت و کثرت کا ضرورت سے زیادہ اندازہ کرنا دشوار ہے۔ فرقہ ہائے بینی ڈکٹینس، فرانسسکنس، ڈومی نی کنس اور جیسوائٹ کے مفتخر حالات میں بہت سے گرامی اشخاص کے نام نظر آتے ہیں۔ نہایت ممتاز فلسفی، سائنس داں، مؤرخ، صناع، شعراء اور مدبر اُن کے زمرہ میں پائے جاتے ہیں۔ اُن اشخاص میں سے جن کے کارناموں کا ذکر ہم آیندہ کریں گے لایق احترام بیڈ، بونی فیس، ایبی لارڈ، تھامس ایکی ناس، راجر بیکن، فرا اینج لیکو، سیوونرولا، لوتھر، ایریس مس، —— یہ سب اور بہت سے دیگر اشخاص جو انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں رہنما اور پیشرو رہے ہیں راہب تھے۔

رہبانیت بہت سے مختلف فرقوں کو پسند خاطر ہوئی

چونکہ رہبانیت لوگوں کے مختلف فرقوں کو پسند آئی اس لئے اُس کی طاقت روز بروز افزوں ہوتی گئی۔ یہ دنیا کم دلچسپ جگہ معلوم ہونے لگی کیونکہ وحشیوں کے متواتر حملوں نے بدامنی کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ خانقاہ نہ صرف نیکدل مذہبی لوگوں کی جائے پناہ بن گئی بلکہ اُن لوگوں کے لئے بھی جو علمی یا فلسفی مذاق رکھتے تھے اور جو ایک سپاہی کی زندگی کو ناپسند کرتے تھے اور اُن خطرات اور اُس زمانہ کی غیر یقینی حالتوں کا مقابلہ کرنے سے گھبراتے تھے محفوظ مقام بن گئی۔ راہبانہ زندگی مامون و مصئون تھی اور متبرک بھی تھی۔ وحشی اور غیر محتاط جنگجو اشخاص بھی اُن لوگوں کو لوٹنے یا اُن کی زندگی کو ختم کرنے

میں بسر کرتے تھے کیونکہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اُن پر خدا تعالیٰ کی خاص رحمت ہے۔ خانقاہیں یا بوستانِ زندگی کی جائے پناہ اور فقیروں کا ملجا و ماویٰ ہوگئیں اور اُن کی بدولت کاہلوں کو خوراک اور رہنے کے لئے مکانات مل گئے ورنہ اُن کو اپنی معاش حاصل کرنی پڑتی۔ لہٰذا اس قسم کی بہت سی تحریکات تھیں جن کی وجہ سے خانقاہیں پُر ہوگئیں۔ بادشاہوں اور امراء نے اپنی روحوں کی بہبودی کے لئے خانقاہیں بنانے کے واسطے خوشی اور رضامندی سے جاگیریں وقف کردیں اور کثرت سے پہاڑوں اور جنگلوں میں ایسے دور دراز مقامات ہوگئے جو گوشہ نشینوں اور عزلت پسندوں کو اپنی طرف کھینچتے تھے۔

راہبانہ زندگی کے نظام کی ضرورت

اوّل اوّل بڑے پیمانہ پر چوتھی صدی میں راہبانہ جماعتیں مصر میں قائم ہوئیں۔ اِدھر جرمن اپنی پہلی بڑی فتح ایڈریانوپل پر حاصل کر رہے تھے، اُدھر سینٹ جیروم راہبانہ عیسائی زندگی کے فوائد ظاہر کرنے میں مصروف تھا جو مغرب میں ایک نئی چیز تھی۔ چھٹی صدی میں اس قدر کثرت سے خانقاہیں مغربی یورپ میں ہوگئیں کہ اُن کثیر التعداد جماعتوں کے لئے خاص قواعد ترتیب دیئے لازمی ہوگئے جو دنیا کے معمولی طریقوں سے کنارہ کشی اور خاص قسم کی زندگی بسر کرنا چاہتی تھیں۔ خانقاہوں کے وہ قواعد جو مشرق میں مستعمل تھے بیکار تھے کیونکہ مغرب کی آب وہوا اور لاطینی لوگوں کا مزاج مشرق کے لوگوں سے بالکل مختلف تھا۔ پس سینٹ بینی ڈکٹ نے سنہ ۵۲۶ء کے قریب ایک قسم کا نظام مانٹی کیسی نو کی خانقاہ کے لئے ترتیب دیا جو جنوبی اطالیہ میں تھی اور جس کا وہ افسر اعلیٰ تھا۔ یہ نظام اس قدر دور اندیشانہ تھا اور راہبانہ زندگی کی جملہ ضروریات کو کافی تھا کہ دوسری خانقاہوں نے بھی بہت جلد اس کو اختیار کرلیا اور رفتہ رفتہ ایک قانون ہوگیا جس کے مطابق تمام مغربی راہب اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔

سینٹ بینی ڈکٹ کا قانون

سینٹ بینی ڈکٹ کا قانون اتنا ہی مشہور اور اہم ہے جتنا کسی سلطنت کا ہوگا۔ یہ قانون مفید اور فطری ہے۔ اس قانون میں یہ درج ہے کہ ہر شخص راہبانہ

Marfat.com

زندگی کے لئے موزوں نہیں ہے پس جو شخص خانقاہ میں داخل ہونا چاہے پہلے اُس کو کچھ دنوں امیدواری کرنی چاہیئے قبل اس کے کہ وہ مقدس اور ناقابل بازگشت عہد و پیمان کرے سب بھائی ملکر ایک شخص کو اپنا سردار منتخب کریں گے اور جو ایبٹ کے نام سے موسوم ہوگا اور جسکی اطاعت ہر شخص کو بے چون وچرا ہر معاملہ میں کرنی چاہیئے بشرطیکہ اُس کے حکم کی تعمیل معصیت میں داخل نہ ہو۔ نماز اور عبادت کے ساتھ ساتھ راہبوں کو محنت اور مشقت کے کام بھی کرنے چاہئیں اور زمین میں کاشت کرنی چاہیئے۔ اُن کو درس و تدریس میں بھی حصہ لینا چاہیئے۔ جو لوگ محنت کا کام نہیں کرسکتے تھے اُن کو ہلکا کام مثلاً کتابوں کا نقل کرنا وغیرہ دیا جاتا تھا۔ راہب کو اجازت نہ تھی کہ وہ کسی چیز کو اپنی ملکیت کہہ سکے۔ وہ دائمی افلاس اور بے سروسامانی کا عہد کرتا تھا اور جس چیز کو وہ استعمال کرتا تھا خانقاہ کی ملکیت سمجھی جاتی تھی۔ افلاس و اطاعت کے عہد و پیمان کے ساتھ ساتھ وہ پارسائی کا بھی عہد کرتا تھا جس سے وہ پابند ہوجاتا تھا کہ وہ کبھی شادی نہ کرے گا۔ کیونکہ نہ صرف اسوجہ سے کہ تجرد کی زندگی تاہل سے مقدس سمجھی جاتی تھی بلکہ راہبانہ زندگی کا نظام و ترتیب بھی فی الحقیقت ناممکن ہوجاتا اگر راہب تجرد کی زندگی نہ بسر کرتے۔ ان ممنوعات کے علاوہ راہبوں کو فرزانہ اور فطری زندگی بسر کرنے کا حکم تھا اور اپنے جسموں کو بیجا استعمال کرنے یا اپنی طاقت کو اپنی ارواح کے مفروضہ فوائد کے لئے کثرت سے روزہ رکھکر قربان کرنے کی اجازت نہ تھی۔ یہ دور اندیشانہ قواعد رہبانیت کی زیادتی کے خلاف مدوّن کئے گئے تھے جسکی بکثرت مثالیں مشرق میں موجود تھیں۔

راہب کتابوں کی نقل کرتے ہیں اور اس طرح لاطینی مصنفین کی کتابیں قائم رہتی ہیں

یورپ پر بینی ڈکٹین راہبوں کا اثر بے اندازہ ہے۔ اُن میں سے چوبیس[۲۴] پوپ اور چھیالیس[۴۶] سو اسقف اور لاٹ پادری سے کم منتخب نہیں ہوئے اور اُن میں سے تقریباً سولہ[۱۶] ہزار مصنف ہوئے ہیں جن میں سے بعض بہت ممتاز ہیں۔ اُن کی خانقاہوں میں عالم کو پڑھنے اور لکھنے کے لئے آرام و سکون میسر ہوجاتا تھا اگرچہ اُس عہد میں کیسی ہی بدامنی کیوں نہ پھیلی

Marfat.com

ہوئی ہو۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کتابوں کی نقل کرنا راہبوں کا خاص کام تھا۔ بلاشبہ وہ اپنے کام کو اکثر بے پروائی سے کرتے تھے جو کم دلچسپی اور نافہمی کی وجہ سے ہوتی تھی۔ لیکن قلمی نسخوں کے عظیم نقصان سے جو کتب خانوں کی تباہی اور مالکانِ کتب کی انفرادی عدم توجہی سے واقع ہوا یہ نہایت ضروری تھا کہ کتابوں کی نئی نقلیں کرائی جائیں۔ غلط اور نامکمل نقلیں بھی نہ ہونے سے بہتر تھیں۔ یہ انہیں راہبوں کی بدولت لاطینی علم ادب کا بڑا حصہ اب تک باقی ہے جو ان کے بغیر غالباً بہت ہی شکستہ حالت میں ہم تک پہنچتا۔

یورپ کی مادی ترقی میں راہبوں نے مدد دی

راہبوں نے جسمانی محنت و مشقت کو جسکو وہ نجات کا ایک بڑا ذریعہ خیال کرتے تھے اُس بدنامی سے نکالنے میں مدد دی جسکی وہ پہلے زمانہ میں غلامی کی وجہ سے شکار ہو گئی تھی۔ انھوں نے اپنی خانقاہوں کے ارد گرد عمدگی کے ساتھ کاشت کرنے کی مثال قائم کی اور اس طریقہ سے انھوں نے اُن ملکوں میں جہاں وہ آباد تھے کاشتکاری کے بہتر طریقے رائج کر دیے۔ انھوں نے مسافروں کی ایسے زمانہ میں مہمان نوازی کی جب مسافر خانے اور سرائیں نہ تھیں اور اس طریقہ سے یورپ کے مختلف حصوں کے باہمی ارتباط کو ترقی دی۔

باقاعدہ اور دنیاوی پادریوں کی جماعت

بینی ڈکٹن راہب اور مابعد دیگر راہب پوپ کی طاقت کے جوشیلے اور وفادار معاون تھے۔ رومن کلیسا نے جو زیادہ تر انہیں کی امداد سے قائم تھی اُن کی اُس استعانت کی قدر کی جو وہ اسے دیتے۔ اور اُن کو بھی وہ حقوق عطا کر دیے جو پادریوں کو حاصل تھے۔ دراصل راہب پادری شمار ہونے لگے اور "باقاعدہ" پادری کہلائے جانے لگے کیونکہ وہ ایک ضابطہ کے موافق زندگی بسر کرتے تھے اور نیز اُن کو دنیاوی پادریوں سے ممیّز کرنے کے لئے بھی اس نام سے پکارنے لگے کیونکہ آخرالذکر دنیاوی زندگی بسر کرتے تھے اور کوئی راہبانہ عہد و پیمان نہیں کرتے تھے۔

راہب اور دنیاوی پادری ایک دوسرے کی کمی کو پورا کرتے ہیں

کلیسا جو اپنی رعایا پر اُسی وسیع اقتدار کو قائم رکھنے کی ہمیشہ متمنی تھی

Marfat.com

جو سلطنت روما کو میسر تھا اور جس کی طاقت اس کے ورثہ میں آ گئی تھی اپنے مصروف و مشغول افسران سے جنکو مختلف خدمات ادا کرنی پڑتی تھیں اور لوگوں سے برابر تعلقات رکھنے پڑتے تھے مشکل سے یہ توقع کر سکتی تھی کہ وہ عیسوی عرفان کا نمونہ پیش کر سکیں جو اُس وقت عملی زندگی کی نسبت زیادہ معزز خیال کیا جاتا تھا۔ دنیادار پادری کلیسا کی رسومات ادا کرتے تھے، اُس کا انتظام کرتے تھے اور اُس کی جائداد کی حفاظت کرتے تھے اور ' باقاعدہ پادری ' ذاتی پاکیزگی اور ایثار نفس کی ضرورت کو اپنی مثال سے پیش کرتے تھے۔ راہبانہ زندگی گویا ایک قسم کی منبر تھی جو کلیسا کے پاس کھڑی رہتی تھی اور ہمیشہ اُس کو اس بات سے آگاہ کرتی رہتی تھی کہ عیسائی زندگی کو محض رسوم ادا کرنے کا ذریعۂ نجات سمجھکر خراب نہ کیا جائے۔ یہ ذاتی ذمہ داری اور روحانی ترقی کا سبق دیتی تھی جسپر پروٹیسٹنٹ مذہب بہت زور دیتا ہے۔

راہب مشنریوں کی حیثیت میں

راہبوں کی پہلی بڑی خدمت اُن کا مذہب عیسوی کی اشاعت کرنا تھا۔ اسی اشاعت مذہب کی بدولت رومن کلیسا کی آئندہ طاقت میں ترقی ہوئی کیونکہ راہبوں نے غیر عیسائی جرمنوں کو نہ صرف عیسائی بنایا بلکہ اُن کو پوپ کی وفادار رعایا بنا دیا۔ سب سے پہلے جن لوگوں نے اس طرف توجہ کی وہ کافر جرمن تھے جنھوں نے ایک مرتبہ عیسائی برطانیہ کو فتح کر لیا تھا

ابتدائی اہل برطانیہ

وہ جزائر جو اب سلطنت برطانیہ عظمی اور آئرلینڈ کے نام سے مشہور ہیں سن عیسوی کے شروع ہونے کے وقت کیلٹک فرقہ کے لوگوں سے آباد تھے جن کے رواج اور مذہب کا حال ہم کو کچھ معلوم نہیں ہے۔ جولیس سیزر نے ان جزائر کو فتح کرنا شروع کیا ۱۵ برس قبل سنہ عیسوی لیکن رومی اپنی طاقت اُس دیوار کے اُدھر قائم کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہوئے جو انھوں نے دریائے کلائڈ اور دریائے فرتھ اوف فورتھ کے مابین شمالی جنگی کیلٹک فرقوں کو اُدھر رکھنے کے لئے تعمیر کی تھی۔ دیوار کے جانب جنوب بھی ملک نے کامل طور پر رومیوں کے طریقوں کو اختیار نہیں کیا تھا اور ویلز میں آج تک کیلٹک زبان بولی جاتی ہے۔

سیکسنس اور اینگلس برطانیہ کو فتح کرتے ہیں

پانچویں صدی کے شروع میں وحشیوں کے حملوں نے روما کو

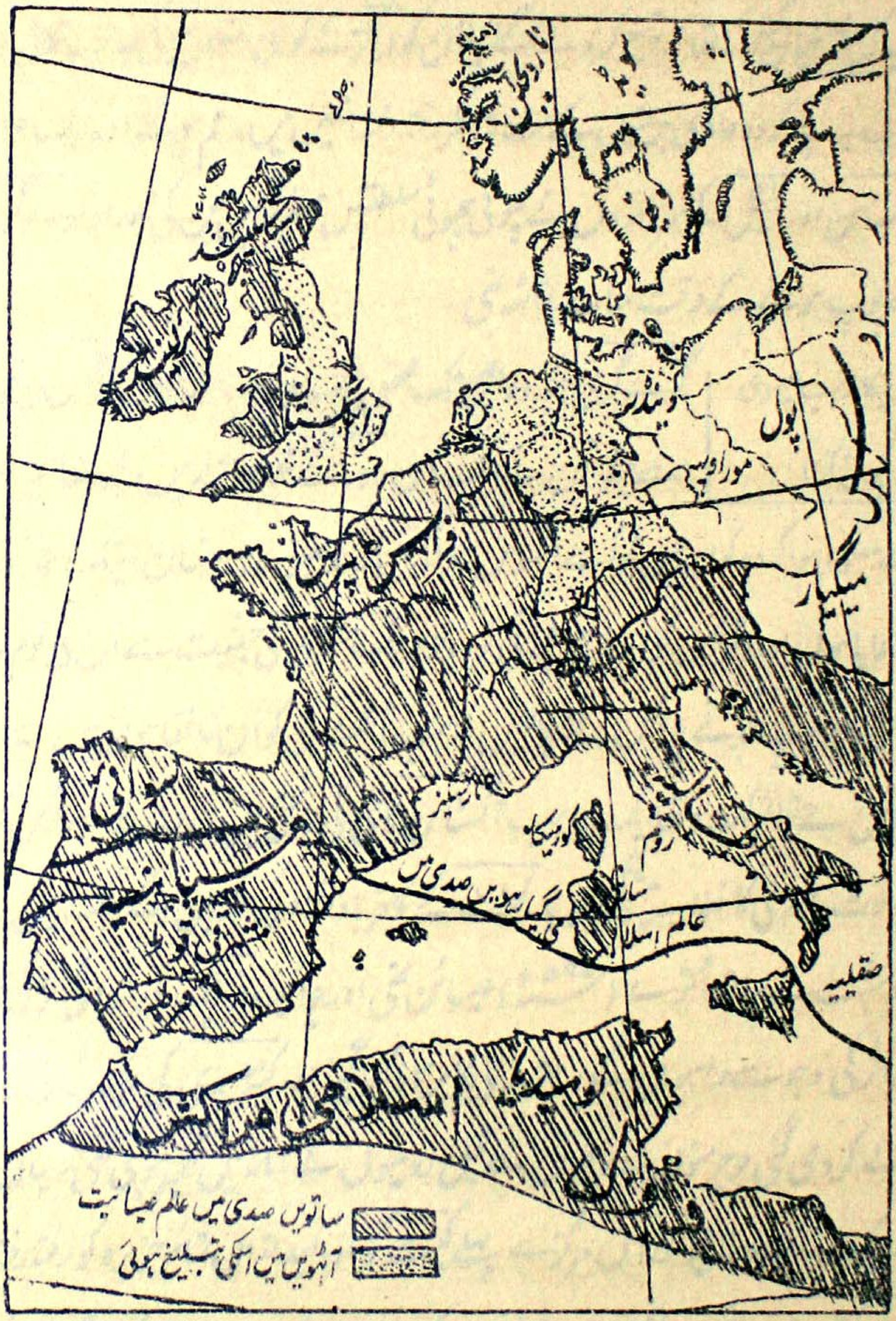

پول
میگیار
روم
کورسیکا
صقلیہ
گیارہویں صدی میں
عالم اسلام
اسپانیہ
ساتویں صدی میں عالم عیسائیت
آٹھویں میں اسکی تبلیغ ہوئی

Marfat.com

مجبور کیا کہ وہ اپنی افواج کو برطانیہ سے براعظم پر اپنی حدود کی حفاظت کے لئے واپس بلالے۔ اس طرح جزیرہ کو جرمنوں سے رفتہ رفتہ فتح ہونے کے لئے خالی کردیا گیا خصوصاً سیک سنون اور انگلس سے جو بحیرۂ شمالی میں ہو کر ڈنمارک کے جنوبی علاقہ سے آئے تھے۔ تقریباً تمام تحریرات جن سے پتہ چلتا کہ رومیوں کی روانگی کے بعد دو صدیوں تک کیا کچھ گزرا غائب و معدوم ہوگئی ہیں۔ انگلستان کے اصلی کیلٹک باشندوں کی قسمت کا حال کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ یہ بعید از قیاس ہے کہ وہ سب کے سب جیسا کہ پیشتر خیال کیا جاتا تھا تہ تیغ کردئے گئے یا اُن کو ویلز کے کوہی اضلاع کی جانب نکال دیا گیا۔ اغلب یہ ہے کہ وہ حاوی جرمنوں کے ساتھ ملکر رفتہ رفتہ انہیں میں مدغم ہوگئے اور ایک قوم بن گئے۔ سیک سن اور انگل کے سرداروں نے چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم کرلیں جن کی تعداد گرے گری اعظم کے پوپ ہونے کے وقت سات یا آٹھ تھی۔

برطانیہ کا مذہب عیسوی قبول کرنا

گرے گری جبکہ وہ ابھی تک محض ایک راہب تھا بعض انگلس کی خوبصورتی سے جنکو اُس نے ایک دن روما کے غلام بازار میں دیکھا تھا متحیر ہوا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ وہ کون ہیں تو اُسے افسوس ہوا کہ ایسے خوبصورت انسان ابتک شہزادۂ ظلمت کی رعایا ہوں اور اگر اُس کو اجازت ملجاتی تو وہ خود ایک مشنری کی حیثیت سے اُن کی قوم کے پاس جاتا۔ چنانچہ پوپ ہونے پر اُس نے چالیس راہب انگلستان کو اُن خانقاہوں میں سے ایک سے جنکو اُس نے قائم کیا تھا ایک راہب آگسٹائن نامی کی ماتحتی میں روانہ کئے اور اُس کو انگلستان کے لاٹ پادری کا خطاب پیشگی دیدیا۔ کینٹ کے کافر بادشاہ کی ملکہ جس کے ملک میں راہب خوف اور دہشت کے ساتھ اُترے (۵۹۷ء) عیسائن تھی اور جو ایک فرینک بادشاہ کی لڑکی تھی۔ اُس کے اثر کی وجہ سے راہبوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا گیا اور کینٹربری کی ایک پُرانی گرجا اُن کے حوالے کردی گئی جو جرمنوں کے حملوں سے قبل رومیوں کے زمانہ میں تعمیر ہوئی تھی۔ یہاں انہوں نے ایک خانقاہ بنائی اور اس مرکز سے پہلے کینٹ کو اور بعد ازاں تمام جزیرہ کو رفتہ رفتہ عیسائی بنالیا۔ کینٹربری ہمیشہ سے اپنی ابتدائی فوقیت کو لئے ہوئے ہے اور اب بھی انگلستان کا مذہبی

Marfat.com

دارالخلافت سمجھا جاتا ہے۔

آئرلینڈ کے راہب

مگر صرف آگسٹائن اور اُس کے راہب ہی جزائر برطانیہ میں عیسائی نہ تھے۔ برطانیہ جبکہ ایک رومی صوبہ تھا عیسائی مذہب قبول کرچکا تھا اور بعض مشنریوں نے سینٹ پیٹرک (جو ۴۶۹ء کے قریب فوت ہوا) کی ماتحتی میں آئرلینڈ کا سفر اختیار کیا تھا اور وہاں مذہب عیسوی کا مرکز قائم کرلیا تھا۔ جب جرمنوں نے برطانیہ پر قبضہ کرلیا اور اُس کو پھر کافر بنالیا تو آئرلینڈ کے راہب اور پادری اس قدر دور تھے کہ وحشی اُن کو نہیں ستا سکے۔ وہ رومی کلیسا کی روایات کو مطلق نہیں جانتے تھے پس وہ بعض صورتوں میں اُس کے رواجات سے الگ ہوگئے۔ وہ ایسٹر کی خوشی رومن کلیسا کے خلاف اور تاریخ پر کرتے تھے اور سر منڈانے کا مختلف طریقہ استعمال کرتے تھے۔ اس آئرلینڈ کی کلیسا کے مبلغین برطانیہ کے شمالی علاقوں کو عیسائی بنانے میں مصروف تھے اور رومی عیسائی آگسٹائن کی زیر نگرانی اپنا کام جزیرہ کے جنوبی حصہ میں کررہے تھے۔

رومی کلیسا اور آئرلینڈ کے راہبوں کے مابین نزاع

ان دونوں فرقوں میں مٹھ بھیڑ ہونا یقینی تھا۔ آئرلینڈ کے پادری اگرچہ وہ پوپ کا بڑا احترام کرتے تھے اور بقیہ عیسائی کلیسا سے اپنے آپ کو علیحدہ کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن اپنے خاص رسوم کو بھی ترک کرنے اور روما کے منظور شدہ رسوم کو اختیار کرنے پر رضامند نہ تھے۔ نہ وہ کینٹربری کے لاٹ پادری کو اپنا سردار ماننے کے لئے تیار تھے جس کو پوپ نے برطانیہ کی کلیسا کا سردار بنادیا تھا۔ اور پوپ ان علیحدہ شدہ عیسائیوں کو اپنے بڑے نظام کا جس کا وہ اپنے آپ کو سردار رکھتا تھا جزو بنانا نہایت ضروری سمجھتا تھا۔ کسی ایک فریق نے بھی دوسرے کے ساتھ مراعات ملحوظ نہ رکھیں اور دونسلوں تک ہر ایک اپنے اپنے رستہ پر چلتا رہا اور ایک دوسرے سے نہایت دشمنی رکھتا رہا۔

رومی کلیسا کی فتح

آخر کار رومی کلیسا کو فتح ہوئی جیسا کہ آئندہ نزاعات میں اُسے فتوحات ہوتی رہیں۔ ۶۶۴ء میں نارتھمبریا کے بادشاہ کے اثر سے جو پوپ سے معاندانہ تعلقات رکھنے سے خائف تھا رومن کیتھولک طرز کی عبادت وہٹبی کے مجمع میں تسلیم کی گئی اور آئرلینڈ کے

مبلغین کا سردار افسوس اور غمگینی کے ساتھ آئرلینڈ کو واپس چلا گیا۔

نارتھمبریا کے بادشاہ نے وہٹ بی کی کونسل کے افتتاح پر کہا کہ "یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں وہ طریقۂ عبادت بھی ایک ہی رکھیں اور ایک دوسرے سے مقدس اسرار کی خوشی منانے کے طریقوں میں مختلف نہ ہوں کیونکہ ہم سب اُسی آسمانی بادشاہت کے امیدوار ہیں"۔ یہ بات کہ یورپ کا ایک دور دراز جزیرہ اُن رسومات سے علیحدہ اپنی روایات قائم رکھے جو بقیہ عیسائی دنیا کے معمول ہیں اُس کو نہایت ہٹ دھرمی معلوم ہوئی۔ کلیسا کی ضروری وحدانیت پر ہی اعتقاد رکھنا اُس کی طاقت کے رازوں میں سے ایک ہے۔ پس انگلستان اُس روزافزوں مملکت کا جزو بن گیا جو رومن کیتھولک کے زیر اقتدار تھی اور سولھویں صدی کے ابتدائی حصہ تک جبکہ ہنیری ہشتم نے بغاوت اختیار کی پوپ کا وفادار رہا جیسا کہ کوئی دیگر کیتھولک ملک رہا۔

انگلستان میں ابتدائی شائستگی

برطانیہ عظمیٰ میں مخالف کلیساؤں کے اتحاد نے روما اور اُس کے ادب و فنون اور شائستگی کے لئے عام ذوق و شوق پیدا کر دیا۔ لنڈس فارن، ویرماؤتھ اور انگلستان کی دیگر خانقاہیں علوم کے مرکز بن گئیں جن کا جواب غالباً باقی ماندہ یورپ میں نہ تھا۔ روما سے مسلسل اخلاص و ارتباط قائم رکھا گیا۔ معمار اور شیشہ گر جینیل کے اُس جانب بلائے گئے تاکہ برطانیہ کی لکڑی کی گرجاؤں کو رومیوں کے طرز پر پتھر کی عمارات بنا دیں۔ نوجوان پادریوں کو لاطینی اور بعض اوقات یونانی زبانوں کی تعلیم دی جاتی تھی۔ قدیم زبانوں کی کتابوں کی نقول براعظم سے منگائی جاتی تھیں اور ان کی بہت سی نقلیں کی جاتی تھیں۔ ساتویں اور ابتدائی آٹھویں صدی کا نہایت ممتاز عالم انگلستان کا راہب بیڈ تھا (جس کو اکثر قابل احترام بیڈ کہتے ہیں ۶۷۳ سے ۷۳۵ء تک) جس کی قابل تعریف کتاب "انگلستان میں کلیسا کی تاریخ" سے اُس زمانہ کے بارہ میں ہماری زیادہ تر معلومات اخذ کی گئی ہیں۔

آئرلینڈ کے مبلغین براعظم یورپ پر

مبلغین جینیل کے اس طرف انگلستان سے کلیسا کا جوش و خروش

اپنے ساتھ لائے۔ کلووس اور اُس کی کل سپاہ کے عیسائی ہونے کے باوجود فرینک خاصکر وہ جو زیادہ تر جانب شمال رہتے تھے بہت ہی نامکمل طریقہ پر عیسائی ہوئے تھے۔ آگسٹائن کے کینٹ میں داخل ہونے سے چند سال قبل سینٹ کولمبن جو آئرلینڈ کے مبلغین میں سے تھا اور جن کا ذکر ہم پیشتر کر چکے ہیں گال میں آیا۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ خانقاہیں قائم کرتا ہوا چلا گیا اور لوگوں میں اُس کا اعزاز و احترام اُس کے سخت ایثار نفس اور اُن کرامات سے جو اُس نے دکھلائیں ہوگیا۔ وہ کافروں کے علاقہ الیمنی تک جو جھیل کان سٹینس کے ارد گرد ہے پہنچ گیا۔ جب اُن کے کافر بادشاہ نے اسکو اپنے علاقہ سے باہر نکال دیا تو اُس نے اپنی توجہ شمالی اٹلی کے لمبرڈوں کی طرف منعطف کی جہاں وہ ۶۱۵ء میں مر گیا۔ سینٹ گال جو اُس کے تابعین میں سے تھا جھیل کان سٹینس کے قریب رہتا تھا اُس نے اس قدر شاگرد اور ہمراہی اپنے گرویدہ کر لئے کہ اُن سے ایک بڑی خانقاہ قائم ہوگئی جسکا نام اُس کے نام پر رکھا گیا اور جو وسط یورپ میں نہایت مشہور خانقاہوں میں شمار ہونے لگی آئرلینڈ کے دیگر مبلغ تھیورنجیا اور بویریا کے جنگلوں تک پہنچ گئے لیکن جرمن کلیسا کا اصل بانی ایک انگریز مبلغ تھا۔

سینٹ بونی فیس جرمنوں کا حواری

۷۱۸ء میں سینٹ کولمبن کی وفات کے سو برس بعد سینٹ بونی فیس ایک انگریز راہب کو پوپ نے جرمنوں کے حواری کی حیثیت سے بھیجا۔ چار برس کے بعد جو اُس نے اپنی آئندہ کوششوں کے میدان کی جانچ پرتال میں صرف کئے وہ روما کو واپس آیا اور وہاں مبلغین کا لاٹ پادری بنایا گیا۔ اُس نے پوپ کی اطاعت کی قسم کھائی جیسی قسم کھانے کے روما کے قرب وجوار کے پادری عادی تھے۔ واقعی پوپ کی کامل اطاعت بونی فیس کے مذہب کا ایک جزو تھی اور رومی کلیسائی برتری کو ترقی دینے میں اُس نے ایک نہایت طاقتور ایجنٹ کا کام دیا۔

چارلس مارٹل طاقتور فرینک خواجہ سرا کی زیر حفاظت بونی فیس نے اپنا تبلیغ مذہب کا کام اس قدر سرگرمی کے ساتھ انجام دیا کہ وہ تمام عیسائی فرقوں کو جن کو آئرلینڈ کے مبلغین نے

Marfat.com

قائم کیا تھا پوپ کے قبضۂ واقتدار میں سے آیا اور اُن دور دراز جرمن فرقوں کو بھی جو ابتک قدیم مذہب کے عقائد رکھتے تھے عیسائی بنالیا - اُس کے سرگرم طریقوں کا اظہار اِس قصہ سے بخوبی ہوتا ہے کہ اُس نے اوڈِن کے متبرک شاہ بلوط کو جو بمقام فرِٹ زلر ہیسی کے صوبہ میں تھا جڑسے کاٹ ڈالا اور اُس کی لکڑی کو ایک گرجا بنانے میں صرف کیا جس کے نواح میں ایک خانقاہ جلد آباد ہوگئی - ۷۳۲ء میں بونی فیس، مےنیس کے لاٹ پادری کے عہدہ پر ممتاز کیا گیا اور اُس نے نو عیسائی شدہ علاقہ میں سالزبرگ، ریجنس برگ، وورزبرگ، ارفرٹ اور دیگر مقامات میں جرمن گرجائیں قائم کیں - اِس سے ہم اُس کی محنتوں کی وسعت کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں -

بونی فیس، گال میں کلیسا کی اصلاح کرتا ہے اور اسکو پوپ کے زیر فرمان بناتا ہے

جرمن کلیسا کے نظام و ترکیب کے بعد اُس نے اپنی توجہ پوپ کی عین رضامندی کے ساتھ اور فرنیک فرمانرواؤں کی اعانت سے گال میں کلیسا کی عام اصلاح کی طرف مبذول کی - یہاں پادریوں کی جماعت نہایت بدوضع ہوگئی تھی اور گرجائیں اور خانقاہیں اُس زمانہ کی لگاتار بدامنی کے باعث اپنے مال و منال سے محروم ہوگئی تھیں - چارلس مارٹل کی امداد سے بونی فیس صورت معاملات کو بہتر کرنے میں کامیاب ہوا اور اُس کی کوششوں کی بدولت گال کی محترم کلیسا جو تقریباً اُسی قدر قدیم تھی جس قدر کہ خود روما کی کلیسا تھی پوپ کے زیر فرمان آگئی - ۷۴۸ء میں گال کے مجمع اسقفوں نے مذہب کی کیتھولک یکجہتی کو برقرار رکھنے اور سینٹ پیٹر کے پادری یعنی پوپ کے احکام پر سختی سے عمل کرنے کے لئے اپنے آپ کو پابند بنالیا تاکہ وہ بھی پیٹر کے گلہ میں شمار ہوسکیں -

---

بابِ ششم

چارلس مارٹل اور پپن

چارلس مارٹل، فرنیک خواجہ سرا ۷۱۴ء سے ۷۴۱ء تک

جب پوپ مغربی کلیسا کا مسلمہ سردار بن رہا تھا، فرنیک سلطنتیں یکے بعد دیگرے دو بڑے مدبروں چارلس مارٹل اور اُس کے بیٹے پپن مختصر کے زیرِ فرمان آگئیں جنھوں نے شارلمین کی وسیع سلطنت کی بنیا د رکھدی۔

ابتدائی قرونِ وسطیٰ میں کسی سلطنت کو متحد رکھنے کی دشواریاں

وہ مشکلات جن سے چارلس مارٹل کو سابقہ پڑا زیادہ تر اُسی قسم کی تھیں جن سے آئندہ صدیوں تک مغربی یورپ کے بادشاہ دوچار رہے۔ بڑا اہم کام قرونِ وسطیٰ کے فرمانرواؤں کا یہ تھا کہ وہ اپنی طاقت کا احساس اپنی تمام مملکت میں، باوجود بہت سے متمول اور حریص افسروں، اُسقفوں اور پادریوں کے جو بادشاہ کی تمام کمزوریوں اور پریشانیوں سے فائدہ اٹھانے کے شایق رہتے تھے تاکہ اپنے آپ کو عملی طور پر اپنے اپنے اضلاع میں برتر و فائق بنادیں قائم رکھہ سکے۔

امرا اور امیر الامرا کی اصلیت

سرکاری افسروں کے دو فرقے جن کا ذکر اکثر ہوتا ہے امرا اور وزراء تھے۔ ایک امیر ا کاؤنٹ ا عام طور پر اپنے ضلع میں جو قدیم سلطنت روما کی میونسپلٹی کی برابر تھا بادشاہ کا قائم مقام ہوتا تھا۔ امیروں کی ایک خاص تعداد پر بادشاہ ایک ڈیوک یعنی امیر الامرا کو افسر مقرر کردیتا تھا۔ یہ دونوں خطاب جرمنوں نے رومی افسران سے مستعار لئے تھے۔ اگرچہ بادشاہ ان افسرون کو مقرر کرتا تھا اور جب چاہے اُنکو برطرف کرسکتا تھا لیکن اُن کا یہ طبعی میلان تھا کہ وہ اپنے اپنے عہدوں پر زندگی بھر مامور رہیں۔

Marfat.com

ہم چارلس کو ایکی ٹین، بویریا اور الیمنیہ کے ڈیوکوں سے نبرد آزما دیکھتے ہیں جن میں سے ہر ایک اپنے اپنے علاقہ کو جس پر وہ بادشاہ کی طرف سے حکومت کرنے کے لئے مامور تھا ایک علیحدہ اور خود مختار ملک اپنے زیر فرماں بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ان باغی عمائدین کے خلاف متواتر جنگ و جدل کے بعد اُن تمام بیرونی اضلاع کو جو اپنا تعلق فرینک سلطنت سے قطع کرنے یا فراموش کرنے پر مائل تھے متحد رکھنے میں چارلس کامیاب ہوا۔

چارلس اور اس کے لاٹ پادری خواجہ سرا کے لئے لاٹ پادری بھی قریب قریب اتنے ہی تکلیف دہ ثابت ہوئے جتنے کہ ڈیوک اور بعد ازاں کاؤنٹ۔ یہ سچ ہے کہ لاٹ پادریوں کی نامزدگی چارلس نے اپنے اختیار میں رکھی اور پادریوں کی جماعت اور گرجا کے لوگوں کو اپنا سردار منتخب کرنے کا حق دینے سے انکار کر دیا حالانکہ کلیسا کے قواعد میں یہ مندرج تھا۔ لیکن جب اسقف کلیسا کی جاگیروں پر قابض ہو جاتا تھا اور اپنے وسیع اختیارات اور اقتدار کو کام میں لاتا تھا تو اُسے اکثر یہ ترغیب ہوتی تھی خصوصاً جبکہ وہ امرا کے فرقہ میں سے ہوتا تھا کہ وہ اپنے جلیل القدر عہدہ کے حقوق سے فائدہ اٹھا کر عملی طور پر اپنی جداگانہ آزاد ریاست قائم کرلے۔ یہی حال طاقتور خانقاہوں کے سرداروں کا بھی تھا۔ چارلس نے ان خطرناک اسقفوں اور پادریوں کو قاطبۃً معزول کر دیا۔ اُس نے اُن کی جگہ اپنے دوستوں کو مقرر کر دیا اور آئینِ کلیسا کا قطعاً خیال نہ کیا۔ مثلاً اُس نے اپنے برادر زادہ کو پیرس، روئن اور بیوکی گرجاؤں کے علاوہ دو خانقاہیں بھی دیدیں۔ تاہم یہ نئے پادری بھی پُرانے پادریوں سے کچھ بہتر ثابت نہ ہوئے کیونکہ اپنی پادریانہ وضع کے باوجود آخرکار وہ غیر پادری ہی تھے جنہوں نے اپنے معمولی طریقہ پر جنگ و جدال اور شکار کو برقرار رکھا۔

چارلس کے کارناموں میں نہایت مشہور اُس کی وہ فیصلہ کن شکست تھی جو اُس نے مسلمانوں کے مقدمۃ الجیش کو دی۔ یہ لوگ اسپین سے گال میں پیشقدمی کرتے چلے جاتے تھے۔ لیکن اس بارہ میں کچھ لکھنے سے پیشتر ان حملہ آوران اور اُن کے مذہب کا کچھ مختصر حال معلوم ہونا چاہئے کیونکہ مسلمانوں کا ذکر جیسا کہ حضرت محمدؐ کے توابعین عام طور پر کہلائے جاتے ہیں ہماری مغربی

تاریخ میں خصوصاً صلیبی جنگ کے دوران میں آئے گا۔

حضرت محمدؐ (صلعم)
سنہ ۵۷۱ء سے سنہ ۶۳۲ء تک

جب گرے گری اعظم روما میں انتقال کر رہا تھا اور اپنے جانشینوں کے ورثہ میں روحانی اور دنیاوی اقتدار چھوڑ رہا تھا تو ایک نوجوان عرب دور دراز مکہ مکرمہ میں زندگی کے اسرار پر غور کر رہا تھا اور ایک ایسی مذہبی طاقت کی بنیاد رکھ رہا تھا جو یورپوں کی طاقت کے ہمسر ہو گئی۔ حضرت محمدؐ کے زمانہ سے پیشتر عربوں نے دنیا کی تاریخ میں کوئی اہم کام انجام نہیں دیا تھا۔ مختلف فرقے جو جابجا پھیلے ہوئے تھے ایک دوسرے سے جنگ و جدل کرتے رہتے تھے اور ہر ایک قبیلہ کا جداگانہ دیوتا تھا اور وہ اگر کبھی کرتے تھے تو اسی کی پرستش کرتے تھے۔ لیکن جب ان بادیہ نشینوں نے حضرت محمدؐ کو رسول خدا اور اُن کے مذہب اسلام کو قبول کر لیا تو وہ اپنے مذہب کی اشاعت اور دنیا کو اپنا محکوم بنانے کے لئے ناقابل تسخیر طاقت ہو گئے۔

سن ہجری
سنہ ۶۲۲ء

حضرت محمدؐ شریف خاندان سے تھے لیکن ناداری کی وجہ سے ایک متمول بیوہ کے ملازم ہو گئے جن کا نام حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھا اور جو اُن پر عاشق ہو گئیں اور اُن کی بیوی بن گئیں۔ وہ پہلی مسلمان خاتون تھیں اور انہوں نے اپنے شوہر کی ہمت و جرأت کو قائم رکھا حالانکہ مکہ میں کوئی شخص بھی اُس وقت اُن کے الہامات کا معتقد نہ تھا اور نہ اُن کی تعلیمات کو قبول کرتا تھا جن کو وہ براہ راست حضرت جبرئیلؑ سے حاصل کرنے کے مدعی تھے آخر کار

سلہ اس موقع پر فردوسی کے اشعار جو اُس نے سلطنت ایران کے شہنشاہ یزدگرد کی زبان سے ادا کئے ہیں جب حضرت سعد وقاص نے دعوت اسلام کا خط بھیجا ہے لائق اظہار ہیں۔

زشیر شتر خوردن و سوسمار + عرب را بجائے رسید است کار
اونٹ کا دودھ اور گوہ کھاتے کھاتے — اب عرب کو یہ دن لگے کہ
کہ تخت کیاں را کنند آرزو + تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو
کیانی تخت کی ہوس ہے — او آسماں! تجھ پر تف ہے اور پھر تف ہے

عالم اسلام

Marfat.com

Marfat.com

اُن کو پتہ لگا کہ اُن کے کثیر التعداد دشمن اُن کے قتل کرنے پر آمادہ ہیں پس وہ قریب کے شہر مدینہ میں ہجرت کر گئے جہاں کہ اُن کے بہت دوست تھے۔ یہ واقعہ جو ۶۲۲ء میں واقع ہوا ہجرت کہلاتا ہے اور اسی سے مسلمان اپنے سال و ماہ کا حساب کرتے ہیں۔ مکہ کے لوگوں (کفار قریش) اور مدینہ کے مددگاروں (انصار) میں جنگ برپا ہو گئی۔ آٹھ برس گزرنے کے بعد وہ ایک فاتح سپاہ کی معیت میں مکہ میں داخل ہوئے جو عرب کا مذہبی مرکز تھا۔ اُن کی وفات سے قبل (۶۳۲ء) تمام عرب سرداران اُن کے زیر فرماں ہو گئے تھے۔ اور اُن کا مذہب اسلام (جس کے معنی اطاعت خدا کے ہیں) تمام جزیرہ نمائے عرب میں پھیل گیا تھا۔

قرآن شریف اور اسلام

حضرت محمدؐ پر وقتاً فوقتاً بیہوشی طاری ہو جاتی تھی جس کے بعد وہ اپنے شوقین سامعین (اصحاب) کو خدا کا پیغام سناتے تھے۔ اُن کی وفات کے بعد یہ الہامات ایک کتاب کی شکل میں جمع کئے گئے جس کو قرآن شریف کہتے ہیں اور جو مسلمانوں کی مقدس انجیل ہے۔ اس میں نئے مذہب کے تمام اصول اور وہ تمام قوانین درج ہیں جن کی پابندی ہر دیندار پر فرض ہے۔ یہ مذہب خدائے واحد "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ" "الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ" کی پرستش کرنا اور حضرت محمدؐ کو رسول اللہ جاننا سکھاتا ہے۔ یہ قیامت کے دن کو آنیوالا بتاتا ہے جبکہ ہر شخص اپنے اعمال کی سزا یا جزا پائیگا اور یا تو جنت الفردوس کے دروازے اُس پر کھل جائیں گے یا وہ ابدالآباد تک جہنم میں رہے گا۔ جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوں گے وہ اعلیٰ علیین میں رہیں گے جہاں وہ اپنے گزشتہ اعمالوں کی بدولت اس دنیا کے قصوں سے چھوٹ جائیں گے اور زرکار اور سنہری گدوں پر آرام کریں گے اور اُن کی خدمت کے لئے حوریں ہوں گی۔ اسلام میں مذہب یہود و نصاریٰ کی بہت سی باتیں ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کو بھی اُس میں جگہ دی گئی ہے لیکن وہ صرف انبیاء علیہم السلام میں سے مثل حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور دیگر نبیوں کے، ایک نبی خیال کئے جاتے ہیں جنہوں نے مذہب آسمانی کی تعلیم بنی نوع انسان کو دی ہے۔

Marfat.com

حضرت محمدؐ کا مذہب قرونِ وسطیٰ کی عیسائی کلیسا کے مذہب سے زیادہ سادہ تھا۔ اس میں پادریوں کی کوئی جماعت نہ تھی اور نہ پیچیدہ اور دشوار رسوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ایک دیندار مسلمان کو ہر روز پانچ مرتبہ نماز پڑھنی چاہیئے اور اُس کا منہ ہمیشہ مکہ (قبلہ) کی طرف ہونا چاہیئے۔ سال بھر میں ایک ماہ روزے رکھنے چاہئیں۔ اگر وہ تعلیم یافتہ ہو تو اُسے قرآن شریف حفظ کرنا چاہیئے۔ مسجد نماز اور قرآن شریف پڑھنے کی جگہ ہے، کسی قسم کی قربان گاہیں یا مورتیاں اُس میں نہ رکھنی چاہئیں۔

مسلمانوں کی فتوحات حضرت محمدؐ کے جانشین نے خلیفہ کا خطاب اختیار کیا۔ اُس کے عہد میں عربوں نے بڑی مملکتوں کو جو جانبِ شمال تھیں اور ایرانیوں اور رومی شہنشاہِ قسطنطنیہ کی ملکیت میں تھیں فتح کرلیا۔ اُن کو عجیب وغریب کامیابی حاصل ہوئی۔ حضرت محمدؐ کی وفات کے بعد دس سال کے اندر ایک سلطنتِ عظمیٰ جس کا دارالحکومت دمشق میں تھا قائم کرلی جہاں سے خلیفہ عرب، ایران، شام اور مصر پر حکومت کرتا تھا۔ آئندہ قرنوں میں نئی فتوحات افریقہ کے سواحل پر کی گئیں اور ۷۰۸ء میں طنجیر پر قبضہ کرلیا اور عرب آبنائے جبل الطارق کے اُدھر اسپین پر نظر دوڑانے لگے۔

عرب اسپین میں مغربی گاتھ کی سلطنت کی حالت اس قدر خراب تھی کہ جب چند عربوں اور بربروں کے دستۂ افواج نے جو شمالی افریقہ کے باشندے تھے سمندر کو پار کرنے کی جرأت کی تو وہ اپنی سلطنت کی حفاظت اُن کے مقابلہ میں نہ کرسکے۔ اسپین کے بعض شہر کچھ دنوں تک تابِ مقاومت لائے لیکن حملہ آوروں کو کثیر التعداد یہودیوں سے مدد ملی جن کے ساتھ اُن کے عیسائی ہموطنوں نے بُرا سلوک کیا تھا۔ رہی وہ کثیر التعداد کاشتکاروں کی جماعت جو امرا کی جاگیروں میں کام کرتے تھے، اُن پر آقاؤں کی تبدیلی کا کچھ اثر نہ ہوا۔ ۷۱۱ء میں عربوں اور بربروں نے ایک بڑی لڑائی میں فتح حاصل کی اور جزیرہ نما میں رفتہ رفتہ نئے افریقہ کے باشندے آباد ہوتے رہے اور ملک پر اپنا قبضہ کرتے رہے۔ سات سال کے عرصہ میں مسلمان کوہ پیرینیز کے تقریباً

تمام جنوبی ملک پر قابض ہو گئے۔ بعد ازاں انہوں نے کوہ پیرنیز کو طے کر کے گال کا رستہ اختیار کیا اور ناربون کے گرد کے ضلع پر قبضہ کرلیا۔ کچھ عرصہ تک ایکی ٹین کا ڈیوک اُن کو آگے بڑھنے سے روکتا رہا لیکن ۷۳۲ء میں انہوں نے ایک بڑی سپاہ فراہم کی۔ ڈیوک کو بورڈیو کے قریب شکست دی اور پوآٹیر کی طرف رُخ کیا جہاں انہوں نے گرجا کو جلا دیا اور پھر وہ ٹورس کی جانب روانہ ہو گئے۔

جنگ ٹورس ۷۳۲ء

چارلس مارٹل نے فوراً اعلان مشتہر کئے اور اُن سب لوگوں کو جو ہتھیار اُٹھا سکتے تھے صلائے عام دی اور اُسی سال مسلمانوں کے مقابلہ کو آیا اور اُن کو ٹورس کے قریب پسپا کر دیا۔ دراصل ہم کو اس لڑائی کے مفصل حالات معلوم نہیں ہیں لیکن یہ بات یقینی ہے کہ مسلمان واپس ہو گئے اور پھر انہوں نے مغربی یورپ کے فتح کرنے کے لئے کوئی دوسری کوشش نہیں کی۔

پپن اور کارلومین

چارلس نے اپنی وفات سے قبل جو ۷۴۱ء میں ہوئی خواجہ سرا کے عہدہ پر اپنے دونوں بیٹوں پپن اور کارلومین کو نامزد کر دیا۔ دونوں بھائیوں نے برائے نام بادشاہ کو تخت پر رہنے دیا لیکن اُسے کوئی کام کرنے کے لئے نہیں تھا جیسا کہ مورخ کہتا ہے "بلکہ اُس کو اپنے آپ کو بادشاہ کہلائے جانے اور اپنے لمبے بال اور لمبی ڈاڑھی پر قانع ہونا پڑا۔ وہ تخت پر بیٹھتا تھا اور مصنوعی بادشاہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ اُن سفیروں کو جو اطراف و جوانب سے آتے تھے، اُنکی باتیں سنکر وہ جوابات دیتا تھا جنکی تعلیم اُس کو کر دی جاتی تھی گویا کہ وہ خود اپنی مرضی سے شاہی جوابات دے رہا ہے۔ دراصل وہ کچھ نہ تھا اور نام کا بادشاہ تھا اور اُسے بہت ہی قلیل تنخواہ ملتی تھی جو خواجہ سرا کی مرضی پر موقوف تھی"۔ نئے خواجہ سرا تمام مخالفت کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دینے میں کامیاب ہوئے۔ اس کے بعد کارلومین نے، جس سے ہر شخص متحیر ہوا، تخت چھوڑ دیا اور راہبانہ لباس زیب تن کیا۔ فرینک سلطنت کا تمام انتظام پپن نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ہم فرینک تاریخ میں یہ معمولی تحریر دیکھتے ہیں کہ "تمام ملک میں دو برس تک امن و امان رہا" (۷۴۹ء)

سے ۷۵۲ء تک)۔

پپن پوپ کی رضامندی سے خود تاجِ شاہانہ زیبِ سر کرتا ہے ۷۵۲ء

پپن نے اب اپنے آپ کو اِس قدر طاقتور محسوس کیا کہ وہ برائے نام بادشاہ کو علیحدہ کردے اور خود قوم فرینک کی برائے نام اور واقعی بادشاہت اختیار کرلے۔ لیکن بالکل معطل بادشاہ کو بھی تخت سے اتارنا ایک نازک مسئلہ تھا پس اُس نے کلیسا کے سردار سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا۔ پپن کے اِس سوال کے جواب میں کہ آیا فرینک کے میرووِنگین بادشاہ کو جس کو کوئی طاقت حاصل نہیں سلطنت کرتے رہنا چاہیئے، پوپ نے لکھا کہ "یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ جس کو سلطنت میں طاقت حاصل ہو وہی بادشاہ بھی ہونا چاہیئے اور بادشاہ کہلایا جانا چاہیئے بہ نسبت اُس شخص کے جو غلط طور پر بادشاہ کہلاتا ہے۔"

یہاں یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ پوپ نے پپن کو کسی معنی میں بھی بادشاہ نہیں بنایا جیسا کہ آئندہ مصنفین نے اِس امر کا دعویٰ کیا ہے۔ اُس نے ایسے غصب کی منظوری دیدی جو عملی طور پر شدنی تھا اور جو قوم فرینک کی مرضی سے عمل میں آیا۔ اُمرا اور وزرا، کی حفاظت میں ہو کر، سینٹ بونی فیس سے سر پر تیل ملوا کر اور پوپ کی برکتیں حاصل کرکے پپن ۷۵۲ء میں کیرولنگین خاندان کا پہلا بادشاہ بن بیٹھا۔ یہ خاندان پہلی چند نسلوں سے قوم فرینک پر عملی حکمراں تھا۔

بادشاہت کا نیا نظریہ

بادشاہت کے نظریہ میں پوپ کی شرکت سے ایک بڑی اصولی تبدیلی واقع ہوئی۔ اِس وقت تک جرمنوں کے بادشاہ منتخب فوجی سرداروں میں سے ہوتے تھے یا لوگوں کی رضامندی یا کم از کم امرا کی خوشنودیٔ مزاج سے بادشاہ رہتے تھے۔ اُن کا قانون الہامی نہ ہوتا تھا بلکہ رائے عامہ پر مبنی ہوتا تھا جو دیگر مدعیانِ تاج و تخت کی کوششوں کو بیکار کرنے کے لئے کافی حکمت اور ہردلعزیزی سے حاصل کی جاتی تھی۔ پپن کی تخت نشینی قدیم یہودیوں کے طریقہ کے مطابق سر پر تیل ڈالنے سے ہوئی۔ پہلے یہ عمل سینٹ بونی فیس نے کیا بعد ازاں پوپ نے خود ایسا کیا جیسا کہ

گبن[1] نے لکھا ہے "ایک جرمن سردار خدا کا مقبول بادشاہ بن گیا"۔ پوپ نے خدا کی لعنت اُس شخص پر بھی جو پپن کی مقدس اور عمدہ نسل کی جگہ خود بادشاہ بننے یا بنانے کی کوشش کرے۔ بادشاہ کی اطاعت کرنا مذہبی فرض ہو گیا۔ جب اُس نے اُس کی منظوری حاصل کر لی تو کلیسا کی نظر میں پپن خدا کا خلیفہ فی الارض ہو گیا۔ آئندہ بادشاہوں کے اِس خیال کی بنیاد کہ "خدا کی رحمت سے ہم فلاں کام کرتے ہیں" یہاں پائی جاتی ہے۔ اُن کے خلاف خواہ وہ کیسے ہی بُرے ہوں بغاوت کرنا نہ صرف سیاسی جرم تھا بلکہ گناہ بھی تھا۔

پپن کے غصب کی منظوری سے جو پوپ نے دی، اُن خوشگوار تعلقات کا پتہ چلتا ہے جو مغرب کی دو بڑی سے بڑی طاقتوں یعنی مضبوط و مستحکم فرینک سلطنت کے سردار اور کلیسا کے سردار کے درمیان تھے۔ اِن خوشگوار تعلقات نے جلد اُس اتحاد کی صورت اختیار کر لی جو یورپ کی تاریخ میں اہمیت رکھتا ہے۔ اِس بات کو سمجھنے کے لئے ہم کو اُن تحریکات پر نظر ڈالنی چاہیے جنہوں نے پوپ کو اپنے قدیم بادشاہوں یعنی قسطنطنیہ کے قیصروں کی اطاعت ترک کرنے اور پپن اور اُس کے جانشینوں کی استعانت حاصل کرنے کی ترغیب دی۔

تصاویر اور مورتیوں کی تعظیم پر بحث جو بحثِ بت شکنی کے نام سے مشہور ہے۔

گریگری اعظم کی وفات کے بعد ایک صدی سے زائد عرصہ تک اُس کے جانشین، شہنشاہ کی محترم رعایا کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے رہے۔ وہ ہمیشہ اُس کی امداد پر شمالی اٹلی کے لمبرڈوں کے خلاف بھروسہ کرتے رہے جو روما کو اپنے مقبوضات میں شامل کرنے کا منشا ظاہر کر رہے تھے۔ مگر ۷۲۵ء میں شہنشاہ لیو سوئم نے یہ فرمان جاری کر کے کہ حضرت عیسیٰؑ اور اولیا کی مورتیوں کا احترام نہ کیا جائے، پوپ کو معاندانہ مخالفت کے لئے مجبور کیا۔ شہنشاہ ایک سمجھدار عیسائی تھا اور مسلمانوں کے اِن طعنوں کو نہیں برداشت کر سکتا تھا کہ عیسائی

---

[1] گبن مشہور انگریزی مورخ ہے جس نے سلطنتِ روما کے زوال کی تاریخ لکھی ہے (مترجم)۔

بت پرستوں کی مانند ہیں اور ہم تمام مورتیوں کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔ لہذا اُس نے حکم دیا کہ تمام مقدس مورتیاں اُس کی سلطنت کے اندر گرجاؤں سے علیحدہ کر دی جائیں اور گرجاؤں کی دیواروں کی تصاویر پر سفیدی کرا دی جائے۔ اِس فرمان نے قسطنطنیہ میں بھی سخت مخالفت پیدا کر دی اور جسقدر دور مغرب کی طرف کوئی جاتا وہ دیکھتا کہ اُسی قدر زیادہ مخالفت اِس حکم کی کیجاتی تھی۔ پوپ نے فرمان کی تعمیل سے انکار کر دیا کیونکہ اُس نے کہا کہ شہنشاہ کو اُن رسوم میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے جنکو کلیسا نے مقدس کر دیا ہے۔ اُس نے ایک کونسل منعقد کی جس نے اُن تمام اشخاص کو عیسائیت سے خارج کر دیا جو مقدس مورتیوں کو پھینکیں، تباہ و برباد کریں، اُن کی بے حرمتی کریں یا اُن کو بُرا بھلا کہیں۔" مغرب کی مخالفت کامیاب ہوئی اور مورتیاں بدستور اپنی جگہ پر رہیں۔[۱]

پوپ اور قوم لمبرڈ اُس نفرت کے باوجود جو پوپوں کو بت شکن لیؤ اور اُس کے جانشینوں سے ہو گئی تھی وہ کبھی اِس بات سے مایوس نہیں ہوئے کہ شہنشاہ لمبرڈوں کو روما سے دور رکھنے کے لئے اُن کی مدد نہ کرے گا۔ آخر کار قوم لمبرڈ کا فرماں روا ایک شخص ایس ٹلف ہو گیا جو "ولد الزنا" تھا۔ اُس نے کلیسا کے سردار کی دھمکیوں یا منت سماجت پر مطلق توجہ نہ کی۔ ۷۵۱ء میں ایس ٹلف نے ریوینا پر قبضہ کر لیا اور روما پر چڑھائی کی دھمکی دی۔ اُس نے یہ تجویز پیش کی کہ مشرقی شہنشاہ کے بجائے خود اُس کا اقتدار قائم کیا جائے اور اٹلی کو جس کا دار الحکومت روما ہو ایک علیحدہ سلطنت بنا دی جائے۔ یہ وقت جزیرہ نمائے اٹلی کے لئے نازک تھا۔ کیا اٹلی، گال کی طرح قوم جرمن کی ایک علیحدہ سلطنت ہونے والی تھی اور جیسا کہ فرانس نے کیا ہے ایک مخصوص ہئیت کو ترقی دیتی؟ لمبرڈوں نے اتنی ترقی کر لی تھی کہ وہ ایک ایسی سلطنت کا جو بعد ازاں ایک قوم ہو جاتی انتظام

---

[۱] ابتدائی مذہب پروٹسٹینٹ کی بڑی خصوصیت آٹھ سو سال بعد یہی تھی کہ اُس نے مورتیوں اور تصاویر پر جو جرمنی، انگلستان، بلجیم اور ہالینڈ کی گرجاؤں کی زیب و زینت تھیں لیؤ کے حملہ کو از سر نو زندہ کیا۔ (مصنف)

کرسکتے تھے ۔ لیکن کلیسا کا سردار اپنی آزادی کو اٹلی کے بادشاہ کی رعایا بن کر مخاطرہ میں ڈالنے پر راضی نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا یہ پوپ ہی تھا جس نے سلطنت اٹلی کے قیام کو اِس موقع پر روکا اور جس نے اُسی بنا پر اٹلی کے متحد ہونے کے رستہ میں ایک ہزار برس سے زائد عرصہ تک روڑے اٹکائے ۔ یہانتک کہ آخرکار وکٹر ایمونیل نے کچھ بہت زمانہ نہیں گزرا پوپ کو اُس کے مقبوضات سے برطرف کردیا۔ اپنے قدرتی محافظ شہنشاہ سے اپنی مصیبت میں بیفائدہ التجا کرنے کے بعد پوپ کو اِس کے سوا کچھ بن نہ پڑا کہ وہ پپن سے امداد کا خواہاں ہو جس کی وفاداری پر اُس کو

پوپ قوم فرینک سے امداد کا خواہاں ہوتا ہے

اعتماد کرنے کی ہر ایک وجہ تھی۔ چنانچہ وہ کوہ ایلپس کو عبور کرکے پہنچا اور فرینک بادشاہ نے اُس کا نہایت عزت اور احترام سے استقبال کیا جو اُس کے ہمراہ اٹلی کو آیا اور روما کو سنہ ۷۵۴ء میں مصیبت سے نجات دی۔

پپن قوم لمبرڈ کو اپنا محکوم بناتا ہے

پپن نے مشکل سے کوہ ایلپس کو عبور کیا تھا کہ لمبرڈوں کے بادشاہ نے جو روما کو اپنے مقبوضات میں شامل کرنے کا بہت شایق تھا پھر "ابدی شہر" کا محاصرہ کیا پوپ اسٹیفنس کے خطوط اس نازک وقت پر قوم فرینک کے بادشاہ کے نام اُس زمانہ کی خصوصیات کو ظاہر کرتے ہیں۔ پوپ نہایت زور سے لکھتا ہے کہ پپن کی تمام کامیابیاں سینٹ پیٹر کی بدولت ہیں اور اب اُس کو اُس کے جانشین کی گلوخلاصی کے لئے جلد آنا چاہیئے۔ اگر بادشاہ حواریوں کے شہزادہ کے شہر کو قوم لمبرڈ سے تباہ و برباد ہونے دیگا تو اُس کی خود روح کو دوزخ میں شیطان اور اُس کے تباہ کن نائبین تکلیف و ایذا پہنچائیں گے۔ یہ وجوہ مؤثر ثابت ہوئیں۔ پپن نے فوراً دوسرے سفر اٹلی کی تیاری کی اور وہاں سے اُس وقت تک واپس نہ گیا جبتک قوم لمبرڈ کی سلطنت خود اُس کی باجگزار نہ بن گئی جس طرح بویریا اور ایکی ٹین پیشتر بنے تھیں۔

پپن کا عطیہ

پپن نے بجائے اس کے کہ وہ اِن اراضیات کو جنپر قوم لمبرڈ حال میں قابض ہو گئی تھی مشرقی شہنشاہ کو واپس کرے اُن کو پوپ کے حوالہ کردیا۔ کن شرائط پر یہ ملیں ٹھیک معلوم نہیں کیونکہ حوالگی کی دستاویز کا پتہ نہیں چلتا۔ اِن اہم اضافوں کی وجہ سے جو سینٹ پیٹر کی پہلی ملکیتوں

میں ہوئے، پوپ بعد ازاں وسط اٹلی کے ایک بڑے ضلع کا برائے نام فرمانروا ہوگیا جو جزیرہ نما میں ریونیا سے روما کے ایک جنوبی مقام تک پھیلا ہوا تھا۔ اگر پین نے جیسا کہ بہت سے مصنفین کا خیال ہے پوپ کو اس ضلع کا بادشاہ تسلیم کرلیا تھا تو یہ وہ پہلی سلطنت تھی جسکی قسمت میں یورپ کے نقشہ پر انیسویں صدی تک قائم رہنا لکھا تھا۔ ۱۸۶۰ء کے نقشۂ اٹلی میں بھی اس مملکت کو "کلیسائی ریاست" دکھلایا گیا ہے۔

پین کے عہد کی اہمیت | پین کا عہد کئی اعتبار سے قابلِ یادگار ہے۔ اس عہد میں فرینک سلطنت کی شاہی طاقت مستحکم ہوئی جو جلد مغربی یورپ کے زیادہ حصہ کو اپنے زیرِ فرماں کرنے والی تھی اور موجودہ ممالکِ فرانس، جرمنی اور آسٹریا کی ترقی کے لئے ایک زینہ بنانے والی تھی۔ اس عہد میں اٹلی کے معاملات میں ایک شمالی شہزادہ کی مداخلت کی پہلی مثال قائم ہوئی جو آئندہ فرانسیسی اور جرمن بادشاہوں کے لئے سدِ راہ ثابت ہوئی۔ آخری بات اس عہد کی یہ ہے کہ اب پوپ بھی ایک علیحدہ سلطنت کا مالک ہوگیا جو اپنے مختصر رقبہ کے باوجود یورپ کی نہایت اہم اور مستقل سلطنت ثابت ہوئی۔

پین اور اُس کے بیٹے شارلمین نے پوپ کی منظوری کو جو اُن کے خطابِ شاہی کے لئے دیگئی اپنے لئے مفید سمجھا اور اُس کے مضر نتائج پر غور نہ کیا۔ تاہم یہ بالکل سچ ہے جیسا کہ گبن کہتا ہے کہ "سینٹ پیٹر کی یادریانہ سلطنت کے ماتحت قومیں دریائے ٹائبر کے کناروں پر اپنے بادشاہوں، اپنے قوانین اور اپنی قسمت کے فیصلوں کو تلاش کرنے کی عادی ہوگئیں۔" آگے چلکر ہمیں اس مقولہ کا کافی ثبوت ملے گا۔

باب ہفتم

شارلمین

شارلمین جرمن اقوام کا سب سے پہلا تاریخی شخص ہے جس کا حال ہم کو قابلِ اطمینان طریقہ پر معلوم ہے۔ اگر اُس سے مقابلہ کیا جائے تو تھیوڈرک، چارلس مارٹل، پپن اور دیگر بقیہ اشخاص، اُس کے سامنے ہیچ ہیں۔ اُن کے کارناموں کے بعض حالات کا پتہ تاریخ سے ضرور ملتا ہے لیکن اُن کے مزاج اور طرزِ عمل کے بارہ میں ہم کوئی صحیح رائے قائم نہیں کر سکتے۔

شارلمین کا حلیہ

شارلمین کا حلیہ جیسا کہ اُس کے وزیر نے بیان کیا ہے بادشاہ کے طرزِ عمل کے اس قدر مطابق ہے جو اُس نے اپنے عہدِ ہمایوں مہد میں ظاہر کیا کہ ہم کو ضرور اُس کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ وہ طویل اور قد آور آدمی تھا۔ اُس کا چہرہ گول تھا، اُس کی آنکھیں بڑی بڑی اور چمکدار تھیں۔ اُس کی ناک معمول سے کسی قدر زیادہ بڑی تھی۔ اُس کا لہجہ صاف اور خوشگوار تھا۔ خواہ وہ بیٹھا ہو یا کھڑا ہو اُس کی صورت بارعب تھی کیونکہ تناسب اعضا اور اُس کے بدن کی خوبصورتی کی وجہ سے دیکھنے والوں کو یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ اُس کی گردن کسی قدر چھوٹی اور اُس کا جسم ضرورت سے زائد مضبوط تھا۔ اُس کا قدم بھاری پڑتا تھا اور اُس کی شکل مردانہ تھی۔ اُس کی آواز صاف تھی لیکن اس جسامت کے لحاظ سے کسی قدر کمزور تھی۔ وہ تمام جسمانی ورزشوں میں مشّاق تھا، گھوڑے کی سواری اور شکار کا شائق تھا اور ایک ماہر تیراک تھا۔ اُس کی عمدہ صحت اور اُس کی جسمانی چستی اور تکلیف کی برداشت ہی سے اُس تعجب خیز چالاکی کی وجہ سمجھ میں آجاتی ہے جس سے وہ اپنی وسیع سلطنت میں دورہ کرتا تھا۔

اور نہایت دور دراز مقامات میں کثیر التعداد لڑائیاں لڑتا تھا جو حیرت انگیز طریقے پر یکے بعد دیگرے ہوتی رہتی تھیں۔

اُس کی تعلیم اُس کی توجہ علم کی طرف اور اُس کی دلچسپی رفاہ عام کے کاموں میں

شارلمین ایک تعلیم یافتہ شخص تھا اور وہ جانتا تھا کہ علم کی ترقی اور عالموں کی قدردانی کس طرح کی جاسکتی ہے۔ وہ کھانا کھانے کے وقت کوئی نہ کوئی کتاب سنتا تھا۔ اُس کو تاریخ سے بہت دلچسپی تھی اور سینٹ آگسٹائن کی کتاب موسوم بہ "خدا کا شہر" بہت پسند تھی۔ وہ لاطینی اچھی طرح بول سکتا تھا اور یونانی کو آسانی سے سمجھ لیتا تھا۔ اُس نے کوشش کی کہ اُسے لکھنا آجائے لیکن اُس نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں لکھنا شروع کیا اور اس لئے اپنے دستخط کرنے کے سوا وہ کچھ اور نہ سیکھ سکا۔ اُس نے عالموں کو اپنے دربار میں بلایا۔ اُن کی علمیت سے فائدہ اُٹھایا اور سررشتہ تعلیم کے دوبارہ اجرا میں بہت کوشش کی۔ وہ عمارات اور دیگر رفاہ عام کے کاموں میں ہمیشہ مصروف رہتا تھا جن سے اُس کی سلطنت کی زیب و زینت بھی تھی اور فائدہ بھی تھا۔ اُس نے مشہور بڑی گرجا بمقام ایکسلاشپیل کا خود نقشہ تجویز کیا اور اُس کی تکمیل و آرائش میں نہایت دلچسپی ظاہر کی۔ اُس نے دو شاہی قصر تعمیر کرانے شروع کئے جو نہایت عمدگی اور کاریگری کے ساتھ بنائے گئے۔ ایک مےینس کے قریب اور دوسرا بمقام نِم وی جن ملک ہالینڈ میں تعمیر ہوا اور مےنیس پر دریائے رہائن کا ایک طویل پُل بنوایا۔

قصے اور کہانیوں کا شارلمین

انسانوں کے دماغ پر جو گہرا اثر اُس کی سلطنت نے ڈالا، اُس کی وفات کے بعد وہ اور بھی زیادہ ہوگیا۔ وہ اُن تمام قصے کہانیوں کا سورما بن گیا جو خلاف تاریخ کارناموں اور مہمات سے پُر ہیں اور جن کا نہایت وثوق کے ساتھ صدیوں تک اُس کے نہایت معتبر کاموں میں شمار ہوتا رہا۔ سینٹ گال کی خانقاہ کے ایک کہن سال راہب کے خیال میں جس نے شارلمین کے حالات اُس کی وفات کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد لکھے ہیں قوم فرینک کے بادشاہ نے تمام یورپ کو اپنی کثیر التعداد افواج سے جو درخشندہ

اسلحہ کا ایک بحرِ ذخار معلوم ہوتی تھیں فتح کر ڈالا تھا۔ اُس کے درباری امرا رمافوق طاقت رکھتے تھے چنانچہ وہ آیندہ صدیوں کے لئے نمونۂ شجاعت وجوانمردی قرار دے دئے گئے۔ قرونِ وسطیٰ کی تمام نظموں کی کتابوں میں شارلمین کا حال پایا جاتا ہے اگرچہ صحیح واقعات کو بہت توڑ مروڑ کر لکھا ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ شاندار ضرور ہے۔

شارلمین کے عہد کے مطالعہ سے ہم پر جو پہلا اثر پڑتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ واقعی قابل الذکر شخص تھا۔ دنیا کی تاریخ میں بڑے لوگوں میں سے تھا اور استحقاقاً قرونِ وسطیٰ کا سورما تھا۔ یورپ کی ترقی کی شاہراہ پر جس قدر گہرا اثر اُس نے ڈالا ہے کسی دوسرے شخص سے ممکن نہیں ہوا۔ ہم اُس کا ذکر پہلے فاتح، پھر منتظم اور حکومت کے مختلف شعبوں کے موجد اور بالآخر علم و شائستگی کے مربی کی حیثیت سے کریں گے۔

شارلمین کا خیال ایک بڑی عیسائی سلطنت کے قیام کے بارہ میں

شارلمین کا منتہائے خیال تمام جرمن اقوام کو متحد کر کے ایک بڑی عیسائی سلطنت قائم کرنا تھا اور وہ اپنے اس مقصد کے حصول میں حیرت انگیز طریقہ پر کامیاب ہوا۔ پپن کی سلطنت میں اُس ملک کا صرف ایک مختصر حصہ جس کو اب جرمنی کہتے ہیں شامل تھا۔ فریسیا اور بویریا نے مذہب عیسوی قبول کر لیا تھا اور اُن کے دیسی فرمانروا شارلمین کے پیشروؤں کی کوششوں اور مبلغین کی سعی سے خصوصاً بونی فیس کی کوشش سے قوم فرینک کی فوقیت اور برتری باقاعدہ تسلیم کرنے لگے تھے۔ ان دونوں نیم خودمختار ملکوں کے درمیان غیر مفتوح قوم سیک سنس رہتی تھی۔ وہ اب تک قدیم مذہب کے پیرو تھے اور اب تک انہیں باتوں اور رسم و رواج کے پابند تھے جو رومی مورخ ٹے سی ٹس نے سات صدی پیشتر ان لوگوں میں دیکھے تھے۔

قوم سیک سنس کو فتح کرنا

سیک سنس اُس حصۂ ملک میں آباد تھے جو کسی قدر کولون کے مشرق میں دریائے ایلب تک اور شمال کی جانب اُس حد تک جہاں بریمن اور ہیمبرگ کے بڑے شہر آباد ہیں چلا گیا ہے۔ سیکسنی کی موجودہ سلطنت مشکل سے ان حدود کے اندر آ سکتی ہے

سیکسنس کے یہاں نہ شہر تھے اور نہ سڑکیں تھیں لہذا اُن کو مغلوب کرنا نہایت مشکل تھا۔ کیونکہ وہ اپنے مختصر سامان کو لے کر فوراً جنگلوں اور دلدلوں کی طرف پسپا ہو سکتے تھے جب وہ کسی حملہ آور کا مقابلہ میدان میں نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اُن کو جبتک مغلوب نہ کیا گیا وہ برابر فرینک سلطنت کے لیئے ایک خطرہ ثابت ہوتے رہے لہذا اُن کے ملک کو فرینک سلطنت کی حدود درست کرنے کے لیئے شامل کرنا ضرور تھا۔ شارلمین نے اپنی سپاہیانہ زندگی میں کوئی دوسرا کام اِس قدر بددلی سے نہیں کیا جسقدر کہ سیک سنس کو مغلوب کرنا اور اسی وجہ سے اُس کی توجہ برسوں تک اِدھر منعطف رہی۔ متواتر نئی بغاوتوں کو فرو کرنا پڑا اور آخر کار کلیسا کی بدولت نہ کہ شارلمین کی سپاہ کی شجاعت سے یہ عظیم نیک کام انجام کو پہنچا۔

سیک سنس کا عیسائی ہونا

کسی جگہ ہم کو کلیسا کے اقتدار کی اِس سے بہتر مثال نہیں ملتی جیسی کہ شارلمین کے اُس کامل اعتماد سے جو اُس نے سیک سنس کے ساتھ برتاؤ کرنے میں کلیسا پر ظاہر کیا۔ کسی قوم کی بغاوت کے بعد اُس نے باغیوں سے کلیسا کا احترام کرانا اور اُن کا اصطباغ لینا اتنا ہی ضروری خیال کیا جتنا کہ اُن کا وفادار اور اطاعت گزار باجگزار ہونا۔ وہ ایپے اور گرجائیں بنانے میں ایسا ہی مصروف تھا جیسا کہ وہ قلعوں کے بنانے میں تھا۔ نو مفتوحہ سیکسنسر کی مملکت کے لیئے جو قانون اُس نے ۷۷۵ء اور ۷۹۰ء کے درمیان جاری کیا اُس میں "اُس شخص کے لیئے سزائے موت تجویز کی گئی تھی جو اپنے مالک بادشاہ کے خلاف بغاوت کرے یا اصطباغ لینے سے اپنے آپ کو مخفی رکھے یا انکار کرے یا اپنے قدیم مذہب پر رہنا چاہے۔" شارلمین نے سیک سنس کے عیسائی ہونے کو ایسا ضروری فرض منصبی سمجھا کہ اُس نے یہ فرمان جاری کیا کہ جو شخص گرجا میں زبردستی داخل ہوگا یا کوئی چیز وہاں سے بہ جبر لے جائے گا یا چالیس روزوں کے زمانہ میں گوشت کھانے سے پرہیز نہیں کرے گا اُس کو سزائے موت دیجائیگی۔ کوئی شخص قدیم مذہب کے طریقہ پر درختوں یا چشموں پر عہد و پیمان نہیں کر سکتا تھا اور نہ دیوتاؤں کی قدیم دعوتوں میں شریک ہو سکتا تھا (کیونکہ عیسائی قدیم مذہب کے دیوتاؤں کو شیاطین کہتے تھے)

Marfat.com

اور نہ اپنے بچوں کو اصطباغ کے لئے پیش کرنے سے باز رہ سکتا تھا بشرطیکہ وہ ایک سال کے ہوگئے ہوں ورنہ اُس کو سخت جرمانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔

مقامی گرجاؤں کی امداد کے لئے اُن کے ہمسایوں کو تین سو ایکڑ زمین اور پادری کے لئے ایک مکان مہیا کرنا پڑتا تھا۔

"خدا کے حکم کے بموجب ہم بھی حکم دیتے ہیں کہ سب لوگ اپنی جائداد اور آمدنی کا دسواں حصّہ گرجاؤں اور پادریوں کو دیا کریں۔ تمام امرا اور آزاد اشخاص اور کاشتکاروں کو اپنی آمدنی کے بقدر جو ہر عیسائی کو اللہ تعالیٰ نے عنایت کی ہے ایک حصّہ خدا کو واپس دینا چاہیئے"۔

کلیسا اور حکومت کا باہم متفق ہو کر کام کرنا

یہ احکام قرونِ وسطیٰ کے اِس نظریہ کی خصوصیات ہیں کہ بادشاہ کی حکومت اور کلیسا دونوں لوگوں پر حکومت کرنے کے لئے متحد رہنی چاہئیں۔ کلیسا سے بے پروائی کرنے کو سلطنت اسی قدر بڑا جرم سمجھتی تھی جسقدر کہ بغاوت کو۔ اگرچہ دونوں شعبوں کے دعاوی میں بعض اوقات اختلاف ہو جاتا تھا لیکن بادشاہ کے افسروں یا پادریوں کے دماغ میں یہ سوال کبھی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ دینی یا دنیاوی حکومتیں دونوں لابدہیں یا نہیں۔ کوئی طبقہ کبھی خیال نہیں کرتا تھا کہ ایک کا کام دوسرے کی مدد کے بغیر چل سکتا ہے۔

شمالی جرمنی میں شہروں کی بنیادیں پڑنا

فرنیک فتح سے قبل سیک سنس کے یہاں شہر نہ تھے۔ اب لاٹ پادری کے مقام کے گرد یا خانقاہ کے اِدھر اُدھر لوگ جمع ہونا شروع ہوئے اور قصبات اور شہر آباد ہونے لگے۔ اِن میں سے خاص شہر برمین تھا جو اب تک جرمنی کے نہایت مشہور بندرگاہوں میں سے ہے۔

شارلمین قوم لمبرڈ کا بادشاہ بنتا ہے

یہ آپ کو یاد ہوگا کہ پپن نے پوپ سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ اُس کی حفاظت اُس کے دشمنوں کے مقابلہ میں کرتا رہیگا۔ قوم لمبرڈ کے بادشاہ نے شارلمین کی ظاہری مصروفیت سے جو اُس کو جرمن معاملات میں تھی فائدہ اُٹھانا

Marfat.com

چاہا اور شہر روما پر پھر حملہ کر دیا۔ شارلمین نے پوپ کی فوری امداد طلب کی جس نے اپنے باپ کے وعدوں کی تکمیل کے لئے تیاری کی۔ اُس نے لمبرڈوں کے فرمانروا کو حکم دیا کہ جو شہر اُس نے پوپ سے لے لئے تھے وہ اُن کو پوپ کے حوالہ کر دے۔ اُس کے انکار کرنے پر شارلمین نے سنہ ۷۷۳ء میں ایک بڑی جمعیت کے ساتھ لمبرڈی پر حملہ کیا اور مقام پویا پر جو دار السلطنت تھا ایک بڑے محاصرہ کے بعد قابض ہوگیا۔ قوم لمبرڈ کا بادشاہ راہب ہونے کے لئے مجبور کیا گیا اور اُس کا خزانہ فرینک سپاہیوں میں تقسیم کیا گیا۔ بعدازاں شارلمین نے نہایت ضروری کام یہ کیا کہ سنہ ۷۷۴ء میں اُس نے اپنے آپ کو تمام لمبرڈ وزرا اور امرا سے قوم لمبرڈ کا بادشاہ منوالیا۔

ایکی ٹین اور بویریا شارلمین کی سلطنت کا جزو بن گئے

ایکی ٹین اور بویریا کے بڑے صوبے فرینک سلطنت کے اب تک کبھی جزو لاینفک نہیں بنے تھے بلکہ اپنے اپنے دیسی امرا کے ماتحت شارلمین کے وقت تک نیم خود مختار رہے تھے۔ ایکی ٹین جس کے امرا نے پپن کو بہت دِق اور پریشان کیا تھا سنہ ۷۶۹ء میں فرینک سلطنت سے ملحق کر دیا گیا۔ بویریا کی نسبت شارلمین نے خیال کیا کہ جب تک وہ اپنے امیر کے ماتحت رہے گا، فرینک سلطنت کی حفاظت کیلئے قوم سلاف کے حملوں کے خلاف، جو سرحدوں پر برابر حملے کرتے رہتے تھے اُس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ پس اُس نے بویریا کے امیر کو مجبور کیا کہ وہ اپنے مقبوضات کو اُس کے حوالہ کر دے اور اپنے آپ کو ایک خانقاہ میں بند کرے۔ اس کے بعد اُس نے اس ریاست کو اپنے امرا میں تقسیم کر دیا۔ اُس نے اسطرح اپنی سلطنت میں وہ ضلع بھی شامل کر لیا جو اُس کے نو مفتوحہ سیک سنوں اور لمبرڈوں کی سلطنت کے درمیان حائل تھا۔

شارلمین کی خارجی حکمت عملی

ابتک ہم نے شارلمین کے اُن تعلقات کا ذکر کیا ہے جو اُس کے اور جرمنوں کے مابین تھے کیونکہ لمبرڈوں کی سلطنت بھی جرمنوں ہی نے قائم کی تھی۔ مگر اُس کو دوسرے لوگوں سے بھی سابقہ پڑا خصوصاً سلاف سے (جو جانب مشرق آباد تھے اور جو ایک

Marfat.com

دن پولینڈ، بوہیمیا اور وسیع روسی سلطنت کو قائم کرنیوالے تھے اور سلطنت کی دوسری سرحد پر عربوں سے جو اسپین میں تھے۔ ان لوگوں کے خلاف سلطنت کی حفاظت کرنا ضروری تھا اور شارلمین کے عہدِ حکومت کا آخری حصّہ اسی امر میں صرف ہوا جسکو ہم اُس کی خارجی حکمت عملی کہہ سکتے ہیں۔ صرف ایک لڑائی جو ۸۰۵ء میں ہوئی قوم سلاف کو مطیع کرنے میں جو سیکسنس کے شمال و مغرب میں رہتے تھے اور بوہیمیوں سے فرینک بادشاہ کی برتری منوانے اور اُسے خراج ادا کرنے میں کافی ثابت ہوئی۔

مارچز اور مارگریوز

فرینک سلطنت کی حفاظت کی ضرورت نے جو ان غیر جرمن قوموں کی ترقی سے کسی وقت مخاطرہ میں پڑ سکتی تھی، سلطنت کی سرحدوں پر مارچز[2] کے قیام کی ترغیب دی یعنی وہ اضلاع جو مارچ یا مارگریو کے فوجی امراء کے ماتحت رہیں۔ اُن کا یہ کام تھا کہ سلطنت کے اندر مخالفانہ حملوں کو روکیں۔ اِن لوگوں کی قابلیت پر اِس امر کا بہت کچھ انحصار تھا لیکن اکثر صورتوں میں انہوں نے طاقتور خاندان قائم کرلئے اور بعد ازاں سلطنت کی طوائف الملوکی میں اپنے آپ کو بالکل خود مختار فرمانروا بنا کر مدد دی۔

شارلمین اسپین میں

ایک مجلس میں جو شارلمین نے ۷۷۷ء میں منعقد کی بعض سفیر اُن مسلمانوں[1] کی جانب سے بھی اُس کی خدمت میں پیش ہوئے جو امیر قرطبہ کے خلاف تھے۔ اور شارلمین کی وفادار رعایا بننے کے لئے تیار تھے بشرطیکہ وہ اُن کی امداد کے قصد سے وہاں جائے پس اُس نے اگلے سال اسپین کی مہم کا قصد کیا۔ فرینک نے چند سال کی جنگ کے بعد دریائے ایبرو کا شمالی علاقہ فتح کرلیا اور شارلمین نے اسپین کا مارچ قائم کردیا۔ اِس طریقہ سے اُس نے

---

[1] مسلمانوں کی سلطنت کا شیرازہ آٹھویں صدی میں منتشر ہوگیا تھا اور فرمانروائے اسپین نے سب سے پہلے خطاب امیر المومنین تقریباً ۷۵۶ء میں اختیار کیا اور بعد ازاں ۹۲۹ء میں خلیفہ کا خطاب اختیار کیا۔ دراصل اِس خطاب سے تمام عرب سلطنت کا سردار مخاطب ہوتا تھا جس کا دارالحکومت پہلے دمشق میں اور بعد ازاں بغداد میں ہوگیا تھا۔ مؤلف

[2] یعنی سلطنت کا حفاظتی ضلع۔ مترجم

Marfat.com

مسلمانوں کا جزیرہ نما سے بتدریج اخراج شروع کر دیا جو رفتہ رفتہ فتوحات کو وسعت دیتے ۱۴۹۲ء میں تکمیل کو پہنچا جب غرناطہ جو مسلمانوں کا آخری قلعہ تھا فتح ہو گیا۔

شارلمین کو پوپ نے شہنشاہی کا تاج پہنایا

لیکن شارلمین کے تمام کاموں میں سب سے زیادہ مشہور اُس کا مغربی سلطنت کو ۸۰۰ء میں دوبارہ قائم کرنا ہے۔ یہ اس طرح وقوع میں آیا۔ شارلمین اُس سال روما کو پوپ لیئو سوم اور اُس کے دشمنوں کی ایک بحث طلب بات کو طے کرنے گیا تھا نزاع کا قابل اطمینان فیصلہ ہونے پر پوپ نے اس خوشی میں بڑے دن کو سینٹ پیٹر کی گرجا میں نماز پڑھائی۔ جب شارلمین قربان گاہ کے سامنے اس نماز کے درمیان جھک رہا تھا تو پوپ اُس کے قریب آیا اور اُس کے سر پر ایک تاج رکھدیا۔ اور اُسے حاضرین کے نعرہ ہائے خوشی میں "رومیوں کے شہنشاہ" کی حیثیت سے سلام کیا۔

شارلمین خطاب شہنشاہی کا مستحق تھا

اس غیر معمولی کارروائی نے جس کی وجہ کو شارلمین نے بعد ازاں متواتر دہرایا اُس کو متحیر کردیا۔ وہ فرینک تاریخ موسومہ لارش کی تاریخ میں حسب ذیل طور پر مندرج ہیں:۔

"یونانیوں میں شہنشاہ کا لقب ختم ہو گیا تھا کیونکہ وہ ایک عورت (آئی رین) کے زیر فرماں رہتے تھے۔ لہذا لیئو کو جو حواری کا بنایا ہوا پوپ تھا اور مقدس باپوں کو جو لاٹ پادری تھے اور اُس کے مشیر تھے اور نیز تمام عیسائیوں کو یہ مناسب معلوم ہوا کہ وہ شارلمین کو جو فرینک بادشاہ تھا شہنشاہ کے لقب سے ملقب کریں۔ کیونکہ وہ خود روما پر قابض تھا جہاں قدیم شہنشاہ یا قیصر ہمیشہ رہتے تھے۔ علاوہ ازیں اُس کے مقبوضات میں اٹلی، گال اور جرمنی بھی شامل تھے لہذا خدا نے چونکہ اُسے یہ تمام مملکتیں عطا فرمائی تھیں، سب لوگوں کو یہ مناسب معلوم ہوا کہ وہ شہنشاہی کا خطاب بھی منظور کرلے جبکہ یہ خطاب تمام عیسائی دنیا کی خواہش پر اُسے پیش کیا گیا تھا۔"

شارلمین نے بہت شان اور خوبصورتی کے ساتھ اس عزت کو جو اُسے بجبر دی جا رہی

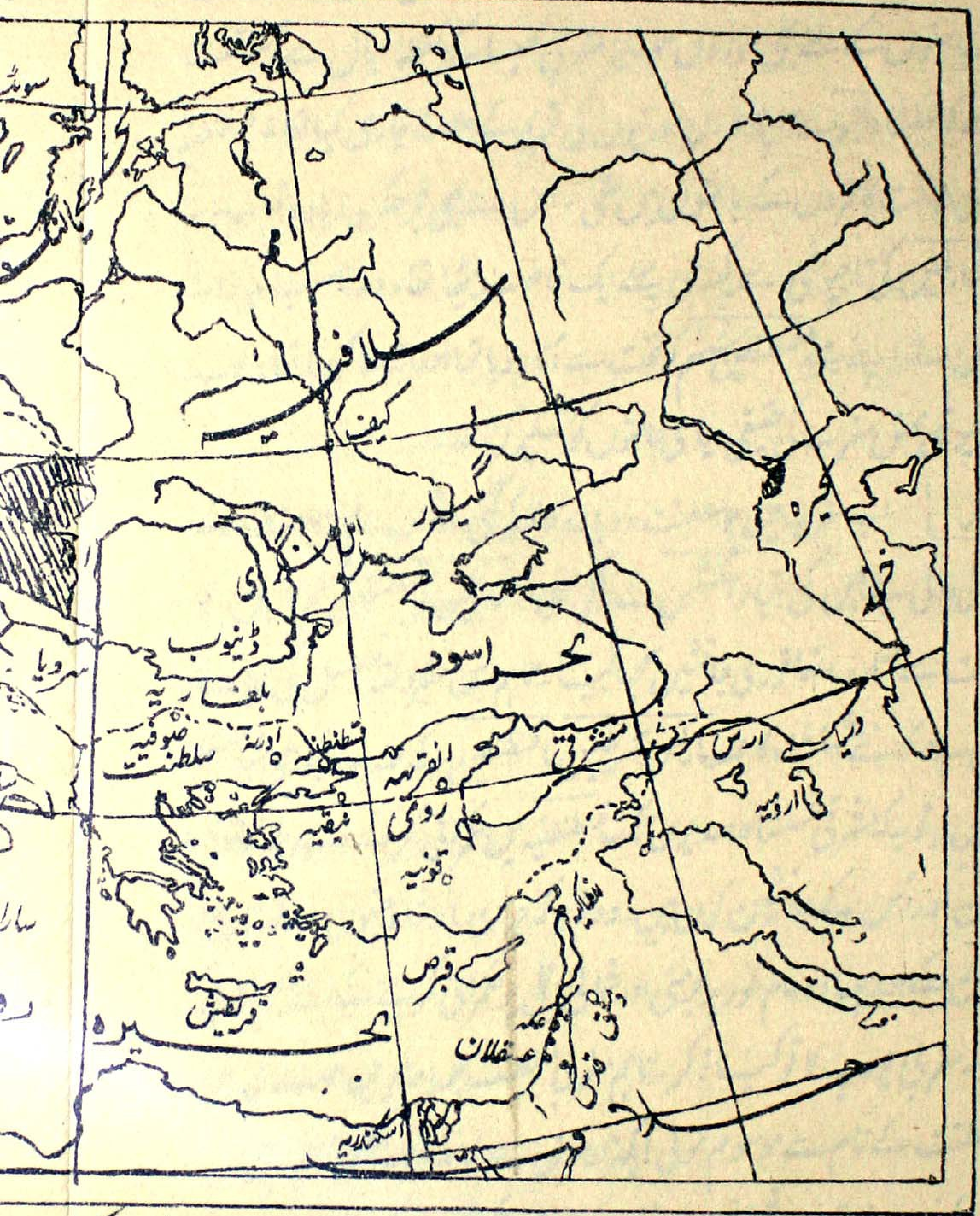

یورپ شارلمین کے عہد سلطنت

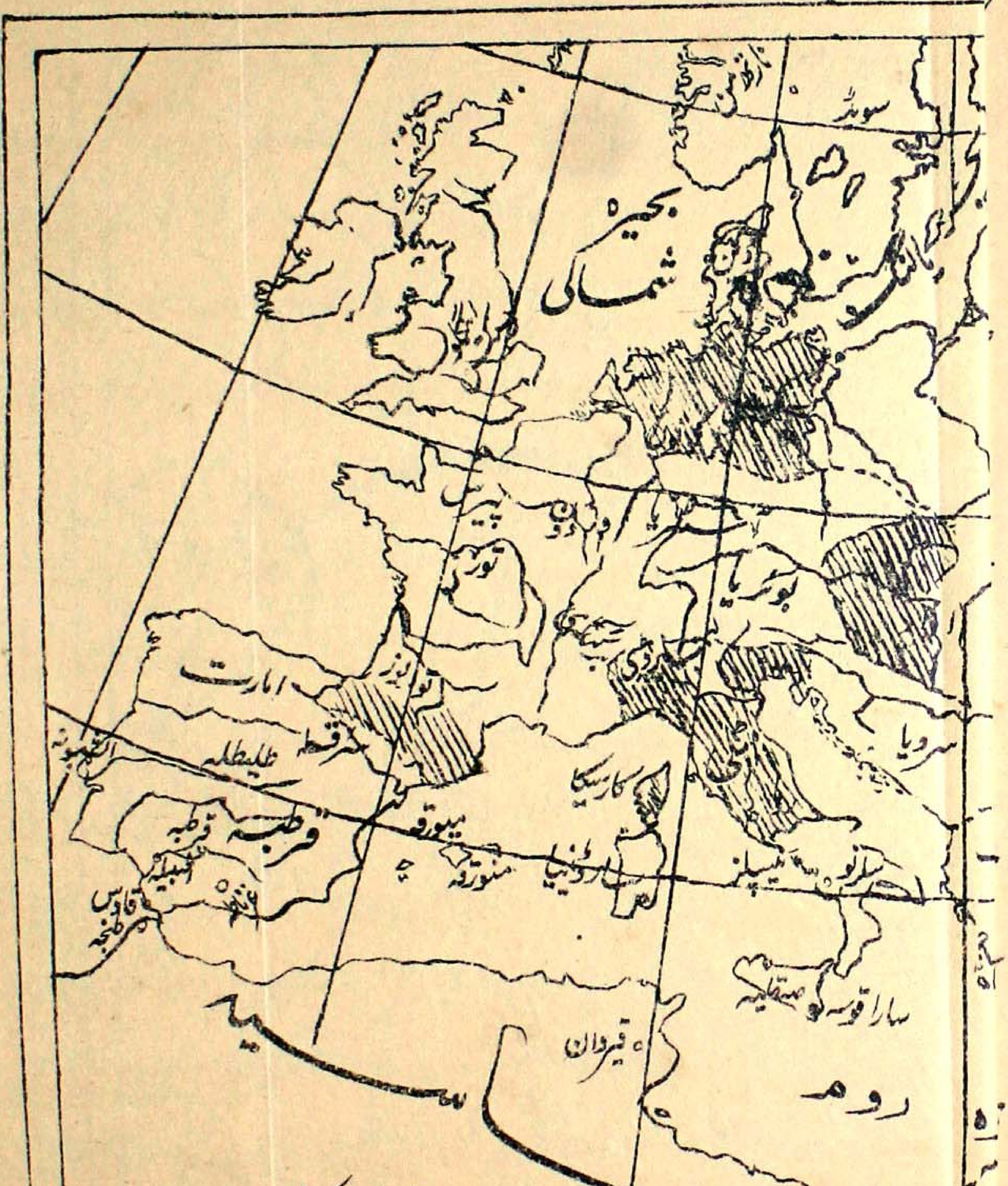

کے عہد سلطنت میں

Marfat.com

بھی منظور کر لیا۔ اگر شہنشاہی کے خطاب کا اُسے حق بھی ہوتا تو ان حالات کے ہوتے ہوئے ایسا کرنے میں ایک قسم کی عمدگی اور ضرورت بھی تھی۔ پوپ کی تاجپوشی سے قبل وہ صرف فرینک اور لمبرڈوں کا بادشاہ تھا لیکن اُس کی فتوحات نے اُس کو ایک ہمہ گیر خطاب کا مستحق بنا دیا تھا جو اُس کی تمام بیرونی ریاستوں کے لئے بھی موزوں ہو۔ نیز مغربی کلیسا کے نقطہ خیال سے اُس وقت سے جب سے کہ شہنشاہ لیئو نے اپنا فرمان مورتیوں کی تحریم کے خلاف جاری کیا تھا، قسطنطنیہ کے شہنشاہ کی طاقت کافروں کے ہاتھوں میں تھی۔ اس سے بھی بڑھکر یہ زیادہ خراب بات تھی کہ تخت پر شارلمین کی تاجپوشی سے کچھ ہی پہلے ایک غاصب بیٹھا تھا۔ وہ غاصب بد ذات آئی رین تھی جس نے اپنے بیٹے قسطنطین ششم کو تخت سے اُتار دیا تھا اور اندھا کر دیا تھا۔ لہذا شارلمین کی تاجپوشی محض مغرب کی حقیقی سیاسی حالتوں کو تسلیم کرنا تھا۔

رومی سلطنت کا تسلسل

اب مغرب میں جو سلطنت دوبارہ قائم کی گئی وہ اُس رومی سلطنت کے سلسلہ میں شمار کی جاتی ہے جس کی بنیاد آگسٹس نے رکھی تھی۔ شارلمین کو قسطنطین ششم کا جس کو آئی رین نے تخت سے اُتار دیا تھا فوری جانشین سمجھا گیا۔ تاہم اس مفروضہ تسلسل کی بجائے یہ کتنا غیر ضروری ہے کہ نئے شہنشاہ کا عہد مارکس آریلیس یا قسطنطین کے عہد سے کچھ بھی نسبت نہ رکھتا تھا۔ اوّل تو یہ کہ مشرقی شہنشاہ صدیوں تک قسطنطنیہ میں حکمرانی کرتے رہے بلا لحاظ اس امر کے کہ شارلمین اور اُس کے جانشین کون ہیں۔ دوئم یہ کہ جرمن بادشاہ جنہوں نے تاج شہنشاہی شارلمین کے بعد پہنا وہ عام طور پر جرمنی اور شمالی اٹلی پر حکمرانی کرنے کے لئے بھی کافی طاقتور نہ تھے بقیہ مغربی یورپ کا تو کیا ذکر۔ تاہم مغربی سلطنت جو بارہویں صدی میں مقدس رومی سلطنت کے نام سے موسوم ہوئی ایکہزار سال سے زائد عرصہ تک قائم رہی۔

خطاب شہنشاہی جرمن حکمرانوں کے لئے ایک مصیبت ثابت ہوا

خطاب شہنشاہی کا اختیار کرنا جرمن حکمرانوں کے لئے مصیبتوں کا سامنا تھا۔ اس خطاب کی وجہ سے انہیں متواتر بیکار کوشش کرنی پڑی کہ وہ اٹلی پر جو اُن کی قدرتی حدود کے باہر تھی اپنا اقتدار قائم رکھیں۔ علاوہ ازیں ان

Marfat.com

حالات نے جنہوں نے شارلمین کو تاج شہنشاہی قبول کرایا پوپوں کو بھی یہ دعویٰ کرنے کا استحقاق دیدیا کہ انہوں نے شہنشاہی طاقت کو قدیم شرقی شہنشاہوں کے خاندان سے کیرولنگین خاندان میں منتقل کردی اور یہ اُن کے اِس حق کا کہ جسکو وہ چاہیں شہنشاہ بنادیں ثبوت ہے۔ اِن مشکلات سے جو اس سے پیدا ہوئیں شہنشاہوں کو بہت سے جی اکتانیوالے سفر روما کے لئے کرنے پڑے اور بہت سے ناملائم جھگڑے عیسائی دنیا کے دنیاوی اور دینی سرداروں میں پیدا ہو گئے۔

شارلمین کا طرز حکومت اِس وسیع اور مختلف الحال سلطنت پر حکومت کرنے کا کام اِس قدر مشکل تھا کہ اُن تھک اور نہایت ہوشیار شارلمین پر بھی اِس کا اثر پڑا۔ یہ کام اُس کے جانشینوں کے بوتہ کا نہ تھا۔ وہی دقتیں پیش آئیں جن سے چارلس مارٹل اور پپن کو سابقہ پڑا تھا سب سے بڑھکر یہ کہ شاہی مالگزاری کم تھی اور افسران نہایت طاقتور تھے جو اپنے بادشاہ کے احکام اور مفاد کی پروانہ کرتے تھے۔ شارلمین کا مشہور تدبر اتنا اور کسی بات سے واضح نہیں ہوتا جتنا کہ اُن آئین سے جو اُس نے اپنی سلطنت کے دور دراز مقامات تک اپنے قبضہ کو وسیع اور قائم رکھنے کے لئے وضع کئے تھے۔

شارلمین کے مزرعے قرونِ وسطیٰ کے دیگر فرمانرواؤں کی طرح اُس کی آمدنی کا ذریعہ اُس کی شاہی جائداد تھی کیونکہ وہ عام ٹیکس رائج نہ تھا جو رومی سلطنت کے زمانہ میں تھا۔ لہذا وہ غور اور دیکھ بھال کے ساتھ اپنے کثیر التعداد مزرعوں کو کاشت کراتا تھا اور وہ ایک مولی یا ایک انڈے سے بھی جو اُس کا حق تھا محروم نہ رہتا تھا۔ اُس کے کھیتوں کے قواعد اب تک محفوظ ہیں جو اُس کے زمانہ کی حالت پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔

امراء کے خطاب کی اصلیت وہ افسران جن پر فرینک بادشاہ اعتماد کرنے پر مجبور تھے، زمرۂ امراء میں سے تھے جو بادشاہ کے دست و بازو اور زبان تھے۔ جہاں کہیں وہ خود نہیں جاسکتا تھا وہ امن و امان قائم رکھتے تھے۔ معدلت گستری کے کاموں کو اپنے اپنے ضلع میں دیکھتے بھالتے تھے اور بادشاہ کی ضرورت کے وقت افواج بھرتی کرتے تھے۔ سرحدوں

پر حفاظتی اضلاع کے امرا تھے جن کا ذکر پیشتر ہو چکا ہے۔ یہ خطابات یعنی کاؤنٹ، مارگریو زیامار کوئس معہ دیگر خطاب ڈیوک کے یورپ میں ابتک شرفا کی ذات سے وابستہ سمجھے جاتے ہیں۔ اگرچہ اب اِن خطابوں سے حکومت کے فرائض متعلق نہیں ہیں بجز اس کے کہ جب یہ خطاب یافتہ دار الامرا میں بیٹھنے کی اجازت حاصل کریں۔

شاہی اہل کمیشن

امرا کی نگرانی کے لیے شارلمین نے شاہی اہل کمیشن مقرر کیے جن کو وہ اپنی سلطنت کے ہر حصہ میں بھیجتا تھا تاکہ وہ تحقیقات کرنے کے بعد رپورٹ کریں کہ مختلف اضلاع میں جہاں وہ بھیجے جاتے تھے کس طرح کام ہو رہا ہے۔ وہ دو دو بھیجے جاتے تھے جن میں سے ایک پادری ہوتا تھا اور ایک غیر پادری تاکہ وہ بھی ایک دوسرے کی نگرانی کر سکیں۔ اِن کے حلقے ہر سال بدل دیے جاتے تھے تاکہ وہ امرا سے سازش کرنے کا موقع نہ حاصل کر لیں جن کے کام کی دیکھ بھال کرنا اُنکا خاص فرض منصبی تھا۔

مغرب میں رومی سلطنت از سر نو قائم ہونے سے شارلمین کے طرز حکومت میں کوئی فرق نہیں آیا بجز اس کے کہ اُس نے اپنی تمام رعایا کو حکم دیا کہ جو شخص بارہ برس سے زیادہ عمر کا ہو وہ اطاعتِ شہنشاہ کی قسم کھائے۔ امیروں اور پادریوں کی اہم مجالس ہر موسم بہار یا موسم گرما میں منعقد کرتا تھا جن میں سلطنت کے مفاد پر غور کیا جاتا تھا۔ اپنے مشیروں کی صلاح سے اُسنے غیر معمولی سلسلۂ قوانین جاری کیا جن میں سے بعض ابتک موجود ہیں۔ لاٹ پادریوں اور پادریوں سے وہ اخراجات کی ضروریات پر بحث کرتا تھا اور پادریوں اور غیر پادریوں کی عمدہ درسگاہوں کی ضرورت پر اُن سے مشورہ لیتا تھا۔ اُن اصلاحات سے جن کو اُس نے جاری کرنا چاہا ہمیں یہ معلوم کرنے کا موقع ملتا ہے کہ یورپ چار صدیوں کی بدامنی کے بعد کس حال کو پہنچ گیا تھا۔

شارلمین سے قبل تاریک صدی

شارلمین پہلا نامور بادشاہ تھا جس نے تھیوڈرک کے بعد کتابی تعلیم کی طرف اپنی توجہ مبذول کی جس کی حالت بوئی تھیس کی وفات کے بعد سے جو تین صدی پیشتر واقع ہوئی تھی، نہایت خراب ہو گئی تھی۔ تقریباً ۵۵۰ء میں کاغذ کی

فراہمی کا سلسلہ عربوں سے مصر کے فتح ہوجانے کی وجہ سے منقطع ہوگیا تھا۔ چونکہ ابتک کاغذ ایجاد نہیں ہوا تھا اس لئے لکھنے کے واسطے بہت قیمتی کھالوں کے ٹکڑے رہ گئے تھے۔ اگرچہ یہ درختوں کی چھالوں سے زیادہ پائدار تھے لیکن اِن کی قیمت نے کتابوں کی تعداد میں اضافہ نہ ہونے دیا۔ عالم راہبان جو بنی ڈکٹین تھے اپنی فرانسیسی ادب کی بڑی تاریخ میں آٹھویں صدی کو جو شارلمین کی تاجپوشی سے کچھ ہی پہلے گذری تھی نہایت جہالت اور تاریکی کا زمانہ بتاتے ہیں۔ میرو ونگین عہد کی دستاویزات سے اکثر اُس جہالت اور بے پروائی کا پتہ لگتا ہے جو اُن کے کاتبوں میں موجود تھیں۔

وہ عناصر علم جن کو کلیسا نے محفوظ رکھا

لیکن تصویر کے اس تاریک پہلو کے باوجود تصویر کا دوسرا رُخ امید افزا تھا۔ شارلمین کے وقت سے پیشتر بھی یہ بات صریح تھی کہ دنیا لامحدود زمانہ تک جہالت کی شاہراہ پر نہیں چلیگی۔ لاطینی زبان فراموش نہیں کی جاسکتی تھی کیونکہ وہ کلیسا کی زبان تھی اور اُس کی تمام سرکاری مراسلت اسی زبان میں ہوتی تھی۔ مذہب عیسوی کی تعلیمات انجیل اور دیگر لاطینی کتابوں میں مل سکتی تھیں اور کلیسا کی مذہبی کتابوں کا ایک علم ادب علیحدہ بن گیا تھا۔ پس یہ نہایت ضروری تھا کہ کلیسا ایک قسم کی تعلیم کو قائم رکھے تاکہ اُس کی پیچیدہ نمازیں ادا کی جاسکیں اور وہ وسیع فرائض ادا ہوتے رہیں جنکا بار گراں اُس نے اپنے سر پر اُٹھا لیا ہے۔ کلیسا کے عہدہ افسران کے لئے خواہ وہ کسی قسم کے ہوں لاطینی قدیم کتابیں پڑھنے کی قابلیت لازمی تھی کچھ کتابیں قدیم زمانہ کی واقفیت کے لئے بھی پڑھنی پڑتی تھیں جن کا ذکر پیشتر کیا جاچکا ہے اور اگرچہ وہ نہایت ناکافی اور نامکمل تھیں تاہم وہ گذشتہ زمانہ کی یاد دلاتی رہتی تھیں۔ اُن میں کم از کم علم کے مختلف صیغوں کے نام ضرور تھے اور حساب اور علم فلکیات اتنی معلومات ضرور مندرج تھیں کہ کسی دور و دراز مقام کا ایک پادری ہر سال ایسٹر کی تاریخ کا پتہ لگا سکے۔

شارلمین کے دو خطوط پادریوں میں تعلیم کے فقدان پر

شارلمین پہلا دنیاوی فرماں روا تھا جس نے تعلیم کی عدم توجہ

محسوس کیا۔ یہاں تک کہ پادریوں کا طبقہ بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھا۔ اور قبل اس کے کہ وہ شہنشاہ بنایا گیا اُس نے اس بارہ میں دو خطوط لکھے۔ ایک بڑے لاٹ پادری کو اُس نے ایک خط میں تحریر کیا:۔

"گزشتہ برسوں میں ہمارے پاس خانقاہوں سے اکثر خطوط آئے کہ تمام راہبین جو وہاں رہتے ہیں مقدس اور متبرک نمازیں ہماری طرف سے ادا کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان خطوط کے جذبات قابلِ تعریف ہیں لیکن ادائے مطالب کا طریقہ نہایت بھدا ہے کیونکہ حقیقی اطاعت شعاری جو خیالات دماغ میں پیدا کرتی ہے، زبان اُن کی تعلیم کی کمی کی وجہ سے ادا کرنے سے قاصر ہے چنانچہ کوئی خط غلطیوں سے پاک نہیں ہوتا۔ پس اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہم کو خوف ہوا کہ جب خطوط لکھنے میں ضرورت سے زیادہ علم کی کمی پائی جاتی ہے، کہیں مقدس کتابوں کے سمجھنے میں بھی ضرورت سے زیادہ علم کی کمی نہ ہو۔ یہ بات ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ جہاں گفتگو کی غلطیاں خوفناک ہیں عقل و فہم کی غلطیاں اور بھی زیادہ مہلک ہیں۔ پس ہم آپ سے باصرار کہتے ہیں کہ نہ صرف خطوط کی تعلیم سے بے پروائی نہ کیجائے بلکہ نہایت عاجزی کیساتھ خدا کو خوش کرنے کی غرض سے آپ تحصیل علم کی کوشش میں توجہ سے کام لیں تاکہ آپ زیادہ آسانی اور صحت کے ساتھ مقدس کتابوں کے اسرار سے واقف ہوسکیں۔"

دوسرے خط میں وہ تحریر کرتا ہے "ہم نہایت جوش و خروش کے ساتھ علم کی ترقی میں کوشاں ہیں جو ہمارے آبا و اجداد کی غفلت سے قریب قریب مفقود ہوگیا ہے اور ہم اپنی مثال قائم کرکے اُن سب لوگوں کو بھی جو ادب و فنون کی تکمیل کے لائق ہوں اسطرف متوجہ کرتے ہیں۔ اسی خیال سے خدا کے بھروسہ پر ہم نے نہایت غور و خوض کے بعد توریت اور انجیل کی تمام غلطیوں کو جو کاتبوں کی جہالت کے باعث ہوگئی تھیں درست کردیا ہے۔"

شارلمین یہ سمجھتا تھا کہ کلیسا کا یہی فرض نہیں ہے کہ وہ اپنے افسران کی تعلیم کا خیال رکھے بلکہ

Marfat.com

اُس کا یہ بھی فرض ہے کہ سب لوگوں کے لئے کم از کم ابتدائی تعلیم کا سامان بہم پہنچائے۔ اسی خیال کی بنا پر اُس نے ۷۸۹ء میں پادریوں کو یہ حکم دیا کہ وہ آزاد آدمیوں اور کاشتکاروں کے تمام بچوں کو جو اُن کے قرب وجوار میں ہوں جمع کریں اور اسکول قائم کر کے اُن میں طالبعلموں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔

خانقاہوں کے مدارس اور شاہی مدرسہ کا قیام

شارلمین کی تجویز کے مطابق پادریوں اور لاٹ پادریوں نے بہت سے مدارس جاری کر دئے۔ یہ بات یقینی ہے کہ تعلیم کے مشہور مرکز ٹورس فلڈا، کوربی، آرلینس اور دیگر مقامات پر اُس کے عہد میں موجود تھے۔ تعلیمی مقصد میں مشہور شاہی محل کے مدرسہ کے قیام سے اور بھی زیادہ کامیابی ہوئی جو شارلمین نے خود اپنے اور اپنے امرا کے بچوں کی تعلیم کے لئے جاری کیا تھا۔ اُس نے ایک انگریز کو جس کا نام ایل کوِن تھا اُس کا مدرسِ اعلیٰ مقرر کیا اور نامور اشخاص کو اٹلی اور دیگر مقامات سے اُستاد مقرر کر کے طلب کیا۔ اِن میں سے نہایت مشہور پالس ڈائیکونس مورخ تھا جس نے لمبرڈوں کی تاریخ لکھی اور جس کی بدولت لمبرڈوں کے بارہ میں تقریباً تمام واقفیت ہم کو حاصل ہوئی۔

معلوم ہوتا ہے کہ شارلمین کے دل پر نقلِ کتب میں متواتر غلطیوں کے اِمکان کا خاص اثر پڑا۔ اور یہ کام اکثر جاہل اور بے پروا اشخاص کے سپرد کر دیا جاتا تھا۔ مدرسوں کے قیام کی تجویز کے بعد وہ لکھتا ہے "غور کے ساتھ بھجنوں کو درست کرو، نیز اُن نشانات کو جو علم موسیقی سے تعلق رکھتے ہیں۔ لاطینی قواعد اور مذہبی کتابیں جو ہر خانقاہ یا گرجا میں استعمال کی جاتی ہیں درست ہونی چاہئیں کیونکہ جو لوگ خدا کی عبادت صحیح طور پر کرنا چاہتے ہیں وہ اکثر غلط طور پر کرتے ہیں کیونکہ کتابیں اغلاط سے پُر ہیں۔ اور اپنے لڑکوں کو نہ غلط لکھنے دو اور نہ غلط پڑھنے دو۔ اگر انجیل مقدس یا بھجنوں کی کتاب یا نماز کی کتاب کی ضرورت ہو تو بالغ آدمیوں سے بڑی محنت کے ساتھ نقل کراؤ۔ یہ حفظ ماتقدم نہایت مناسب تھا کیونکہ گزشتہ زمانہ کے علم ادب کو صحیح صحیح قائم رکھنا بھی ایسا ہی ضروری تھا جیسا کہ تعلیم کی طرف توجہ کرنا۔ یہ بھی قابلِ لحاظ امر

شارلمین نے احیائے علوم یونان و روما کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اُس نے اس بات کو کافی سمجھا کہ پادری صرف اتنی لاطینی زبان سیکھ لیں کہ وہ انجیل مقدس اور نماز کی کتاب کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

شارلمین کے عہد میں جو امید افزا ابتدا دماغی دلچسپی اور احیائے تعلیم کی خاطر ہوئی وہ اپنے دوری نتائج میں مایوس کُن ثابت ہوئی۔ یہ سچ ہے کہ نویں صدی میں چند قابل الذکر اشخاص پیدا ہوئے جنہوں نے ایسی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جن سے اُن کی دماغی تربیت اور واقعہ نگاری کا پتہ چلتا ہے لیکن شارلمین کی سلطنت کے حصے بخرے ہونے نے اُس کے جانشینوں کی مابین نزاعات ہونے نے، نئے وحشیوں کی آمد نے اور اُس گڑبڑ نے جو نافرمان امراء کی وجہ سے ہوئی اور جو کسی کو اپنا آقا ماننے کے لئے تیار نہ تھے، ان سب باتوں نے مل کر دنیا کو کم از کم اور دو صدی پیچھے ڈھکیل دیا۔ واقعی دسویں صدی اور گیارہویں صدی کا ابتدائی نصف حصہ ایک نظر میں ساتویں اور آٹھویں صدیوں سے کچھ بہتر نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن جہالت اور بدامنی ایسی پھر کبھی نہ پھیلی جیسی کہ وہ شارلمین سے پیشتر یورپ پر طاری تھی۔

Marfat.com

باب ہشتم

شارلمین کی سلطنت کا منتشر ہونا

لوئی مقدس شارلمین کا جانشین ہوتا ہے

اب دنیا کے لئے یہ سوال نہایت اہم تھا کہ شارلمین کی وسیع سلطنت اُس کی وفات کے بعد بدستور قائم رہے یا چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہو جاوے۔ اُس کو خود بھی اس کے متحد رہنے کی توقع نہ تھی کیونکہ ۸۰۶ء میں اُس نے اِس سلطنت کو اپنے تینوں بیٹوں میں اپنی مرضی کے مطابق تقسیم کر دیا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس نے اپنے عمر بھر کے کام کو صرف اِس غرض سے برباد کر دیا کہ اب تک یہ روایت چلی آتی تھی کہ ہر بادشاہ اپنے مقبوضات کو اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیتا تھا یا یہ وجہ تھی کہ اُس کو یقین تھا کہ اِس قدر وسیع اور مختلف الاقوام سلطنت متفق نہیں ہو سکتی تھی۔ بہر صورت اُس کے دو بڑے بیٹوں کی وفات نے اُس کے اکلوتے بیٹے لوئی کو اپنے باپ کا جانشین بادشاہ اور شہنشاہ دونوں حیثیتوں سے بنا دیا۔

لوئی مقدس کے بیٹوں میں شارلمین کی سلطنت تقسیم ہو گئی

لوئی مقدس بمشکل چند سال تخت نشین رہا تھا کہ اُس نے نہایت ضروری سوال طے کرنا چاہا وہ یہ کہ اُس کے بیٹوں میں سے ہر ایک کو اُس کی وفات کے بعد، کون حصہ ملنا چاہئے۔ چونکہ وہ اِس قدر حریص تھے کہ اپنے باپ کی مرضی پر کاربند نہیں ہو سکتے تھے اِس لئے ۸۱۷ء سے ۸۴۰ء تک کم از کم چھ مختلف تقسیمیں ہوئیں۔ ہم اِن پیچیدہ اور عارضی تقاسیم کا پتہ لگانے کے لئے توقف کرنا نہیں چاہتے یا ناخلف بیٹوں کی سرکشی کے حالات پر وقت صرف کرنا نہیں چاہتے جنہوں نے حریص اور سرکش

Marfat.com

امراء کے لئے نہایت خراب مثال قائم کردی ۔ لوئی مقدس کی وفات کے موقع پر جو ۸۴۰ء میں ہوئی اُس کا دوسرا بیٹا لوئی جرمن، بویریا پر قابض تھا اور مختلف موقعوں پر سلطنت کے اُن حصوں میں سے بیشتر کا فرمانروا تسلیم کیا جاچکا تھا جو اب جرمنی میں شامل ہیں ۔ سب سے چھوٹا بیٹا چارلس گنجا فرینک مقبوضات کے تمام مغربی حصہ پر حکمراں ہوگیا ۔ اور لوتھیر جو سب سے بڑا تھا وہ شہنشاہ بنایا گیا اور اٹلی اور نیز اُس ضلع پر جو دونوں چھوٹے بھائیوں کے مقبوضات کے درمیان تھا حکومت کرنے لگا ۔ چارلس اور لوئی دونوں لوتھیر کی اِن کوششوں کے خلاف کہ وہ اپنی برتری شہنشاہ کی حیثیت سے قائم کرے فوراً متحد ہوگئے اور اُس کو فان ٹینے پر ۸۴۱ء میں شکست دی ۔ وردون کا صلحنامہ جو اِس کے بعد ہوا مغربی یورپ کی تاریخ میں نہایت قابلِ یادگار چیزوں میں سے ہے ۔

صلحنامہ وردون ۸۴۳ء

صلح کی گفتگو سے جو صلحنامہ وردون پر ختم ہوئی تینوں فریق اِس امر پر بالکل رضامند ہوگئے کہ اٹلی، لوتھیر کے پاس رہے، ایکی ٹین، چارلس گنجے کے قبضہ میں رہے اور بویریا کا لوئی جرمن مالک رہے ۔ لیکن بقیہ سلطنت کو منقسم کرنا کارے دارد کا مضمون تھا ۔ اُس وقت یہ مناسب معلوم ہوا کہ بڑا بھائی شہنشاہ کی حیثیت سے، اٹلی کے علاوہ فرینک مقبوضات کا درمیانی حصہ بھی رکھے اور دار السلطنت ایکس لاشیپل بھی اُسی کے پاس رہے ۔ نہایت مصنوعی قسم کی ایک سلطنت قائم کی گئی جو روما سے شمالی ہالینڈ تک وسیع تھی اور جس میں کوئی قدرتی اتفاق زبان یا رواج کے لحاظ سے نہ تھا ۔ لوئی جرمن کو بویریا کے علاوہ لمبرڈی کے شمال کا علاقہ اور دریائے رہائن کے مغرب کا علاقہ بھی دیا گیا ۔ چارلس گنجے کی سلطنت میں وہ علاقہ شامل تھا جو آجکل فرانس کہلایا جاتا ہے اور فلانڈرس اور اسپینش مارچ بھی اُس کے مقبوضات میں داخل تھے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ وردون کی صلح کا بڑا مقصد ایک مغربی اور مشرقی فرینک سلطنت کے قیام کا تھا چنانچہ اُن میں سے ایک فرانس اور دوسری جرمنی بنگئی ۔ چارلس گنجے کی سلطنت میں جو زبانیں بکثرت بولی جاتی تھیں وہ تقریری لاطینی سے براہ راست ماخوذ تھیں اور رفتہ رفتہ

Marfat.com

فرانسیسی اور پرووِنسیل ہوگئیں۔ برخلاف اس کے لوئی جرمن کی سلطنت میں آبادی اور زبان دونوں جرمن تھی۔ اِن ممالک کے درمیان جو تنگ علاقہ تھا اور لوتھیر کے حصہ میں آیا تھا وہ لوتھاری ریگنم یا سلطنت لوتھیر کہلانے لگا۔ یہ نام بتدریج لوتھارنجیا اور بعد ازاں لورین بن گیا۔ یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ یہ علاقہ وہ درمیانی قابلِ بحث اراضی ہے جس پر فرانسیسی اور جرمن اب تک باصرار تمام لڑتے رہے ہیں۔

اسٹراس برگ کا عہد و پیمان

اسٹراس برگ کی عہد و پیمان میں (۸۴۲ء) جس کا ابھی ذکر ہو چکا ہے ایک عجیب اور اہم ثبوت اختلاف السنہ کا ہے۔ وردون کی مصالحت سے قبل ہی دونوں چھوٹے بھائیوں نے یہ باہمی عہد و پیمان مناسب تصور کیا کہ وہ ایک خاص مجمع کے سامنے لوتھیر کے دعاوی کے خلاف ایک دوسرے کی امداد کریں گے۔ اوّل دونوں بھائیوں نے اپنے اپنے لشکریوں سے خاص اُن کی زبان میں مخاطب ہو کر کہا کہ اگر میں اپنی بھائی کی حمایت نہ کروں تو تم سب لوگ میری اطاعت کے فرض سے سبکدوش سمجھے جاؤ گے۔ پھر لوئی نے لنگور ومنا[1] زبان میں جیسا کہ مورخ کہتا ہے قسم کھائی تاکہ اُس کے بھائی کے لشکری اُس کی بات سمجھ سکیں اور چارلس نے لنگوٹیوڈسکا زبان میں لوئی کے لشکریوں کو سمجھانے کے لئے قسم کھائی۔ خوش قسمتی سے اِن دونوں قسموں کی پوری عبارت محفوظ ہے۔ چند الفاظ کے سوا وہ نہایت دلچسپ اور اہم ابتدائی نمونے اُس زبان کے ہیں جو بعد ازاں عوام کی زبان ہو گئی اور جس کی تحریر کے رواج کی اُس وقت صرف ابتدا ہوئی تھی۔ غالباً اس سے پیشتر جرمن زبان شاذ و نادر تحریر میں آئی ہوگی کیونکہ جو لوگ لکھنا جانتے تھے وہ سب لاطینی زبان میں تحریر کرتے تھے۔ یہی حال رومن زبان کا ہے (جس سے موجودہ فرانسیسی زبان پیدا ہوئی ہے) جو

---

[1] جو شخص لاطینی اور فرانسیسی سے واقف ہوتا تھا وہ لنگور ومنا زبان کی قسم سمجھ سکتا تھا اور جو جرمن زبان جانتا تھا وہ لنگوٹیوڈسکا آسانی سے سمجھ سکتا تھا۔ (مترجم)

لاطینی زبان سے پہلے ہی سے بہت علیحدہ ہوگئی تھی۔

سلطنت کے منقسمہ حصص، فرانس، جرمنی اور اٹلی کے مطابق تھے

جب لوتھیر مرگیا (۸۵۵ء) تو اس کے تین بیٹے اٹلی اور وسطی حصہ سلطنت کے مالک ہوئے۔ ۸۷۰ء تک ان میں سے دو فوت ہو چکے تھے اور ان کے چچا چارلس دی بالڈ (گنجا) اور لوئی جرمن نے وسطی سلطنت کو صلحنامہ مرسن سے باہمی تقسیم کرنے اور اپنے قبضہ میں لانے کے لئے کچھ تامل نہ کیا۔ اٹلی لوتھیر کے بقیہ اکلوتے بیٹے کے لئے چھوڑ دی گئی اور تاج شہنشاہی بھی اسی کے پاس رہنے دیا جو آئندہ ایک صدی تک بے نتیجہ رہا۔ اس کا یہ اثر ضرور ہوا کہ ۸۷۰ء ہی میں مغربی یورپ تین بڑے علاقوں میں منقسم ہوگیا جو تعجب ہے آجکل کی موجودہ یورپ کی تین بڑی سلطنتوں یعنی فرانس، جرمنی اور اٹلی کے بالکل مطابق تھے۔

سلطنت عارضی طور پر چارلس دی فیٹ (موٹا) کے عہد میں دوبارہ متحد ہوگئی

لوئی جرمن کا جانشین اس کا بیٹا چارلس دی فیٹ مشرقی فرینک سلطنت میں ہوا۔ ۸۸۴ء میں چارلس دی بالڈ کے بیٹے اور پوتوں کے انتقال کیوجہ سے اسکا کوئی ممبر خاندان بجز ایک پانچ برس کے بچے کے باقی نہ رہا۔ پس مغربی فرینک سلطنت کے امرا نے چارلس دی فیٹ کو اپنا بادشاہ بنانے کی دعوت دی۔ اسطرح یہ واقع ہوا کہ شارلمین کی تمام سلطنت پھر دو یا تین برس تک ایک ہی[1] حکمراں کے زیر فرماں رہی۔

---

[1] حسب ذیل شجرہ سے شارلمین کی اولاد کا باہمی تعلق ظاہر ہوگا۔

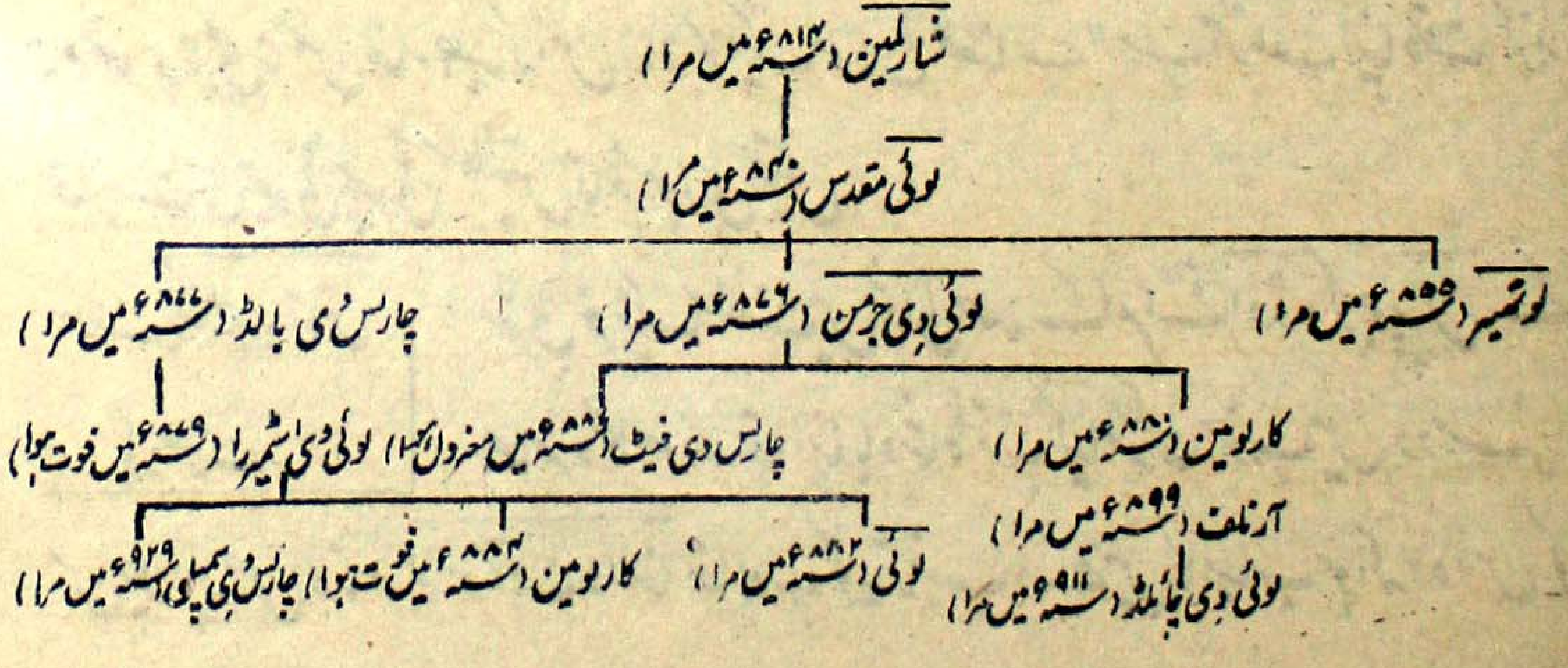

چارلس دی فیٹ اور اہل شمال

چارلس دی فیٹ بیمار رہتا تھا اور ایک نالائق شہنشاہ ثابت ہوا جو اپنے وسیع ممالک کی حفاظت اور انتظام کرنے کے بالکل ناقابل تھا۔ اُس کی کمزوری خاص طور سے اُس کے کمزور صلحناموں سے پائی جاتی ہے جو اُس نے اہلِ شمال کے ساتھ کئے۔ جبکہ پیرس اُن کے خلاف اپنے کاؤنٹ اوڈو کی ماتحتی میں ایک دلیرانہ مقابلہ کر رہا تھا تو چارلس نے ایک لشکر کے سردار بننے کی بجائے اور اُس کی معاونت کرنے کی جگہ حملہ آوروں کو سات سو پونڈ وزنی چاندی ادا کرنے کے لئے رضامندی ظاہر کی بشرطیکہ وہ اپنا محاصرہ اٹھالیں۔ بعدازاں اُن کو خود سلطنت کے اندر یعنی برگنڈی میں موسم سرما بسر کرنے کی اجازت دیدی جہاں وہ حسب منشا، لوٹ مار کرتے اور آبادیوں کو پھونکتے جلاتے رہے۔

چارلس دی فیٹ تخت سے معزول کردیا گیا اور آرنلف اُس کا جانشین ہوا

اِس ذلیل صلحنامہ سے مغربی فرینک امرا کو اِس قدر نفرت ہوگئی کہ وہ خوشی سے اُس سازش میں شریک ہوگئے جو چارلس کے بھتیجے یعنی کارنتھیا کے بہادر آرنلف نے کی اور جو مصمم ارادہ کر چکا تھا کہ اپنے نالایق چچا کی جگہ خود سربرآرائے سلطنت ہو۔ چارلس ۸۸۷ء میں معزول کردیا گیا اور اُس کے سابق رفقا نے بھی کنارہ کشی اختیار کی۔ نپولین کے سوا پھر کوئی شخص شارلمین کی سلطنت کے مشرقی، مغربی اور جنوبی حصوں کو تھوڑے دنوں کے لئے بھی اپنے قبضۂ واقتدار میں نہیں لاسکا۔ آرنلف اگرچہ نام کے لحاظ سے شہنشاہ تھا لیکن فرینک سلطنت کے تمام حصوں میں بادشاہ تسلیم کئے جانے کی بھی مشکل سے توقع کرسکتا تھا۔ برائے نام متحد ہونا بھی ناممکن تھا۔ جیسا کہ اُس زمانہ کا ایک مورخ لکھتا ہے "جب آرنلف اپنا وقت گزار رہا تھا بہت سی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم ہو رہی تھیں"۔

سلطنت برگنڈی یا آرلس کی اصلیت

مغربی فرینک سلطنت میں شمالی حصہ کے امرانے اوڈو کو جو پیرس کے محاصرہ کا سورما تھا اپنا بادشاہ منتخب کیا۔ لیکن جنوب میں دوسرا من چلا امیر جس کا نام بوسو آف وائنا تھا پوپ کو یہ ترغیب دینے میں کامیاب ہوا کہ وہ اُس کو

شاہی پہنا کر دریائے رہون کے علاقہ کا بادشاہ بنا دے۔ بوسو کی وفات کے بعد جھیل
کے نواح کا بڑا علاقہ جس کو وہ اپنے لئے حاصل کرنے کی توقع رکھتا تھا اپنے خاص حکمران
زیر فرماں علیحدہ سلطنت بن گیا۔ یہ مملکت اور زیریں حصّہ جس پر جنوب تک بوسو حکمراں تھا بعد ازاں
ڈی یا جیسا کہ اکثر کہا جاتا ہے آرلس کی متحدہ سلطنت بن گئی۔

چارلس دی فیٹ (فربہ) کے معزول ہونے سے پیشتر بہت سے کاؤنٹ اور دیگر
زمینداروں نے اپنے بادشاہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اپنے اپنے علاقوں کا
شاہ ہونا شروع کر دیا اگرچہ انہوں نے بادشاہ کا لقب اختیار نہ کیا۔ مشرقی فرینک
لطنت میں مختلف جرمن فرقوں نے جن پر شارلمین نے قابو پا لیا تھا خصوصاً اہل بویریا
یکسنس نے اپنی قدیم قومی آزادی کو از سر نو حاصل کرنا شروع کر دیا۔ اٹلی میں سلطنت کی
شتگی شمال کی نسبت زیادہ نمایاں تھی۔

اسباب افتراق سلطنت

جو کچھ اوپر بیان ہوا اُس سے ظاہر ہے کہ کسی حکمران نے بھی جس کے ہاتھوں
شارلمین کی سلطنت کی عنان حکومت رہی اپنے آپ کو ایک ایسی عظیم الشان مملکت کا
جو کہ آجکل فرانس یا جرمنی ہے کافی دانشمند اور طاقتور فرماں روا ثابت نہیں کیا تاکہ بخوبی ملک کا
نظام کر سکے۔ لفظ کے موجودہ معنی میں ایک منتظم سلطنت کے قیام کے رستہ میں جو مشکلات حائل
ہیں وہ تقریباً ناقابل التسہیل تھیں۔ اول تو یہ قریب قریب یہ ناممکن تھا کہ ایک وسیع سلطنت
کے تمام حصوں سے وہ باخبر رہیں۔ عجیب و غریب سڑکیں جو رومیوں نے تیار کی تھیں عام

خراب سڑکیں

طور پر خراب ہو گئی تھیں کیونکہ سلطنت کی جانب سے اب انجنیران کی جماعت
ان کو برقرار رکھنے کے واسطے اور پلوں کی مرمت کے لئے نہیں رکھی جاتی تھی۔ شارلمین
کے مقبوضات کے اُن حصص میں جو قدیم رومی سلطنت کی حدود کے باہر تھے ذرائع سفر گال
اور علاقۂ رائن کی نسبت اور بھی خراب ہوں گے کیونکہ وہاں رومی سڑکوں کی ہوا
تک بھی نہ تھی۔

Marfat.com

سرکاری افسروں یا فوجوں کے قیام کے لئے روپیہ کی کمی

سفر کے وقت کے علاوہ بادشاہ کو قرونِ وسطیٰ میں روپیہ کی قحط سالی سے بھی سابقہ پڑتا تھا جس کی وجہ سے وہ تنخواہ دار افسروں کی ایک بڑی جماعت کی خدمات حاصل کرنے سے محروم رہتا تھا اور جس کو آجکل ہر سلطنت ضروری سمجھتی ہے۔ علاوہ ازیں وہ اسی وجہ سے مستقل فوج بھی نہیں رکھہ سکتا تھا جو اُس کے افسران اور نیز طاقتور اور بے چین امرا کی (جن کا شعار زندگی جنگ و جدل تھا) مسلسل نافرمانی کی سزا کے لئے ضروری تھی۔

نارتھہ مین (اہل شمال) اسلاف اہل ہنگری اور عرب کے حملے

فرینک سلطنت میں تمام جوانب سے متواتر حملوں نے جلد طوائف الملوکی قائم کردی۔ شمال کی جانب سے یعنی ڈنمارک ناروے اور سویڈن کی طرف سے اسکینڈی نیویا کے لٹیرے جو نارتھہ مین کہلاتے تھے آئے۔ ہوشیار اور جانباز جہازراں تھے جنہوں نے نہ صرف بحیرۂ شمال کے سواحل کی آبادی کو دق اور پریشان کیا بلکہ وہ دریاؤں میں بھی آنے لگے اور خشکی کے اندر پیرس تک شہروں کو لوٹ اور اُن کو جلا کر خاکِ سیاہ کرنے لگے۔ سلطنت کی شرقی سرحد پر جرمن قوم سلاف سے مسلسل جنگ میں مصروف رہنے پر مجبور رکئے گئے۔ اس کے بعد اہل ہنگری جو ایک وحشی قوم تھی اپنے جہالت حملے وسط جرمنی اور شمالی اٹلی میں کرنے لگے۔ جنوب کی جانب سے اہلِ عرب آئے جنہوں نے سسلی پر ۸۲۶ء میں قبضہ کرلیا اور جنوبی اٹلی اور فرانس کو خود روما پر بھی حملہ کرکے خوفزدہ بنا دیا۔

بڑے بڑے زمینداروں کی روز افزوں طاقت اور خود مختاری

ایک ایسے طاقتور بادشاہ کی عدم موجودگی میں جس کے پاس باقاعدہ اور قواعدداں فوج ہو ہر ضلع اپنی آپ حفاظت کرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔ بلاشبہ بہت سے کاؤنٹ، مارگریو، لاٹ پادری اور دیگر بڑے زمینداروں نے تبدریج خود مختار شہزادے بنگئے تھے اپنے ارد گرد کے لوگوں کی وفاداری ملک کو حملہ آوروں سے بچانے اور قلعوں کو جائے پناہ کے طور پر (جبکہ اہل ملک سخت مصیبت میں گرفتار ہوں) اپنا کی وجہ سے حاصل کرلی تھی۔ یہ حالات اس امر کی توجیہ کرتے ہیں کہ کیوں ایسی حکومت جیسی

...بچ تھی چارلس دی فیٹ (فربہ) کے عزل کے بعد صدیوں تک بادشاہ اور اُس کے افسران سے نہیں بلکہ بڑے بڑے زمینداروں کی بدولت ضرور تا چلتی رہی - قرونِ وسطیٰ کے امرا کے مضبوط قلعے جو ہر ایک مناسب موقع پر تقریباً تمام مغربی یورپ میں موجود تھے ہرگز بادشاہ کی خوشنودی اور مرضی پر قائم نہ رہتے اگر وہ اُن کی تاخت و تاراج کے لئے کافی طاقتور ہوتا - اِن سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے مالکان عملی طور پر خود مختار فرمانروا تھے -

جب کوئی سیاح جرمنی یا فرانس میں قرونِ وسطیٰ کے کسی قلعہ کے کھنڈر کو دیکھتا ہے جو کسی چٹان پر گھونسلہ کی طرح بنا ہوا معلوم ہوتا ہے اور جس میں صرف ایک طرف سے جانے کا راستہ ہوتا ہے اور جہاں سے قرب و جوار کا ملک نظر آتا ہے وہ بجز اس کے اور کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا کہ وہ مضبوط دیواریں اور اُن کے گنبد اور پشتے اور اُن کی خندقیں اور ٹوٹنے والے پُل کسی امن پسند شہری کے آرام دہ مسکن نہیں تھے بلکہ وہ کسی فرمانروا کے محفوظ شاہی محل تھے - ہم بڑے کمرہ کو مسلح سپاہیوں سے بھرا ہوا تصور کر سکتے ہیں جو اپنے مالکوں کی خاطر جب وہ کسی ہمسایہ امیر پر حملہ کرنا چاہتا تھا، لڑنے کے لئے آمادہ رہتے تھے اور جو یہ بھی جانتے تھے کہ اگر وہ اُس سے بغاوت کرنے کی جرات کریں گے تو اُن کا آقا اُن کو وہیں کے زمین دوز تنگ و تاریک قید خانوں میں ڈال دیگا -

زمیندار اور اُس کی اراضی

قرونِ وسطیٰ کے امیر کی حیثیت اور فیوڈلزم[1] کی اصلیت سمجھنے کے لئے ہم کو بڑے بڑے زمینداروں کی حالت پر غور کرنا چاہئے - مغربی یورپ کا حصۂ اعظم شارلمین کے عہد میں بڑی بڑی ریاستوں میں جو رومی قریہ سے مشابہ تھیں منقسم پایا جاتا ہے - یہ ریاستیں کس طرح پیدا ہوئیں اس کا حال ہمیں معلوم نہیں - یہ ریاستیں یا جاگیریں جیسا کہ اُن کو کہا جاتا ہے زیادہ تر ایسے کاشتکاروں سے بوئی جاتی تھیں جو زمین سے متعلق ہوتے تھے اور اراضی کے مالک کے تحت میں رہتے تھے - وہ جائداد کے ایسے حصہ کو بھی کاشت کرتے تھے جن کو مالک اپنے

[1] دیکھو باب نہم - مترجم -

لئے خاص کر لیتا تھا اور اپنی اور نیز اُن کی ضروریات کو باہر سے زیادہ خرید کئے ہوئے بغیر پورا کرتا تھا
جب ہم قرونِ وسطیٰ کے کسی زمیندار کا ذکر کریں تو ہمارا اُس شخص سے مطلب ہوتا ہے جو اِن اراضیات
میں سے ایک یا دو کا مالک ہوتا تھا اور جو اُس کی معاش کے لئے کافی تھی، اور اُس کو اتنا آزاد
بنا دیتی تھی کہ وہ اپنے جیسے دوسرے زمینداروں یا روساسے نبرد آزمائی کرتا رہے۔

معافیات | عہد شارلمین سے بھی قبل یہ رواج جاری تھا کہ خانقاہوں، گرجاؤں اور نیز
خاص خاص لوگوں کو ایک غیر معمولی حق عطا کر دیا جاتا تھا جس سے اُن کی اراضیات سرکاری افسر
کی آمد و شد سے بری کر دی جاتی تھیں۔ کوئی سرکاری افسر، جس کو مقدمات سننے، جر
وصول کرنے، بادشاہ اور اُس کے توابعین کے لئے جبکہ وہ دورہ پر ہو سامانِ رسد بہم پہ
یا اور کسی قسم کی ضروریات حاصل کرنے کا اختیار ہوتا تھا اُن اراضیات یا قریوں سے جو کسی خان
سے یا ایسے شخص سے جو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے متعلق ہوتی تھیں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ بظاہر
مستثنیات بادشاہ کے افسران کی تعدی سے بچنے اور مختلف جرمانے اور فیس ہضم کرنے کی غر
سے بڑی سرگردانی اور کوشش سے حاصل کی جاتی تھیں اور اِن سے اُن کا یہ مقصد نہ تھا کہ ہم اسطر
حکومت کے حقوق کو غصب کر لیں لیکن نتیجہ یہی ہوا کہ خانقاہوں اور اُن اشخاص نے جو حکومت
کے واجبات سے اِسطرح مستثنیٰ کر دئے گئے تھے اپنے اپنے اختیارات کو برتنا شروع کر دیا
اب تک وہ اپنا حق سمجھکر نہیں بلکہ بادشاہ کے قائم مقام بنکر اُن اختیارات کو استعمال کرتے تھے
یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ وہ افراد جن کو یہ حقوق حاصل تھے مرکزی طاقت کے کمزور ہونے پر بال
خود مختار ہو جاتے تھے۔ یہ سچ ہے کہ کثیر التعداد مالکان اراضی جو بادشاہ کے افسران کی حدو
اختیارات سے باہر نہ تھے اور خود بادشاہ کے اکثر افسران خصوصاً کاونٹ اور مارگریو تدریج ا
بادشاہوں کے قبضہ و اقتدار سے باہر ہو جاتے تھے اور اپنے اپنے علاقوں کے فرمانروا بن جاتے تھے

لہ اس قسم کی اراضیات یا ریاست کا ذکر باب ہژدہم میں بعد ازاں کیا جائے گا۔ مؤلف۔

Marfat.com

وراثتِ مناصب کا میلان

امرا (کاؤنٹ) کو خصوصاً ایسے مواقع حاصل تھے کہ وہ اُن اختیارات کو جن کو وہ بادشاہ کی طرف سے استعمال کرتے ہوئے سمجھے جاتے تھے اپنے خاص فوائد کے لئے بھی کام میں لا سکتے تھے۔ شارلمین نے اپنے کاؤنٹوں اور مارگریووں کو اپنی سلطنت کے متمول اور ممتاز خاندانوں میں سے منتخب کیا تھا۔ چونکہ اُس کے پاس روپیہ نہ تھا وہ عام طور پر اُنکی خدمات کے صلہ میں اُن کو جاگیریں عطا کرتا تھا جن سے اُن کی خود مختاری میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ اپنے عہدہ یا منصب کو اور اپنی جاگیر کو نجی جائداد سمجھنے لگے اور وہ طبعاً اپنے بعد اپنے بیٹوں کو اپنا جانشین بنانے لگے۔ شارلمین اپنے نائبین پر پیغام رسانوں یا شاہی کمشنروں کے ذریعہ سے قبضہ و اقتدار قائم رکھتا تھا۔ اُس کی وفات کے بعد اُس کا یہ طریقہ متروک ہو گیا اور کسی ناقابل یا باغی افسر کو برخاست کر دینا نہایت دشوار کام ہو گیا۔

وہ طاقتیں جنہوں نے افتراقِ سلطنت کے خلاف کوشش کی یعنی شاہی اقتدار کا جزوِ از سرِ نو قائم ہونا اور فیوڈلزم

لیکن ہم کو یہ نتیجہ اخذ نہیں کرنا چاہئے کہ بدامنی کی صدیوں میں جو شارلمین کی سلطنت کے منتشر ہونے کے بعد گزریں حکومت بالکل مفقود ہو گئی تھی یا یہ چھوٹی چھوٹی مقامی حکومتوں میں منقسم ہو گئی تھی جو ایک دوسرے سے بالکل غیر متعلق اور خود مختار تھیں۔ اوّل تو بادشاہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ قدیم شان و شوکت کا مالک ہوتا تھا خواہ وہ کیسا ہی کمزور ہو یا اُن ذرائع کے بغیر ہو جن سے اپنے حقوق حاصل کر سکے اور اپنی زیادہ طاقتور رعایا کو وفاشعار بننے کے لئے مجبور کر سکے۔ تاہم آخر کار وہ بادشاہ ہی ہوتا تھا جس کے سر پر کلیسا تیل ڈالکر اُس کو خدا کا مقبول بادشاہ بنا دیتی تھی اور کلیسا دنیا میں خدا کی قائم مقام سمجھی جاتی تھی، وہ ایک فیوڈل لارڈ[۵] سے کچھ نہ کچھ زیادہ ہوتا تھا۔ بادشاہوں کی قسمت میں آخر کار حاوی ہونا لکھا تھا اور وہ انگلستان، فرانس اور اسپین اور بالآخر اٹلی اور جرمنی میں غالب آئے اور انہوں نے اُن قلعوں کو جڑ بنیاد سے اُکھاڑ ڈالا جنکی دیواروں

---

[۵] دیکھو باب نہم۔ مترجم۔

کے اندر ان کے تند و تیز امراء عرصہ تک شاہی طاقت سے سرکشی کرتے رہے تھے۔

فیوڈلزم

دوسری بات یہ تھی کہ کثیر التعداد خود مختار مالکانِ اراضی فیوڈلزم کے طریقہ سے جکڑ بند کر دیئے گئے تھے۔ جس شخص کے پاس اُس کی ضرورت سے زائد زمین ہوتی تھی اُس کا ایک جزو دوسرے شخص کو اس شرط پر دیدیا تھا کہ وہ شخص جو زمین لیتا تھا اس بات کا عہد و پیمان کرے کہ وہ اپنے معطی کا وفادار رہے گا اور چند خاص خدمات ادا کرے گا مثلاً اُس کی طرف سے جنگ و جدل کرنا، اُس کو مشورہ دینا اور اُس کو اُس کی خاص مصیبتوں میں امداد دینا۔ اس طریقہ سے آقا اور خدمتگزار کا تعلق پیدا ہوا۔ تمام مالکانِ اراضی یا بادشاہ کے یا دوسرے مالکانِ اراضی کے خدمتگزار ہوتے تھے اور نتیجتاً سب لوگ اپنے عہد و پیمان کی وجہ سے ایک دوسرے سے وفادار رہنے کے پابند تھے اور ایک دوسرے کے مفاد کا لحاظ رکھتے تھے۔ یہ طریقہ جس کو فیوڈلزم کہتے ہیں سلطنت کی بجائے قائم ہو گیا اور اُس کا قائم مقام بن گیا۔ نجی معاہدوں نے جو ایک مالکِ اراضی اور دوسرے مالکِ اراضی کے مابین ہوتے تھے اُس کمزور تعلق کی جگہ لے لی جو رعایا اور بادشاہ کے درمیان تھا۔

حکومت کا فیوڈل انداز اور اراضی حاصل کرنے کا فیوڈل طریقہ کچھ ایسے غیر مانوس اور بلا تشبیہ ہیں کہ ہمارے لئے انکو سمجھنا دشوار ہے۔ لیکن جب تک ہم اُن کو نہ سمجھیں یورپ کے گزشتہ ہزار برس کی تاریخ کا جزو اعظم قریب قریب بے معنی رہجائیگا۔

Marfat.com

بابِ نہم

فیوڈلزم

اُس زمانہ کے حالات اور قدیم رسم و رواج سے فیوڈلزم پیدا ہوا

فیوڈلزم اُن خاص حالتوں کا قدرتی نتیجہ تھا جو مغربی یورپ میں نویں اور دسویں صدیوں میں پائی جاتی تھیں۔ مگر اُس کے خاص عناصر اُس زمانہ میں نہ دریافت کئے گئے تھے اور نہ ایجاد کئے گئے تھے بلکہ وہ صرف جمع ہو گئے تھے تاکہ وقتی ضروریات کو پورا کر سکیں۔ لہٰذا یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن رسم و رواج پر انحصار کے ساتھ غور کیا جائے جو گزشتہ سلطنتِ روما میں موجود تھے اور حملہ آور ان جرمنوں میں پائے جاتے تھے اور جن سے حسب ذیل امور اخذ کئے جا سکتے ہیں:-

(۱) قرونِ وسطیٰ کے مالکانِ اراضی کا اپنی زمین کو اس طریقہ سے دوسروں کو دیدینے کا رواج کہ برائے نام ملکیت تو مالکِ اراضی کی رہی لیکن تمام مقاصد و اغراض کے لئے اراضی حاصل کرنے والے حقیقی مالک بن گئے اور

(۲) آقا اور خدمتگزار کا تعلق۔

گزشتہ سلطنتِ روما میں اراضی حاصل کرنے کے شرائط

ہم بیان کر چکے ہیں کہ وحشیوں کے حملوں سے قبل سلطنتِ روما کے اکثر چھوٹے چھوٹے زمینداروں نے اپنے لئے یہ بہتر سمجھا کہ اپنی اراضی کی ملکیت کو قرب وجوار کے زیادہ طاقتور مالکانِ اراضی کے نام منتقل کر دیں۔ مزدوروں اور محنتیوں کی تعداد میں اس قدر کمی ہو گئی تھی کہ نیا مالک اگرچہ زمین پر اپنا نام درج کرا لیتا تھا لیکن بخوشی پہلے مالک کو اجازت دیدیتا تھا کہ وہ بلا لگان اُس کو کاشت کرتا رہے گویا وہ اُتنک

Marfat.com

اُس زمین کا مالک ہے۔ وحشیوں کے حملوں نے غیر محفوظ چھوٹے زمینداری کی حالت سقیم کردی تھی لیکن خانقاہیں اُس کے لئے نئی جائے پناہ بن گئیں تھیں۔ رہبان خوشی سے غیر منقولہ جائداد کو قبول کر لیتے تھے جسکو اصل مالک اپنی عاقبت کی بہتری کے لئے اور اُس ولی کی شفاعت حاصل کرنے کے لئے جسکے نام پر خانقاہ معنون ہوتی تھی اس مَن محبوبہ پر دیدیتا تھا کہ پادری پہلے مالک کو اراضی کاشت کرنے کی اجازت دیدے اور اُس کا یہ حق برقرار رکھے۔ اگرچہ وہ اب مالک اراضی نہیں ہوتا تھا لیکن وہ اُس کی پیداوار سے متمتع ہوتا تھا اور ہر سال خانقاہ کی ملکیت تسلیم کرنے کی غرض سے بہت ہی تھوڑا لگان ادا کرتا تھا۔ اراضی کا استعمال یا اُس کی پیداوار جو خانقاہ اراضی کے پہلے مالک کو عطا کردیتی تھی اُس کا نام بینی فی سیم تھا۔ یہی لفظ اُن مختلف جاگیروں کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا جن کو گرجائیں اپنے وسیع مقبوضات میں سے لوگوں کو محدود وقت تک اور مختلف شرائط پر دیدیتی تھیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فرینک بادشاہوں اور دوسرے بڑے تعلقہ داروں نے بھی اپنی اراضیات کو اسی قسم کے طریقہ پر دیدیا تھا۔ قرونِ وسطیٰ کی زمینداری کی ترقی کا پہلا زینہ بھی یہی طریقہ ہے۔

آقا اور خدمت گزار کے تعلق کی اصلیت

بینی فی سیم کے ساتھ ساتھ ایک اور صیغہ جاری ہوگیا جس سے مالکانِ اراضی (آقا) اور خدمت گزار کا آیندہ تعلق بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے۔ گزشتہ سلطنت روما میں آزاد شدہ آدمی جو کبھی زمین کا مالک نہیں تھا اور اپنی روزی کمانے کے قابل نہیں رہتا تھا کسی مالدار اور طاقتور ہمسایہ کے متوسلین میں ہوجاتا تھا جو اُس کے کھانے، کپڑے اور اُس کی حفاظت کا اقرار اس شرط پر کرتا تھا کہ وہ اپنے مربی کا وفادار رہیگا اور "اُن سب سے محبت کرے گا جن سے اُس کا مربی محبت رکھتا ہے اور اُن سب سے نفرت کرے گا جن سے آخر الذکر نفرت کرتا ہے"۔[1]

---

[1] اس بات سے کہ رومی سلطنت نے اس رواج کی ممانعت کردی تھی اور خلاف ورزی کے لئے سخت سزائیں (دیکھو صفحہ آئندہ)

Marfat.com

سپاہی کا عہد و پیمان اپنے سردار سے

حملہ آور جرمنوں میں ایک رواج تھا اور وہ اس رومی رواج سے اسقدر مشابہ تھا کہ بڑے بڑے فاضلوں نے یہ طے کرنا دشوار سمجھا کہ ہم اِسے رومی صیغہ یا جرمن صیغہ کا جس نے فیوڈلزم کی ترقی میں مددوی زیادہ اثر بتائیں۔ ٹےسی ٹس لکھتا ہے کہ نوجوان جرمن جنگجو کسی نامور سردار کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا عادی تھا جو اپنے وفادار تابعین کی امداد اِس شرط پر کرتا تھا کہ وہ اُس کے ہمراہ لڑیں گے۔ اِس عہد و پیمان کو جس کو ٹےسی ٹس، کومی ٹےٹس کہتا ہے جرمن معمولی بات نہیں سمجھتے تھے بلکہ نہایت اہم اور محترم جانتے تھے جو ہر سردار اور سپاہی کے لئے باعث افتخار تھی۔ گزشتہ تعلق کی طرح جو آقا اور خدمتگزار میں ہوتا تھا یہ بھی خاص اہتمام کے ساتھ انجام پذیر ہوتی تھی اور وفاداری کا رشتہ قسم سے مضبوط کردیا جاتا تھا۔ باہمی امداد اور استعانت کی ذمہ داریاں جو کسی سردار اور اُسکے توابعین میں قائم ہوتی تھیں نہایت مستحکم اور متبرک خیال کی جاتی تھیں۔

آقا اور خدمتی اور سردار اور سپاہی کے دونوں صیغے ملکر فیوڈلزم پیدا کرتے ہیں۔

اگرچہ بھوکے اور بے خانماں شخص میں جو کسی متمول رومی زمیندار کا عاجز خدمتی ہوجاتا تھا اور کسی شریف نوجوان جنگجو میں جو کسی ممتاز فوجی سردار کے شریکِ حال رہتا تھا بہت بڑا فرق تھا لیکن یہ دونوں صیغے آیندہ فیوڈل طریقہ کو سمجھانے میں مدد دیتے ہیں جس سے ایک شخص دوسرے کا "آدمی" یا وفادار اور معزز متوسل ہوجاتا تھا۔ جب شارلیمن کی وفات کے بعد آدمی کومی ٹےٹس اور بےنی فی سیم کے خیال کو باہم ملانے لگے اور اپنی اراضی کے کسی جزو کی پیداوار کو اس شرط پر عطا کرنے لگے کہ معطی لہٗ اُن کا وفادار اور صادق مددگار رہے یعنی اُن کا باجگزار ہوجائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اراضی کی ملکیت کا فیوڈل طریقہ وجود میں آرہا تھا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰۴) مقرر کردی تھیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مقامی عاملین اپنے اپنے خدمتیوں کو شاہی ٹیکس فراہم کرنے والوں اور دوسرے سرکاری افسروں کے خلاف آزادی حاصل کرنے میں استعمال کرتے تھے۔ مؤلف۔

فیوڈلزم کی تدریجی ترقی | فیوڈلزم کسی بادشاہ کے فرمان یا کسی عام معاہدہ کے مطابق جو تمام مالکان اراضی میں باہم ہو گیا ہو جاری نہیں ہوا۔ یہ بقاعدہ طور پر رفتہ رفتہ کسی خاص شخص کی غور کردہ تجویز کے بغیر ترقی پذیر ہوتا گیا صرف اس وجہ سے کہ یہ طریقہ اُن حالات و واقعات کے لحاظ سے آرام دہ اور فطری معلوم ہوا۔ وسیع ریاست کے مالک نے اپنی اراضی کو اپنے باجگزاروں میں منقسم کرنا اپنے لئے مفید سمجھا جو جنگ میں اُس کی معاونت کا اقرار کرتے تھے، اُس کے دربار میں حاضر ہوتے تھے، ضرورت کے وقت اُس کے قلعہ کی حفاظت کرتے تھے اور روپیہ سے اُس کی امداد کرتے تھے اگر کسی غیر معمولی خرچ کا بار اُس پر پڑ جاتا تھا۔

فیف یا جاگیر | جو اراضی ان شرائط مذکور پر دی جاتی تھی اُس کو فیف کہتے تھے۔ وہ شخص جو فیف پر قابض ہوتا تھا خود بھی آقا بن جاتا تھا اگر وہ اُس کا کوئی جزو اپنے کسی باجگزار کو انہیں شرائط پر دیدیتا تھا جن شرائط پر وہ اپنے آقا یا مربی سے اُس کو لیتا تھا۔ اِس قسم کی اراضی کو ماتحت فیف کہتے تھے اور باجگزار کا باجگزار ایک ماتحت خدمتگزار یا شکمی کاشتکار کہلاتا تھا۔ ایک اور بھی صورت تھی جس کی وجہ سے باجگزاروں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے مالک عام طور پر غیر محفوظ حالت میں تھے اور اپنے آپ کو بڑے بڑے امرا کی دست برد سے محفوظ رکھنے کے ناقابل تھے۔ لہٰذا انھوں نے اپنے لئے یہ مناسب سمجھا کہ اپنی اراضی کو کسی ہمسایہ امیر کے ہاتوں میں دیدیں اور پھر اُس کو اُس سے بطور فیف کے واپس لے لیں وہ اس طرح اُس کے باجگزار بن جاتے تھے اور اُسکی حفاظت میں آجاتے تھے۔

جو کچھ اوپر بیان ہوا اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں فیوڈلزم ترقی پذیر رہا گویا سر سے پاؤں تک اور دہڑ تک ایک ساتھ ترقی کرتا رہا۔

(۱) بڑے بڑے زمینداروں نے اپنے اپنے علاقوں میں نئی نئی جاگیریں یا فیف قائم کیں اور اُن کو نئے باجگزاروں کے حوالے کردیا۔

(۲) وہ لوگ جن کے پاس چھوٹے چھوٹے قطعات تھے اُن کو فیوڈل تعلق سے اس

Marfat.com

طرح ہم رشتہ کر دیا کہ اُن کو کسی مربی یا خانقاہ کے حوالے کر کے خود اُن کے باجگزار بن گئے۔

(۳) کوئی رئیس اپنی ریاست کے حصوں کو تقسیم کر کے ماتحت فیف قائم کر سکتا تھا اور اُن لوگوں کو جن کی خدمات اور وفاداری حاصل کرنے کا وہ خواہشمند ہوتا تھا جاگیروں کے طور پر دے سکتا تھا۔

تیرہویں صدی تک فرانس میں یہ قاعدہ ہو گیا تھا کہ "کوئی ارضی بغیر کسی مالک کے نہ رہے"۔ یہ حالت قریب قریب اُنہی حالتوں کے مطابق تھی جو اُس زمانہ میں تمام مغربی یورپ میں موجود تھیں۔

جاگیروں کا موروثی طرز عمل اور اُس کے نتائج

یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ جاگیر بینی فیسیم کے برخلاف کچھ مدت تک عطا نہیں کی جاتی تھی یا معطی لہٗ کی زندگی بھر کے لئے نہیں ہوتی تھی کہ اُس کی وفات کے بعد پھر اصلی مالک کی طرف عود کرے۔ برعکس اِس کے یہ باجگزار کے خاندان میں ورثۃً پہنچتی رہتی تھی اور سب سے بڑے بیٹے کو نسلاً بعد نسلٍ ملتی رہتی تھی۔ جب تک باجگزار اپنے آقا کا وفادار اور معین رہتا تھا اور خدمات معہودہ بجا لاتا تھا اور اُس کے جانشین اطاعت گزار رہتے تھے اور اُن شرائط پر عمل درآمد کرتے رہتے تھے جن پر فیف یا جاگیر دراصل عطا کی گئی تھی تو نہ آقا اور نہ اُس کے ورثا ارضی پر باضابطہ قابض ہو سکتے تھے۔ کوئی خاص تاریخ جس پر یہ رواج ہو گیا کہ جاگیروں کو بطور میراث سمجھا جائے مقرر نہیں کی جا سکتی۔ تاہم یہ کہنا ٹھیک ہے کہ دسویں صدی میں یہ قاعدہ جاری ہو گیا تھا۔

بادشاہوں اور بڑے بڑے اُمرا نے اپنی ارضی پر اپنا قبضہ نہ رکھنے کے نقصان کو جو اُن کے باجگزاروں کے خاندانوں میں موروثی جائداد کی طرح منتقل ہوتی رہتی تھی صریح طور پر محسوس کیا۔ لیکن یہ احساس کہ جس چیز سے باپ منتفع ہوتا رہا ہے وہ اُس کے بچوں کو ملے ورنہ عام طور پر وہ بھوکوں مر جائیں گے اِس قدر عالمگیر تھا کہ آقا کی مخالفت کچھ پیش نہ جاتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اصلی اور اب تک برائے نام جاگیر کے مالک کے پاس کچھ نہ رہا بجز اُن خدمات اور واجبات کے جن کی

ادائیگی علی تصرف یعنی باجگزار نے جاگیر حاصل کرتے وقت اپنے ذمے عائد کرلی تھی۔ مختصر یہ کہ فیف درحقیقت باجگزار کی ملکیت ہوگئی اور آقا کے ہاتھ میں اُس کی پہلی ملکیت صرف ایک خواب وخیال رہ گئی۔ آجکل کسی زمین کا مالک یا تو خود اُس کو اپنے استعمال میں لاتا ہے یا مقررہ وقت تک مقررہ لگان پر بطور ٹھیکہ کے دیدیتا ہے لیکن قرونِ وسطیٰ میں زیادہ تر اراضی اُن لوگوں کے قبضہ میں تھی جو درحقیقت نہ اس کے مالک تھے نہ باقاعدہ لگان ادا کرتے تھے تاہم اصلی مالک یا اُس کے جانشین اس پر بھی اُن کو اراضی سے محروم نہیں کرسکتے تھے۔

بادشاہ کے ماتحت باجگزار اُس کے قبضہ میں نہیں ہوتے تھے

ظاہر ہے کہ بڑے بڑے باجگزار جو اپنی جاگیریں بادشاہ سے براہ راست حاصل کرتے تھے قریب قریب خود مختار ہوگئے جب انکی جاگیریں اُن کو ابدالاباد تک مل گئیں۔ اُن کے باجگزار بھی چونکہ وہ بادشاہ سے کوئی معہودہ تعلق نہ رکھتے تھے شاہی اقتدار سے بالکل علیحدہ تھے۔ نویں صدی سے تیرہویں صدی تک شاہ فرانس یا شاہ جرمنی بڑے حصۂ سلطنت پر جس میں وہ رعایا آباد تھی جو ایک قانونی بادشاہ کی حیثیت سے اُس کی اطاعت گزار تھی حکومت نہیں کرتا تھا۔ اگرچہ وہ اُس کو ٹیکس ضرور ادا کرتی تھی اور سلطنت کے سردار کی حیثیت سے اُس کے جھنڈے کے نیچے لڑنے کے لئے پابند تھی۔ ایک فیوڈل مالک اراضی کی حیثیت سے بادشاہ خود بھی بعض خدمات اور اُن کی وفاداری اپنے باجگزاروں سے طلب کرنے کا حق رکھتا تھا لیکن لوگوں کی بڑی جماعت جن پر وہ برائے نام حکمراں تھا خواہ وہ امرا میں سے تھے یا نہ تھے براہ راست بادشاہ کو کچھ نہ دیتے تھے کیونکہ وہ دیگر فیوڈل مالکانِ اراضی کی زمینوں پر رہتے تھے اور وہ کم وبیش بادشاہ کی اطاعت سے آزاد تھے۔

یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ فیوڈل رواج میں کلّی یگانگت یہانتک کہ ایک چھوٹی سلطنت کی حدود کے اندر بھی اور مغربی یورپ کے تمام ممالک کا تو کیا ذکر مشکل سے ہوسکتی تھی، فیوڈلزم کی تبدریج اور بے قاعدہ ترقی کے بارہ میں کافی لکھا جاچکا ہے۔ تاہم فرانس، انگلستان اور جرمنی کی حکومت کے صیغوں میں ایک قابل الذکر مماثلت ومشابہت تھی۔ پس فرانس کے فیوڈلزم کی

خاص خاص خصوصیات کے بیان سے جہاں یہ نہایت زوروں پر تھا اُن عام حالتوں کا اندازہ ہو سکے گا جو تمام ممالک میں جن کا حال ہمارے زیر مطالعہ ہے پائی جاتی تھیں۔

فیف / فیوڈلزم کا مرکزی صیغہ تھا

فیوڈلزم کا مرکزی شعبہ فیف تھی اور اسی سے اُس کا نام نکلا ہے۔ لفظ کے معمولی معنوں میں فیف اُس زمین کو کہتے ہیں جس کا استمراری استعمال اُس کے مالک یا قابض نے کسی دوسرے شخص کو اس شرط پر دیدیا ہو کہ اُس کا لینے والا اُس کے مالک یا قابض کا باجگزار ہو جائے گا۔ جو شخص باجگزار بننا چاہتا تھا اپنے آقا کے سامنے جھکتا تھا

احترام

اور اُس کا احترام اپنے ہاتوں کو اپنے آقا کے ہاتوں میں دیکر کرتا تھا اور اپنے آپ کو اپنے آقا کا "آدمی" فلاں فلاں فیف یا جاگیر کے لئے ظاہر کرتا تھا۔ بعدازاں آقا اپنے باجگزار کو بوسۂ امن وامان دیتا تھا اور اُس کو نیچے سے اٹھاتا تھا۔ پھر باجگزار وفاشعاری کا حلف انجیل پر اُٹھاتا تھا یا کسی مقدس یادگار پر اور نہایت سنجیدگی کے ساتھ اپنے آپ کو اُن تمام فرائض کے ادا کرنے کا جو اُس کے آقا کے ہیں پابند بناتا تھا۔ یہ احترام کرنے کا عمل جو اپنے ہاتوں کو اپنے آقا کے ہاتوں میں دیکر وفاشعاری کا حلف اٹھانے سے ظاہر کیا جاتا تھا ہر باجگزار کی سب سے پہلی اور نہایت ضروری خدمت تھی جو فیوڈل تعلق پیدا کرتی تھی۔ اگر کوئی باجگزار اپنی جاگیر کے لئے وقتِ انتقالِ جائداد اُس احترام سے انکار کرتا تھا تو وہ بغاوت اور خودمختاری کے اعلان کے برابر سمجھا جاتا تھا۔

باجگزار کی خدمات / فوجی خدمت

باجگزار کی خدمات بحد مختلف تھیں۔ احترام سے بعض اوقات اِس سے زیادہ مراد نہ ہوتی تھی کہ باجگزار اپنے آپ کو صرف اِس قدر پابند کرے کہ وہ اپنے آقا کی عزت یا جائداد پر کوئی حملہ نہ کرے گا اور نہ نقصان پہنچائیگا یا اُس کے مفاد کے خلاف کسی دوسرے طریقہ سے کوئی کوشش نہ کرے گا۔ باجگزار سے امید کیجاتی تھی کہ وہ اپنے آقا کے شریک حال ہو گا جب کوئی مہم درپیش ہو گی اگرچہ یہ بھی عام طریقہ تھا کہ کوئی باجگزار چالیس روز سے زائد اپنے صرفہ سے خدمت کرنے کے لئے مجبور نہ تھا۔ اُس مدت

کے تعین کے لحاظ سے بھی جو کسی باجگزار کو اپنے آقا کی قلعہ کی حفاظت کرنی ہوتی تھی قواعد بالکل مختلف تھے۔ فوجی خدمات کا کم زمانہ آقا کے لئے بیحد تکلیف دہ ثابت ہوتا تھا لہذا تیرہویں صدی میں یہ عام رواج ہو گیا کہ بادشاہ اور بڑے امراء لشکریوں کی ایک جماعت ملازم رکھنے لگے جنہیں وہ ہر وقت اور کسی مدت تک بھروسہ کر سکتے تھے اور اُن کو روپیہ کی جاگیریں دیدیتے

روپیہ کی جاگیریں

تھے۔ ایک نائٹ (سردار لشکر) کو کچھ آمدنی اس شرط پر دیجاتی تھی کہ معطی لہٗ نہ صرف اپنے آقا کا باجگزار رہے گا بلکہ اُس کے واسطے جب کبھی ضرورت ہو گی وہ لڑنے کے لئے تیار رہے گا۔

دیگر فیوڈل خدمات

اُس فوجی خدمت کے علاوہ جو باجگزار کو اپنے آقا کی کرنی پڑتی تھی اُس سے یہ بھی توقع کی جاتی تھی کہ بر وقت طلبی وہ آقا کے دربار میں حاضر ہو۔ وہاں وہ دیگر باجگزاروں کے پاس بیٹھتا تھا تا کہ اُن معاملات پر جن میں اُن جیسے دیگر باجگزار غور و فکر کر رہے تھے اپنی رائے دے اور دوسروں کی رائے سنے[1]۔ علاوہ ازیں جب کبھی اُس کا آقا اُس سے صلاح لے اُس کو مشورہ دینا پڑتا تھا اور خاص خاص موقعوں پر حاضر ہونا پڑتا تھا۔ بعض صورتوں میں باجگزار اپنے آقا کو روپیہ بھی پیش کرتے تھے اور اُن کو بذات خود اُس کی خدمت کرنی

ادائیگی زر

پڑتی تھی۔ مثلاً جب جاگیر کسی آقا یا باجگزار کے مرنے پر منتقل ہوتی تھی یا جاگیر فروخت کی جاتی تھی یا آقا کو اپنے سب سے بڑے بیٹے کو نائٹ (سردار لشکر) بنانے میں غیر معمولی خرچ کی ضرورت ہوتی تھی یا اپنی لڑکی کو جہیز دینا تھا یا جب وہ قید ہو جاتا تھا تو اُس کا فدیہ ادا کرنا ضروری ہوتا تھا۔ اور سب سے آخر یہ کہ باجگزار اپنے آقا کی دعوت کرتا تھا اگر اُس کا آقا اُسکی طرف سے گذرے۔ بعض فیوڈل معاہدوں میں نہایت مضحکہ خیز تفصیل درج ہے۔

---

[1] فیوڈل دربار خصوصاً بڑے امراء اور خود بادشاہ کے دربار بعد ازاں حقیقی حکومت کے مرکز ہونے والے تھے جس میں باقاعدہ عدالتی، مالی اور انتظامی جماعتیں سیاسی خدمات بھی انجام دیتی ہیں۔ مؤلف۔

Marfat.com

مثلاً یہ کہ ٹھیک کتنی مرتبہ آقا آسکتا ہے اور کتنے ہمراہی اپنے ساتھ لاسکتا ہے اور اُس کو کیا کیا خوراک دی جائے گی۔

جاگیروں کی مختلف قسمیں ہر قسم اور ہر درجہ کی جاگیریں ڈیوک اور کاؤنٹ سے لیکر جو براہ راست بادشاہ سے اپنی جاگیر حاصل کرتے تھے اور عملی طور پر خود مختار شہزادہ کے اختیارات برتتے تھے ایک معمولی نائٹ کی اراضی تک جس کے قطعات زمین کو کاشتکار یا سرف جوتتے بوتے تھے اور جو اُسکے گزراوقات اور اُس کے گھوڑے کے خرچ کے لئے بہ مشکل کافی ہوتی تھی جس پر سوار ہوکر وہ اپنے آقا کی فوجی خدمت ادا کرتا تھا اُس وقت موجود تھیں۔

اُمرا قرونِ وسطیٰ کے زمرۂ امراء میں شریک ہونے کے لئے عام طور پر یہ ضروری خیال کیا جاتا تھا کہ وہ کسی ایسی جاگیر پر قابض ہو جس کے متعلق صرف معزز خدمات ہوں اور وہ خدمات نہ ہوں جو کسی کاشتکار یا سرف کے لئے رائج تھیں۔ علاوہ ازیں ایک امیر آزاد بھی ہو اور اُس کے پاس کم ازکم اُس کے گزراوقات اور اُس کے گھوڑے کے خرچ کے لئے کافی آمدنی ہو تاکہ اُس کو کسی قسم کی محنت نہ کرنی پڑے۔

اُن کے حقوق بعض خاص حقوق سے امرا مستفید ہوتے تھے جو اُن کو غیر امرا طبقہ سے ممتاز کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر حقوق فرانس میں انقلاب فرانس تک قائم رہے اور براعظم میں بھی اور مقامات پر جاری رہے اور اٹلی اور جرمنی میں انیسویں صدی تک بدستور برقرار رہے۔ ٹیکس سے جزواً مستثنیٰ ہونے کا سب سے بڑا حق تھا۔

اُمرا کے طبقات قائم کرنے کی دشواری امرا کے درجے قائم کرنے کی خواہش قدرتاً ہوتی ہے اور مثلاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ڈیوک (وزیر) کاؤنٹ (امیر) اور مارکوئس (امیر) میں کیا فرق تھا۔ بدقسمتی سے کم ازکم تیرہویں صدی سے قبل خاص مقررہ درجے نہ تھے۔ مثال کے طور پر ممکن ہے ایک کاؤنٹ بہت ہی غیر معروف شخص ہو اور اُس کی جاگیر عہد شارلمین کے ضلع (کاؤنٹی) سے زائد نہ ہو یا وہ بہت سے قدیم اضلاع کا مالک ہو اور اُس کی طاقت ایک ڈیوک کے

Marfat.com

برابر ہو مگر عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ڈیوک، کاؤنٹ، اسقف اور ایبٹ اعلیٰ طبقہ میں شمار ہوتے تھے جو بادشاہ سے بلا واسطہ جاگیریں حاصل کرتے تھے۔ اُن کے بعد درجہ دوم کے امرا کا درمیانی طبقہ تھا جو عام طور پر بادشاہ کے ماتحت باجگزار ہوتے تھے اور ان کے نیچے کے طبقہ میں نائٹ (سردار لشکر) ہوتے تھے۔

فیوڈل رجسٹران

شرائطِ اراضی اور فیوڈل طریقہ کی پیچیدگی نے فیوڈل آقاؤں کے لئے اپنے مقبوضات کے باقاعدہ رجسٹران رکھنے کو لازمی کردیا۔ ان رجسٹروں میں سے بہت کم موجود ہیں۔ لیکن ہم کو خوش قسمتی سے شیم پین کے کاؤنٹ کا رجسٹر مل گیا ہے جو تیرہویں صدی کے آغاز کا ہے۔ اس سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ فیوڈلزم عملی طور پر دراصل کیا تھا اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فیوڈل زمانہ میں کسی ملک کا قابلِ اطمینان نقشہ تیار کرنا ناممکن تھا۔

شیم پین کے امرار کے مقبوضات کی ترقی اُس عہد کی حالت کو ظاہر کرتی ہے

دسویں صدی کے افتتاح پر اُس عہد کی تاریخوں میں ہم کو ایک حریص ٹرائیز کے کاؤنٹ کا حال معلوم ہوتا ہے جس کا نام رابرٹ تھا اور جو ۹۲۳ء میں فوت ہوا جب وہ چارلس دی سمپل سے فرانس کا تاج شاہی چھیننے کی کوشش میں تھا۔ اُس کا علاقہ اُس کے داماد کو پہنچا جس کے دیگر مقبوضات میں پیشتر ہی سے چیٹیوٹری اور میئو کے علاقے شامل تھے۔ اُس کے بیٹے نے اپنے ورثہ میں ان تینوں علاقوں کو پایا اور دانشمندانہ طریقہ سے غصب کرکے اپنے علاقے کو روز افزوں ترقی دی۔ یہ بتدریج ہڑپ کرنے کا طریقہ نسلاً بعد نسل جاری رہا یہاں تک کہ ایک مکمل علاقہ امرائے شیم پین کے قبضہ میں آگیا جنہوں نے یہ نام بارہویں صدی کے افتتاح پر اختیار کرلیا تھا۔ یہ طریقہ تھا جس سے فرانس اور جرمنی میں فیوڈل ریاستیں قائم ہوئیں۔ فیوڈل امرا کے بعض خاندان قابل ثابت ہوئے کچھ تو چالاکی اور جبر سے اور کچھ بلاشبہ خوش قسمتی سے ایک معتدبہ علاقہ اسی طریقہ سے دبا بیٹھے جس طرح کہ شاہ فرانس بعد ازاں خود فرانس کے اجزا کو یک جا کرکے اُس پر قابض ہوگیا۔

Marfat.com

امرائے شیم پین کے رجسٹر سے فیوڈل تعلق کی پیچیدگی نمایاں ہے

رجسٹر متذکرہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ امرائے شیم پین کے مقبوضات چھبیس اضلاع پر منقسم تھے جن میں سے ہر ایک کے وسط میں ایک مستحکم قلعہ بنا ہوا تھا۔ ہم اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہ تقسیم اصلی علاقوں کے تقریباً مشابہ تھی جن کو امرائے شیم پین یکجا اور متحد کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ یہ تمام قسمتیں یا اضلاع دیگر رؤسا کی جاگیریں تھیں کیونکہ اپنی بہت سی جاگیروں کے واسطے امیر شیم پین نے شاہ فرانس کا باقاعدہ احترام کیا تھا لیکن وہ بادشاہ کے علاوہ کم از کم نو دیگر رؤسا کا باجگزار تھا۔ اپنی جاگیر کا ایک جزجس میں غالباً اُس کا شہر ٹرائیز بھی شامل تھا اُس نے برگنڈی کے ڈیوک سے حاصل کیا تھا۔ چیٹی لن۔ لے پرٹے اور بعض دیگر قصبات اُس نے رہیمس کے اسقف اعظم کا "آدمی" بنکر لئے تھے۔ وہ سینس کے اسقف اعظم کا، چار دوسرے ہمسایہ اسقفوں کا اور سینٹ ڈینس کی بڑی خانقاہ کے ایبٹ کا بھی باجگزار تھا۔ اُس نے ان تمام اشخاص سے عہد و پیمان کیا تھا کہ وہ اُن کا وفادار اور خالص مددگار رہے گا اور جب اُس کے مختلف آقا ایک دوسرے سے لڑنے لگے ہونگے تو اس امر کا پتہ لگانا نہایت ہی مشکل ہوگا کہ وہ کس کی امداد کرے۔ تاہم اُس کی حالت دیگر بڑے فیوڈل رؤسا کی حالت کے مطابق تھی۔

لیکن رجسٹر کا خاص مقصد یہ ظاہر کرنا نہیں تھا کہ کاؤنٹ کے کیا کیا فرائض تھے بلکہ یہ مقصد تھا کہ خاص اُس کے کثیر التعداد باجگزاروں کی کیا کیا ذمہ داریاں ہیں۔ اس رجسٹر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی جاگیروں کو ماتحت باجگزاروں میں تقسیم کر دیا تھا اور اپنی مختلف ذرائع آمدنی کو کم از کم دو ہزار باجگزار نائیٹوں پر تقسیم کر رکھا تھا۔ اس رجسٹر میں وہ تمام شرائط درج تھیں جن پر ان نائیٹوں میں سے ہر ایک کو اراضی دی گئی تھی۔ بعض تو صرف کاؤنٹ کا احترام ہی کرتے تھے، بعض نے یہ اقرار کیا تھا کہ ہر سال ایک مدت معینہ تک جنگ میں اُس کی خدمت کریں گے۔ بعضوں کو ایک مقررہ زمانہ تک اُس کے قلعہ کی حفاظت کرنی پڑتی تھی۔ اِس کاؤنٹ کے بہت سے باجگزار دوسرے رؤسا سے بھی زمین لے چکے تھے

کیونکہ ایسا کوئی قاعدہ نہیں تھا کہ جس سے ماتحت باجگزار براہ راست بادشاہ سے یا کسی دوسرے قرب وجوار کے بڑے زمیندار سے جاگیر نہ حاصل کرسکے۔ پس یہی ہوتا تھا کہ شیم پین کے کاؤنٹ کے چند باجگزار انہی اشخاص سے زمین حاصل کر لیتے تھے جن سے خود کاؤنٹ نے اراضی حاصل کی تھی۔

اراضی کے علاوہ دیگر اشیا کو بھی فیوڈل طریقہ پر دیا گیا

یہ ظاہر ہے کہ امرائے شیم پین باجگزاروں کی اُس تعداد پر قانع نہ تھے جو انہوں نے اپنی اراضی کو ماتحت باجگزاروں میں تقسیم کر کے حاصل کی تھی۔ جس طرح اراضی کے استعمال کے لئے آقا کا احترام کیا جاتا تھا اُسی طرح یہ احترام مقررہ آمدنی کے لئے یا چند سیر غلہ کے لئے بھی جو آقا ہر سال مرحمت کیا کرتا تھا وہی احترام حاصل کیا جا سکتا تھا۔ پس روپیہ، مکانات، گیہوں، جوار، شراب، چونے حق کہ نصف شہد کی مکھیاں جو کسی خاص جنگل میں ہوں یہ سب فیوڈل طریقہ پر تقسیم ہوتی تھیں۔ یہ طریقہ ہم کو زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے کہ سپاہیوں کو تنخواہ پر نوکر رکھ لیا جائے لیکن تیرہویں صدی میں فیوڈلزم کی روایات لوگوں کے دل و دماغ پر اتنا اثر کئے ہوئے تھیں کہ اُنہیں جتنے امداد درکار ہو اُن کو باجگزار بنا لینا فطری معلوم ہوتا تھا۔ روپیہ کے ادا کرنے کا صرف وعدہ باجگزار کو کافی طور پر پابند نہیں کر سکتا تھا۔ خدمت کرنے کا حلف اُٹھانا معاہدہ کو سب سے زیادہ مضبوط و مستحکم بنا دیتا تھا جو کسی اور طرح پختہ نہیں خیال کیا جاتا تھا۔

لہٰذا اس سے ظاہر ہے کہ کوئی وارثوں کی باقاعدہ جماعت نہیں تھی جیسا کہ بعض مورخوں نے خیال کیا ہے جس میں بادشاہ سے لے کر ادنیٰ سے ادنیٰ 'نائٹ' بھی شامل ہوں جو فیوڈل امرا میں سے تھے۔ بلکہ اس بات نے کہ باجگزار اکثر مختلف رؤسا سے اراضی حاصل کرتے تھے فیوڈل تعلقات کو بیحد پیچیدہ بنا دیا۔ جو خاکہ حسب ذیل درج ہے اگرچہ یہ کسی مقررہ وقت کی حالت کے مطابق نہیں ہے لیکن اس سے فیوڈل تعلقات کی پیچیدگی ظاہر ہو جائے گی۔

Marfat.com

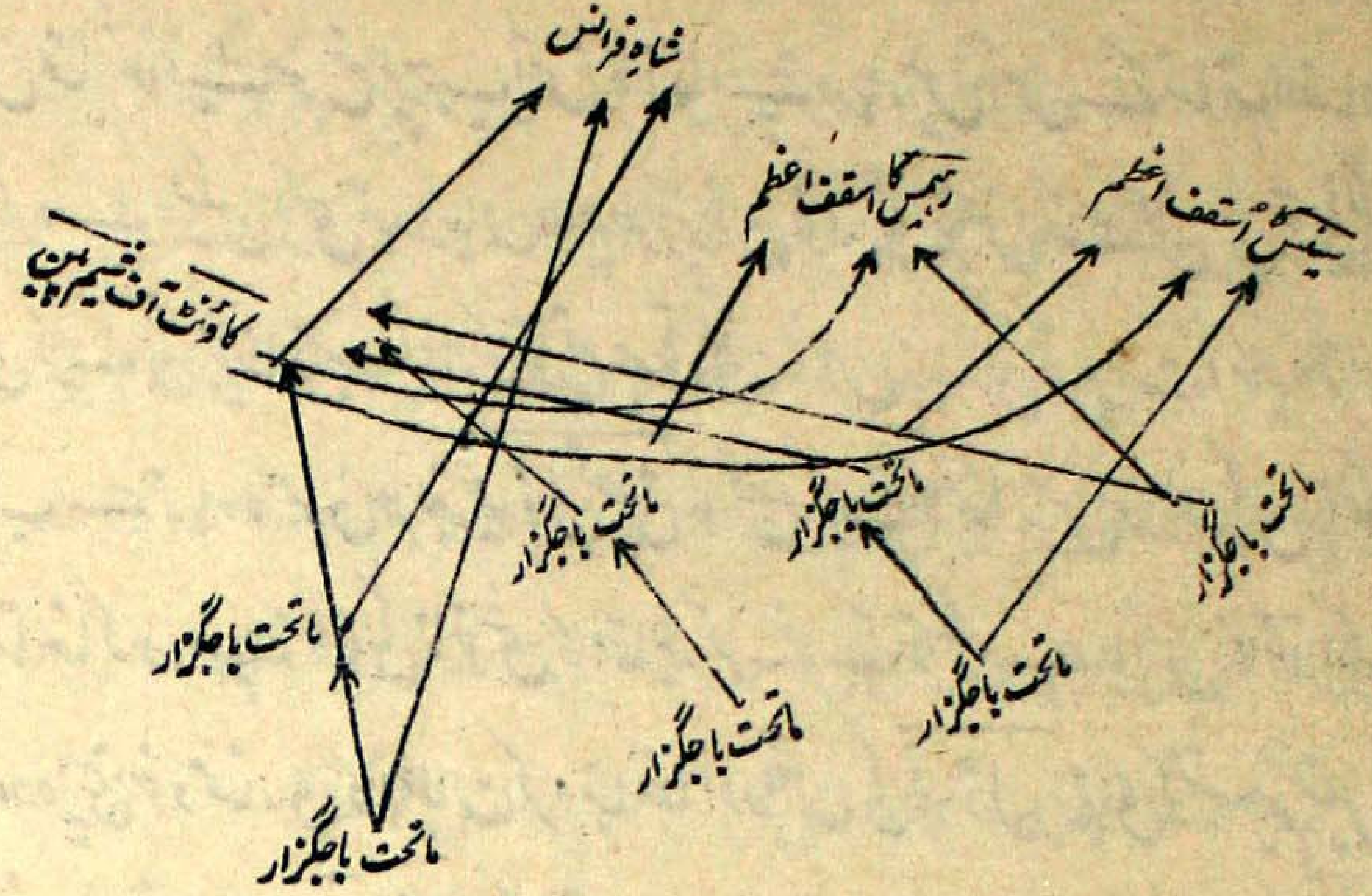

نوٹ - تیر کے نشان سے رئیس ظاہر ہوتا ہے جس سے باجگزار ایک یا ایک سے زائد جاگیر حاصل کرتے تھے۔

فیوڈل سسٹم (مشروطہ زمینداری کا طریقہ) صرف بہ جبر قائم رہا

اگر کوئی شخص اُن قواعد کو پڑھے جو فیوڈل مقننوں نے بنائے ہیں اور باجگزار کے کل فرائض کے حالات غور سے پڑھے جو اُس زمانہ کے معاہدوں میں مذکور ہیں تو وہ یہ نتیجہ نکالیگا کہ ہر شے اِس قدر باریک بینی اور سختی کے ساتھ مقرر کی جاتی تھی کہ امن و امان اور آزادی قائم رکھنے کے لئے فیوڈل تعلق کافی تھا۔ لیکن اصلی حالت معلوم کرنے کے لئے صرف اُس زمانہ کی کسی تاریخ کو پڑھکر دیکھئے تو یہ ظاہر ہوجائیگا کہ کلیسا کو چھوڑ کر تقریباً ہر کام میں جبر اور زور درکار ہوتا تھا۔ فیوڈل ذمہ داریاں کبھی پوری نہیں کی جاتی تھیں البتہ اُس وقت اُن کی تکمیل ہوتی تھی جب آقا کافی طاقتور ہوتا تھا اور اپنے باجگزاروں سے بہ جبر خدمت لے سکتا تھا۔ باجگزار ہونے کا معاہدہ اور اطاعت شعاری کا تعلق جو اِس طرق کا اصل اُصول تھا ہمیشہ ٹوٹتا رہتا تھا اور عہد و پیمان کے پابند نہ باجگزار رہتے تھے اور نہ آقا۔

فیوڈل رشتہ کا ٹوٹنا

یہ اکثر ہوتا تھا کہ ایک باجگزار اپنے آقا سے مطمئن نہیں رہتا تھا اور وہ اپنی

Marfat.com

وفاداری کو دوسرے زمیں کے یہاں منتقل کر دیتا تھا۔ بعض صورتوں میں اُس کو ایسا کرنے کا حق حاصل تھا مثلاً ایسے موقع پر جب اُس کا آقا اپنے دربار میں اُس کے ساتھ انصاف کرنے سے انکار کر دے۔ لیکن ایسی تبدیلیاں عام طور پر اُن فوائد کی غرض سے عمل میں آ نے لگیں جن کے حاصل کرنے کی بیوفا باجگزار کو توقع ہوتی تھی۔ اُس زمانہ کی تحریرات انکارِ احترام سے پُر ہیں جو سب سے زیادہ معمولی طریقہ فیوڈل تعلق کو قطع کرنے کا تھا۔ جس قدر جلد کسی باجگزار کو یہ محسوس ہو جاتا تھا کہ وہ اپنے آقا کی ناخوشی کا مقابلہ کرنے کے قابل ہے یا اُس کا آقا ایک بیکس نابالغ ہے وہ اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیتا تھا اور اُس کی فیوڈل برتری کو تسلیم نہیں کرتا تھا جس سے اُس نے زمینداری حاصل کی تھی۔

فیوڈل دنیا کا قانون جنگ تھا

ہم کہہ سکتے ہیں کہ فیوڈل دنیا کا قانون اپنی تمام شکلوں میں جنگ تھا۔ بیچین امرا کا شغل لڑائی تھی جو زمین پر قابض رہتے تھے اور اپنی حکومت کے اقتدار سے کام لیتے تھے۔ کسی جنگجو قوم کی سخت و شدید عادات اور نااتفاقی جو بیجا تعریفاتِ حقوق یا خود غرضی اور طمع سے پیدا ہوتی تھی اِن سب سے ہمیشہ خون آشام لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں جن میں ہر آقا اپنے دشمنوں کے مقابلے میں اپنے تمام باجگزاروں کو لڑاتا تھا۔ ایک حوصلہ مند باجگزار کو کم از کم ایک مرتبہ ضرور لڑائی کرنی پڑتی تھی۔ اوّل اپنے ہر ایک آقا سے۔ دوسرے پادریوں اور ایبٹوں سے جن سے اُسے سابقہ پڑتا تھا اور جن کے اقتدار کو وہ خاص طور سے ناپسند کرتا تھا۔ تیسرے اپنے جیسے باجگزاروں سے اور سب سے آخر میں خود اپنے باجگزاروں سے۔ فیوڈل تعلقات صلح اور اتفاق کی ذمہ داری پیدا کرنے کی بجائے باہمی سخت مجادلہ کے مستقل سبب ہو گئے۔ ہر شخص اپنے ہمسایہ کی عارضی یا مستقل کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا متمنی رہتا تھا۔ یہ نزمستہ نااتفاقی ایک ہی خاندان کے افراد میں بھی اپنا اثر کئے ہوئے تھی۔ بیٹا میراث کے ایک جزو سے فوراً متمتع ہونا چاہتا تھا اور اپنے باپ سے لڑتا تھا، چھوٹے بھائی بڑے بھائیوں سے لڑتے تھے اور بھتیجے اپنے چچاؤں سے جنگ وجدل کرتے تھے

Marfat.com

جو اُن کو حقوق سے محروم کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔

خیالی طور پر ایک آقا اپنے باجگزاروں کو اپنی عدالت میں بہ جبر طلب کر کے اُن کے تنازعات کو باقاعدہ اور ایمانداری کے ساتھ طے کر سکتا تھا۔ لیکن اکثر تو وہ اس قابل نہ ہوتا تھا اور اگر ہوتا بھی تھا تو وہ صلح کرانے کی طرف مائل نہ ہوتا تھا اور اگر ایسا کرتا بھی تھا تو اکثر اُس کو اپنی فیصلوں کے نفاذ کے لئے دقت اُٹھانی پڑتی تھی۔ پس باجگزاروں کو اپنے اپنے معاملات خود طے کرنے کے لئے آزادی حاصل تھی اس لئے اُن کی زندگی کا خاص مقصد باہمی جنگ و جدل ہو گیا۔ قانون نے گویا علانیہ جنگ کی اجازت دے رکھی تھی۔ تیرہویں صدی کے بڑے ضابطۂ فرانس میں اور گولڈن بل (طلائی گوسالہ) میں جو ۱۳۵۶ء میں جرمنی کے واسطے مجموعۂ قوانین بنایا گیا تھا قرب و جوار کی لڑائی ممنوع نہیں تھی۔ البتہ اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ لڑائی عمدہ اور شریفانہ طریقہ پر ہونی چاہیے۔

کھیل اور بازیاں

کھیل اور بازیاں فوجی ورزشیں تھیں یعنی کھیل کی لڑائیاں تھیں تاکہ اُس بے لطف زمانہ کو جو اکثر حقیقی لڑائیوں کے مابین آتا رہتا تھا دلچسپی کے ساتھ گزار دیا جائے۔ دراصل یہ کھیل اور بازیاں بھی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی تھیں جن میں بعض اوقات مخالف امرا کی تمام سپاہ شامل ہوتی تھی۔ ان خراب کھیلوں کو پوپوں، کونسلوں اور بادشاہوں نے بھی حقارت سے دیکھا اور بُرا کہا لیکن آخر الذکر خود بھی کھیلوں کے ایسے شائق تھے کہ خود اپنے احکام کو جو ان کھیلوں کی ممانعت کے بارہ میں صادر کئے جاتے تھے فوراً فراموش کر دیتے تھے۔

باہمی جنگ و جدل کے عظیم نقصانات عام طور پر تسلیم کئے گئے۔

متواتر باہمی جنگ و جدل کا نقصان عظیم اور امن و امان کی ضرورت گیارہویں صدی کے آغاز ہی سے نمایاں ہو گئی تھی۔ تمام شور و شغب کے باوجود بنی نوع انسان ترقی کر رہی تھی۔ تجارت اور روشن خیالی قدیم شہروں میں روز افزوں تھی اور نئے شہروں کی ترقی کے لئے شاہراہ تیار ہو رہی تھی۔

اشخاص جو سکون بخش پیشوں اور کاموں میں مصروف تھے مروجہ بدامنی کو ناقابل برداشت سمجھتے تھے۔ کلیسا جیسا کہ اُس کے لئے مناسب تھا امن وامان قائم رکھنے میں اَن تھک کوشش کر رہی تھی۔ اور پادریوں کے لئے کوئی چیز ٹروس آف گاڈ (خدا کی عارضی صلح) سے زیادہ قابل تعریف نہیں تھی۔ اِس فرمان کی رو سے تمام مخالفین اور جھگڑے ہر پنجشنبہ کی رات سے ہر دوشنبہ کی صبح تک بند رہنے چاہئیں اور کثیر التعداد روزوں کے دنوں میں بھی یہ شور وشغب نہ ہونا چاہئے۔ کلیسا کی کونسل اور تمام پادری فیوڈل آقاؤں سے ہفتہ وار صلح کو قائم رکھنے کا حلف لیتے تھے اور خوفناک سزائے اخراج کے ذریعہ سے انہوں نے کچھ کامیابی بھی حاصل کی۔ ۱۰۹۶ء میں صلیبی لڑائیوں کے شروع ہوتے ہی پوپوں نے عام صلح کے قیام میں کوشش کی تاکہ ترکوں کے خلاف لوگوں کی جنگجویانہ عادت سے کام لیا جا سکے۔

اسی کے ساتھ ساتھ کم از کم فرانس اور انگلستان میں بادشاہ کی طاقت امن وامان قائم رکھنے میں بااثر ہو گئی تھی۔ بادشاہ نے کوشش کی کہ ہر قسم کی پیچیدگی کو جو مخالف جاگیرداروں میں پیدا ہو اسلحہ کے ذریعہ سے مروجہ طریقہ پر دور نہ کی جائے۔ اپنی فوجی طاقت کو بڑھا کر جو اُس کی فرمانبرداری بادشاہ نے مجبور کیا کہ تمام نزاعی معاملات عدالتوں سے طے کرائے جائیں لیکن سینٹ لوئی (جو ۱۲۷۰ء میں فوت ہوا) اور جس نے عام امن وامان قائم کرنے میں سب سے زیادہ کوشش کی اپنے مقصد کو درجہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب نہ ہوا۔ اِن حالات کا بتدریج بہتر ہونا عام ترقی اور تجارت وصنعت وحرفت کی گرم بازاری پر موقوف رہا جن کی وجہ سے جنگجو امرا روز بروز ناقابلِ برداشت سمجھے گئے۔

بابِ دہم

فرانس کی ترقی

موجودہ یورپین سلطنتوں کے ابتدائی مدارج کے مطالعہ کی اہمیت

قرونِ وسطیٰ کی تاریخ کا کوئی حصہ اسقدر دلچسپ یا اہم نہیں ہے جسقدر کہ وہ حصہ جس میں موجودہ قومی حکومت کی بتدریج ترقی کا ذکر ہے اور جو فیوڈل بدامنی سے جس میں شارلمین کی سلطنت اُس کی وفات کے بعد کی صدی میں مبتلا ہوگئی تھی نجات پانے کے بعد حاصل ہوئی۔ کسی شخص کو یہ دعویٰ نکرنا چاہیئے کہ وہ مغربی یورپ کی تاریخ کے عناصر کو بخوبی سمجھتا ہے جب تک، کہ وہ اس قابل نہ ہو کہ ان سلطنتوں کے مختلف مدارج کو صاف طور پر بیان کرسکے جو آج کل یورپ کے نقشہ پر نظر آتی ہیں یعنی جمہوری سلطنت فرانس، جرمن سلطنت، آسٹریا ہنگری، اٹلی، برطانیہ عظمیٰ اور اسپین کی سلطنتیں کس طرح نویں صدی کے یورپ کی بدنظمی سے نکلکر منظم سلطنتیں بنیں۔

گذشتہ ابواب میں جو کچھ بیان کیا جاچکا ہے اُس سے یہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ چارلس دی فیٹ (فربہ) کے معزول ہونے کے بعد دو تین صدیوں تک مغربی یورپ کی سیاسی تاریخ درحقیقت صرف کثیر التعداد فیوڈل رؤسا کی تاریخ تھی۔ اگرچہ قرونِ وسطیٰ کے یورپ کے بادشاہ بعض اوقات اپنے قوی باجگزاروں سے کم طاقتور ہوتے تھے تاہم اُن کی تاریخ اُن کے باجگزاروں کی تاریخ سے زیادہ اہم ہے کیونکہ آخر کار یہ بادشاہ ہی تھے نہ کہ اُنکے مخالف ڈیوک اور کاؤنٹ جنہوں نے کامیابی حاصل کی اور موجودہ معنی کے لحاظ سے قومی حکومتیں قائم کیں۔ یہ اُنہی کی بدولت ہوا کہ یورپ کی بڑی سلطنتیں خصوصاً فرانس، اسپین اور

Marfat.com

انگلستان پیدا ہوگئیں۔

خاندانِ کیپسر دلنگین اور خاندانِ اوڈو کے مابین نزاع

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں مغربی فرینک سلطنت کے شمالی حصے کے امرا نے ۸۸۸ء میں ناقابل چارلس دی فیٹ (فربہ) کی بجائے شجاع اوڈو کو جو پیرس، اورلئیز اور آرلینس کا کاؤنٹ تھا اپنا بادشاہ منتخب کرلیا۔ وہ ایک طاقتور امیر تھا اور اس کے قبضہ میں علاوہ اُن ملکتوں کے جن پر وہ بحیثیت کاؤنٹ حکمرانی کرتا تھا وسیع مقبوضات تھے لیکن اپنی اس عمدہ حیثیت کے باوجود اپنی سلطنت کے جنوبی حصہ میں کسی عملی اختیار کو برتنے میں ناکام رہا۔ شمال میں بھی اُسے متواتر مخالفت سے سابقہ پڑا کیونکہ وہ امرا جنہوں نے اُس کو منتخب کیا تھا اس کو اپنی آزادی میں مخل ہونے کی اجازت دینے کا خیال نہ رکھتے تھے۔ آخر کار چارلس دی سمپل جو چارلس دی بالڈ کا اکلوتا بائی پوتا تھا اوڈو کی بجائے بادشاہ منتخب کیا گیا۔

ہیو کیپیٹ کا انتخاب جو کیپیٹین میں سب سے پہلا بادشاہ تھا ۹۸۷ء تا ۹۹۶ء

سو برس تک تاجِ شاہی شارلیمن اور اوڈو کے خاندان میں گھومتا رہا۔ پیرس کے امرا لائق اور متمول اشخاص تھے اور پچھلے کیرولنگین بادشاہ غریب اور بدقسمت تھے۔ بالآخر آخر الذکر اپنے طاقتور رقیبوں کا شکار ہو گئے جنہوں نے ۹۸۷ء میں تخت پر واقعی قبضہ کرلیا اور ہیو کیپیٹ، اہل گال، بریٹنس، نارمنس، ایکی ٹین۔ یئس، گاتھس، اسپنیارڈس اور گیسکنس مختصر یہ کہ اُن تمام لوگوں کا بادشاہ منتخب کیا گیا جو ہیو کے جانشینوں کے زمانہ میں ایک بڑی فرانسیسی قوم بن گئے۔

مغربی فرینک سلطنت فرانس کہلائی جانے لگی

ہیو نے فرانس کے ڈیوک کا خطاب ورثتاً پایا تھا جس کو اس کے مورثوں نے بادشاہ کے فوجی نمایندوں کی حیثیت سے پہلے کیرولنگین شاہانِ فرانس سے جو دراصل دریائے سین کے شمال میں ایک ضلع تھا حاصل کیا تھا۔ رفتہ رفتہ لفظ فرانس کا اطلاق اُن تمام مقبوضات پر ہونے لگا جن پر فرانس کے ڈیوک بادشاہوں کی حیثیت سے حکومت کرنے لگے۔ پس ہم آیندہ مغربی فرینک سلطنت کو فرانس لکھینگے۔

شاہی طاقت قائم کرنے کی دشواری

لیکن یہ بات فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ ہیو کی تخت نشینی کے

بعد دو صدیوں سے زائد عرصہ شاہانِ فرانس کو آجکل کے فرانس سے نصف علاقہ کی ایک حقیقی سلطنت بنانے میں صرف کرنا پڑا۔ کیونکہ تقریباً دو برس تک خاندانِ کیپیٹ نے اصلی شاہی طاقت کی طرف کچھ بھی ترقی نہ کی۔ درحقیقت صورتِ معاملات بد سے بدتر ہو گئی یہاں تک کہ جس علاقہ پر وہ بحیثیت کاونٹ قابض تھے اور وہ اُن کا مقبوضہ کہا جاتا تھا وہ بھی اُن کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ہر جگہ غاصب حکمرانوں کے موروثی خاندان پیدا ہو گئے جنکو جڑ بنیاد سے اکھاڑنا جب کہ وہ ایک مرتبہ قدم جما چکے تھے ناممکن تھا۔ کیپیٹ کے علاقے میں مخالفوں کے قلعے موجود تھے جو بڑے شہروں کی تجارت کے لئے مستقل رُکاوٹ تھے اور دیہاتی لوگوں کے لئے ناقابلِ برداشت طاعون کی مانند تھے۔ مختصر یہ کہ شاہ فرانس اپنے شاہی اقتدار کے باوجود اپنے محدود علاقہ میں بھی نقل و حرکت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ شخص جو نہایت طاقتور باجگزاروں کا آقا تھا پیرس سے باہر نکلنے کی ہمت قلعوں کی افواج سے مقابلہ کئے بغیر نہیں کر سکتا تھا جنکو جماعتِ امرا نے تعمیر کیا تھا اور جو پادری، سوداگر اور مزدور کے لئے یکساں وحشت ناک تھے۔ روپیہ یا سپاہ کے بغیر بادشاہ اپنی محدود وراثت میں وقت ضائع کیا کرتا تھا۔ دور دراز جاگیروں میں جو حدودِ سلطنت پر واقع تھیں اور نیز غیر ممالک میں بادشاہ کا وقار قائم تھا لیکن اندرون ملک اُس کی اطاعت اور عزت نہیں کی جاتی تھی۔ دارالسلطنت کے فوراً باہر دشمن کی جاگیر شروع ہو جاتی تھی۔

فرانس میں چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستوں کی پیدائش

دسویں صدی میں نارمنڈی، برٹنی، فلانڈرس اور برگنڈی کی جاگیروں نے ایک شکل اختیار کر لی تھی۔ یہ اور وہ جاگیریں جن میں ایکی ٹین کی پرانی ریاست منقسم ہو گئی تھی ترقی کرتے کرتے چھوٹی چھوٹی قومیں بن گئیں جن میں سے ہر ایک قابل حکمرانوں کے خاندان کے ہاتھ میں تھی۔ ہر ریاست اپنے خاص رواج اور رسوم رکھتی تھی جن کے بعض نشانات کا کھوج ایک سیاح اب بھی فرانس میں لگا سکتا ہے۔ ان چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کی بنیاد اُمرا کے بعض خاندانوں نے

ڈالی تھی جن میں غیر معمولی طاقت یا تدبر تھا - فتوحات، خریداری یا شادی سے انہوں نے اپنی جاگیروں میں اضافہ کرلیا تھا - جو لوگ نافرمان ہوگئے اُن کے قلعے انہوں نے فوراً تاخت و تاراج کردئے اور اِس طرح اپنے باجگزاروں پر انہوں نے اپنا اقتدار قائم کرلیا - روپیہ یا اراضی کی جاگیریں ماتحت باجگزاروں کو عطا کرکے انہوں نے نئے وابستگانِ دولت حاصل کرلئے۔

نارمنڈی | اِن ماتحت قوموں میں نارمنڈی سے زیادہ اہم اور دلچسپ اور کوئی قوم نہ تھی - نارتھمین عرصہ تک اُن لوگوں کے لئے جو جزیرہ شمال کے قرب وجوار میں رہتے تھے قہرِ خدا یا ایک بلائے عظیم ثابت ہوتے رہے جب تک کہ اُن کے سرداروں میں سے ایک شخص رولو یا رولف نے چارلس دی سمپل (سادہ لوح) سے ۹۱۱ء میں ایک ساحلی ضلع برٹینی کے شمال میں نہ لے لیا جہاں کہ وہ اور اُس کے توابعین آرام سے سکونت اختیار کرسکیں۔ رولو نے ڈیوک آف نارمنس کا خطاب اختیار کرلیا اور مذہب عیسوی اپنی قوم میں جاری کردیا ایک معتدبہ وقت تک اِن نئے آنیوالوں نے اپنی اسکینڈی نیویا کی روایات اور زبان قائم رکھی مگر رفتہ رفتہ انہوں نے اپنے ہمسایوں کی شائستگی اختیار کرلی اور بارہویں صدی تک اُن کا دارالحکومت رُوان یورپ کے نہایت روشن خیال شہروں میں شمار ہونے لگا - نارمنڈی شاہانِ فرانس کے لئے بیحد تکالیف کا سرچشمہ بنگئی تھی - جب کہ ۱۰۶۶ء میں ڈیوک ولیم فاتح نے انگلستان کو اپنے مقبوضات میں شامل کرلیا تھا کیونکہ وہ اس قدر طاقتور ہوگیا تھا کہ اُس کا آقا بمشکل سے یہ توقع کرسکتا تھا کہ وہ اپنے نارمن ڈیوکوں پر اپنا اقتدار قائم رکھ سکے گا۔

برٹینی | جزیرہ نمائے برٹینی جس میں کیلٹک لوگ آباد تھے جو برطانیہ کے ابتدائی باشندوں کی قوم سے تھے، اور اسکینڈی نیویا کے لیڈروں کے حملوں کے خاص طور پر ہدف رہے تھے ایک وقت ایسا آیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ ضلع نارمنڈی کا ضمیمہ بن جائے گا - لیکن ۹۳۸ء میں ایک دلیر ایلیں نامی جس کی ڈاڑھی بل کھائے ہوئے رہتی تھی اجنبیوں کے ظلم و تعدی

سے اِسے محفوظ رکھنے کے لئے پیدا ہوا - چنانچہ نارمنوں کو نکال دیا گیا اور فیوڈلزم نے قدیم نظام فرقہ کی جگہ لے لی - اور بعد ازاں یہ علاقہ برٹینی کہلانے لگا - سولھویں صدی کے افتتاح تک یہ اِسی طرح رہا اس کے بعد فرانس کی سلطنت کا جزو بن گیا -

بلدانِ فلیمش کی اصلیت دریائے سوم اور شیلٹ کے درمیانی زیریں علاقہ پر اہل شمال کے دباؤ کا ایک اہم اثر پڑا - وہاں کے باشندے قدیم رومی قلعوں میں پناہ گزیں ہونے لگے اور اُن کی مرمت کرنے لگے - وہ اِس طریقہ سے مِل جلکر رہنے کے عادی ہو گئے اور اسطرح بلدانِ فلیمش مثلاً گھینٹ ، بروجیس وغیرہ آباد ہو گئے جو رفتہ رفتہ صنعت و حرفت اور تجارت کے مشہور مرکز بن گئے - اِس ضلع کے اونچے گھرانوں کے بانیوں نے اپنا اقتدار اسکینڈنیویا کے غارتگروں سے ملک کو محفوظ رکھنے کی وجہ سے حاصل کیا - فلانڈرس کے کاؤنٹ اِس علاقہ پر حکمرانی کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے لیکن چھوٹے چھوٹے کاؤنٹ جو اندرونِ ملک میں رہتے تھے وہ اُن سے بالکل آزاد تھے لہذا انکی لڑائیاں اکثر خونریزیوں کا باعث ہوتی تھیں -

برگنڈی برگنڈی مشتبہ لفظ ہے کیونکہ یہ نام اُس علاقہ کے مختلف حصوں سے منسوب ہے جو برگنڈیوں کی سلطنت میں شامل تھا اور جس کو کلووِس نے اپنی فرینک سلطنت کی توسیع کے وقت اپنا باجگزار بنا لیا تھا - نویں صدی کے خاتمہ کے قریب ہم پہلے پہل ڈیوک آف برگنڈی کا نام سنتے ہیں جو بادشاہ کا فوجی نمائندہ تھا (جیسا کہ شروع شروع میں تمام ڈیوک تھے) برگنڈی کے ڈیوک اپنے باجگزاروں کو اپنے قابو میں اس حد تک نہ رکھ سکے کہ وہ خود مختار ہو جاتے - لہذا وہ فرانس کے بادشاہوں کی اطاعت پر ہمیشہ کمربستہ رہے - ہم برگنڈی کا ذکر بعد ازاں کریں گے -

ایکی ٹین کے ڈیوک اور ٹولوس اور تیم ٹین کے کاؤنٹوں کے مقبوضات ایکی ٹین کی قدیم ریاست (جو بعد ازاں گین کہلانے لگی) جس میں موجودہ وسطی اور جنوبی فرانس کا جزو اعظم شامل

تھا ۸۸۰ء میں ناپید ہوگئی تھی لیکن خطاب ڈیوک آف ایکی ٹین فیوڈل باجگزاروں کے ایک خاندان کو بادشاہ مرحمت کرتا رہتا تھا جنہوں نے بتدریج اپنی طاقت کو گیسکنی اور اُس کے شمالی علاقہ تک وسعت دیدی تھی۔ جانب جنوب و مشرق ٹولوس کے کاؤنٹوں نے ایک چھوٹی ریاست کو جو عشقیہ[۱] شاعری کے غیر معمولی علم ادب کا مرکز ہونیوالی تھی مستحکم کرنا شروع کردیا تھا۔ شیمپین کے علاقہ کا ذکر فیوڈلزم کی بحث میں پیشتر آچکا ہے۔

جن مملکتوں پر ہیوکیپیٹ اور اُس کے فوری جانشینوں نے حکمرانی کرنے کی کوشش کی اُن سب کا ذکر اوپر کردیا گیا ہے۔ دریائے سون اور رہون کے مشرقی اضلاع جواب فرانس میں شامل ہیں ۹۳۳ء میں آرلس کی سلطنت کا جزو بنائے گئے تھے جس کو برگنڈی[۲] بھی کہتے تھے اور جو ۱۰۳۲ء میں جرمن بادشاہ کے قبضہ میں آگئی تھی۔

کیپیٹین بادشاہوں کی پیچیدہ حیثیت

کیپیٹین فرمانرواؤں کی حیثیت پیچیدہ تھی۔ پیرس اور آرلینس وغیرہ کے کاؤنٹوں کی حیثیت سے وہ ایک فیوڈل امیر کے تمام معمولی حقوق سے مستفید ہوتے تھے؛ فرانس کے ڈیوکوں کی حیثیت سے دریائے سین کے شمالی ضلع پر ان اپنا مشتبہ اقتدار قائم رکھہ سکتے تھے، بڑے فیوڈل شہزادوں مثلاً نارمنڈی کے ڈیوک، فلانڈرس اور شیمپین کے کاؤنٹوں اور بقایا امرا کے آقاؤں کی حیثیت سے وہ اُن سے اپنا احترام کرا سکتے تھے اور اِن عمائدین سلطنت سے فیوڈل خدمات لے سکتے تھے۔ لیکن علاوہ اِن تمام حقوق کے جو اُن کو بحیثیت فیوڈل آقاؤں کے حاصل تھے وہ دیگر حقوق شاہانہ بھی رکھتے تھے۔ اُنکی تاجپوشی کلیسا کے ذریعہ سے پپن اور شارلمین کی طرح مقدس بنادی جاتی تھی۔ پس وہ اِس طرح سے خدا کی جانب سے کلیسا کے محافظ اور تمام مصیبت زدہ اور مظلومین سلطنت کے لئے معدلت گستری

---

[۱] اصل کتاب میں لفظ ٹروبے ڈور ہے۔ یعنی وہ طبقہ شعرا، جو افسانہ کے عشق و محبت پر نظمیں لکھتے تھے۔ مترجم۔

[۲] یہ برگنڈی اُس برگنڈی سے جس کا ابھی ذکر ہوا مختلف ہے۔ مؤلف۔

Marfat.com

کے صحیح مخزن تھے۔ لہٰذا وہ لوگوں کی نظر میں بڑے سے بڑے باجگزاروں سے زیادہ بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ اپنے باجگزاروں کی بیعت کے علاوہ وہ اُن سب سے جہانتک اُن کی رسائی تھی حلف وفاداری بھی لیتے تھے۔

برخلاف اِس کے بڑے بڑے باجگزار اِس نظریہ پر عمل کرتے تھے کہ بادشاہ صرف اُن کا فیوڈل آقا ہے۔ بادشاہ خود بھی اپنی حیثیت کے دونوں نقطۂ خیال کو تسلیم کرتا تھا اور اُس نے بادشاہ کے قدیم نظریہ سے اور اپنی فیوڈل سرداری کے خیال سے یکساں فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی اور اپنے مقبوضات پر حتی المقدور اپنا روز افزوں قابو برقرار رکھا۔ تین سو برس سے زائد تک براہِ راست خاندان کپیشین کی اولاد نرینہ برابر بادشاہ ہوتی رہی۔ علاوہ ازیں ایسا بھی شاذ و نادر ہوا کہ کسی بچے کے کمزور ہاتوں میں تاج شاہی چھوڑا گیا ہو۔ چودھویں صدی کے افتتاح پر اِس میں کسی کو شک باقی نہ رہا تھا کہ آخر کار بادشاہ فیوڈل امراء پر غالب آئیگا۔

لوئی دی فیٹ (سنہ ۱۱۰۸ء۔ سنہ ۱۱۳۷ء)

فرانس کے بادشاہوں میں سب سے پہلے لوئی فربہ (سنہ ۱۱۰۸ء۔ سنہ ۱۱۳۷ء) نے اپنی خاص ریاست کے فتح کرنے کی اہم مہم کو کامیابی کے ساتھ انجام دیا۔ وہ ایک چست و چالاک سپاہی تھا اور اُس نے ذرائع مراسلت کو جو اُس کے منتشر فیوڈل مقبوضات کے مابین تھے آزاد رکھنے کی کوشش کی اور غاصب قلعہ داروں کی طاقت کو توڑنے میں سعی کی لیکن اُس نے صرف ابتدا کردی تھی۔ یہ بات اُس کے مشہور پوتے فلپ آگسٹس (سنہ ۱۱۸۰ء۔ سنہ ۱۲۲۳ء) کے لئے مقدر ہوچکی تھی کہ وہ فرانس کی ریاست کو ایک حقیقی سلطنت بنا دے۔

پلان ٹے جی نیٹس فرانس میں ہنری دوئم

فلپ کو اپنے خاندان کے پیشرو بادشاہوں سے زیادہ سخت مشکل کام کرنا پڑا۔ اُس کی تخت نشینی سے قبل اُن شاہی شادیوں کے سلسلہ نے جو ابتک سیاسی تاریخ پر بڑا اثر ڈالتی رہی ہیں وسطی مغربی اور جنوبی فرانس کی اکثر بڑی جاگیروں کو شاہ انگلستان ہنری دوئم کے ہاتوں میں دیدیا تھا جو اب مغربی

یورپ کی سب سے زیادہ وسیع سلطنت پر فرمانروا تھا۔ ہنری دوئم، ولیم فاتح کی پوتی ٹیلڈا کا بیٹا تھا جس نے فرانسیسی بادشاہوں کے بڑے باجگزاروں میں سے ایک سے شادی کرلی تھی جو آنژو اور مین کا کاؤنٹ تھا۔ لہٰذا ہنری نے اپنی ماں کی طرف سے انگلستان کے نارمن بادشاہوں کے تمام مقبوضات یعنی انگلستان، ریاست نارمنڈی، اقتدار برٹینی اور باپ کی طرف سے مین اور آنژو کی ریاستیں ورثہ میں پائی تھیں۔ اور نیز اپنی شادی کی بنا پر، جو اُس نے ایلینر سے کی اور وہ گین (اُس وقت اُس کا نام ایکی ٹین تھا) کے ڈیوکوں کی وارثہ تھی، یہ ریاست بھی پائی تھی۔ اس طریقہ سے وہ جنوبی فرانس بر مع پوآئے ٹو اور گیسکنی کے قابض ہو گیا۔ ہنری دوئم تاریخ انگلستان میں اپنی بڑی اہمیت کے باوجود پیدائش اور ہمدردی دونوں کے لحاظ سے اُسی قدر فرانسیسی تھا جس قدر کہ انگریز لہٰذا وہ نصف سے زائد وقت اور توجہ اپنے فرانسیسی مقبوضات پر صرف کرتا تھا۔

فلپ اور پلان ٹے جی نیٹس

پس اس طرح شاہ فرانس کو یکایک ایک نئی مخالف ریاست سے سابقہ پڑا جو ایک قابل اور محنتی حکمراں کے ماتحت تھی اور اُس کے مغربی حدود سے ملحق تھی۔ جس علاقہ کا وہ بادشاہ تھا اُس کا نصف سے زائد حصہ اس ریاست میں شامل تھا۔ فلپ کی زندگی کا خاص مقصد پلان ٹے جی نیٹس[1] سے نبرد آزمائی تھا جس میں اُس کو زیادہ تر امداد اپنے دشمنوں کی باہمی جنگ و جدل سے ملی۔ ہنری دوئم نے اپنے فرانسیسی مقبوضات کو اپنے تین بیٹوں جافری، رچرڈ اور جان پر تقسیم کر دیا اور جو حکومت اُس کو اُس وقت حاصل تھی اُنکی تفویض میں کر دی۔ فلپ نے بھائیوں اور باپ کے باہمی متواتر تنازعات سے فائدہ اُٹھایا۔ اُس نے رچرڈ شیر دل کی طرفداری اُس کے باپ کے مقابلہ میں کی۔ جان لیک لینڈ (بلا اراضی) کی جو سب سے چھوٹا بھائی تھا رچرڈ کے خلاف حمایت کی وقس علیٰ ہذا۔ اگر یہ

---

[1] دیکھو شجرہ صفحہ ۱۴۰۔ مترجم۔

Marfat.com

خاندانی نزاعات نہ ہوتے تو پلان ٹے جی نیٹ کی طاقتور بادشاہت فرانس کے شاہی خاندان کو تباہ و برباد کر دیتی جس کے محدود مقبوضات ہر سمت سے ان کی ریاست سے گھرے ہوئے تھے اور ہر طرف سے اُن پر حملہ ہو سکتا تھا۔

رچرڈ شیر دل

ہنری دوئم کی زندگی تک پلان ٹے جی نیٹس[1] کو فرانس سے خارج کرنے یا اُن کی طاقت کو بہت کمزور بنانے کا کوئی موقع نہ تھا لیکن جب اُس کا بے پروا بیٹا رچرڈ اوّل جس کو شیر دل بھی کہتے ہیں تخت نشین ہوا تو فرانسیسی بادشاہ کی امیدیں تعجب خیز طریقہ پر سرسبز ہوتی ہوئی معلوم ہوئیں۔ رچرڈ نے اپنی سلطنت اُس کے حال پر چھوڑ کر مقدس سرزمین کی جانب صلیبی لڑائیوں میں شریک ہونے کے لئے رُخ کیا۔ اُس نے فلپ کو اپنے شریک حال بننے کی ترغیب دی لیکن رچرڈ کا برتاؤ ناقابل برداشت اور حاکمانہ تھا اور فلپ نہایت حوصلہ مند تھا اس لئے دونوں زیادہ عرصہ تک متحد نہیں رہ سکتے تھے۔ شاہِ فرانس جو جسمانی لحاظ سے کمزور تھا بیمار پڑ گیا اور اُسے اپنی واپسی کے لئے یہ اچھا بہانہ ہاتھ آ گیا۔ پس وہ گھر واپس آیا اور اپنے طاقتور باجگزار کے لئے مصیبتیں اور فتنیں پیدا کرنی شروع کر دیں۔ جب رچرڈ خود چند سال کی بہادرانہ لیکن بے نتیجہ جنگ کے بعد واپس آیا تو اُس نے اپنے آپ کو فلپ کے ساتھ جنگ میں مبتلا پایا جس کے دوران میں وہ مر گیا۔

جان کے ہاتھ سے اُسکے خاندان کے مقبوضات نکل گئے

رچرڈ کے چھوٹے بھائی جان نے جو انگلستان کے بادشاہوں میں سب سے زیادہ قابلِ نفرت ہونے کی شہرت رکھتا ہے فلپ کے لئے فوراً ایسا عمدہ حیلہ مہیا کر دیا کہ جس سے اُس نے پلان ٹے جی نیٹ مقبوضات کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا۔ جان کی طرف یہ شبہ کیا جاتا تھا کہ اُس نے اپنے بھتیجے آرتھر کے بیرحمانہ قتل میں چشم پوشی سے کام لیا جو جافری کا بیٹا تھا اور جس نے نارمنڈی اور ٹورین کے اُمرا اُس کے

---

[1] دیکھو تبصرہ صفحہ ۱۴۰۔ مترجم۔

Marfat.com

باجگزار ہوچکے تھے۔ علاوہ ازیں وہ اس سے کم درجہ کے ایک گناہ کا بھی مرتکب ہوچکا تھا یعنی اُس نے ایک شریف عورت کو جو اُس کے ایک باجگزار سے منسوب ہوچکی تھی بھگا کر اُس سے خود شادی کرلی تھی۔ فلپ نے جو جان کا آقا سمجھا جاتا تھا اُس کو فرانس کی عدالت میں آخرالذکر فعل کی جوابدہی کے لئے طلب کیا۔ جان کے اس انکار پر کہ نہ وہ عدالت میں آئے گا اور نہ اپنے برّاعظم کے مقبوضات کے لئے فرانسیسی بادشاہ کا احترام کرے گا اور نہ حلف وفاداری اٹھائے گا فلپ نے اپنی عدالت کو حکم دیدیا کہ وہ تقریباً تمام پلان ٹے جی نیٹ کے مقبوضات کو ضبط کرنے کا فرمان جاری کردے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور شاہ انگلستان کے قبضہ میں صرف گوشۂ جنوب مغرب فرانس رہ گیا۔

فلپ کو نہ صرف وادیٔ لوائر پر بلکہ خود نارمنڈی پر قبضہ کرنے میں کچھ بھی دقت نہ ہوئی۔ کیونکہ نارمنڈی نے پلان ٹے جی نیٹس کی بجائے اُس کو اپنا سردار ماننے میں کچھ مخالفت نہ کی اس وجہ سے کہ نارمنس سے متواتر بہ جبر شاہ انگلستان روپیہ وصول کرتا رہتا تھا۔ رچرڈ کی وفات کے چھ برس بعد انگریزی بادشاہ برّاعظم کی اپنی تمام جاگیروں سے بجز گین کے ہاتھ دھو بیٹھے۔ سب سے پہلی مرتبہ کیپیٹین مقبوضات فرانس کی بڑی فیوڈل ریاستوں میں کیا بلحاظ وسعت اور کیا بلحاظ تمول خاص الخاص ہوگئے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ فلپ برخلاف اپنے بزرگوں کے اپنی نئی فتوحات کا نہ صرف بادشاہ تھا بلکہ خود نارمنڈی کا ڈیوک اور آنژو اور مین وغیرہ کا کاؤنٹ تھا۔ اُس کے مقبوضات کی حدود یعنی وہ اراضیات جن پر وہ براہ راست بحیثیت فیوڈل آقا کے حکمراں تھا اب سمندر تک وسیع ہوگئی تھیں۔

فلپ شاہی طاقت کو مستحکم کرتا ہے اور نیز شاہی مقبوضات میں اضافہ کرتا ہے

فلپ نے شاہی مقبوضات کو نہ صرف وسعت دی بلکہ اپنے اقتدار حکومت کو بھی اپنی رعایا کے تمام طبقوں پر مضبوط و مستحکم کردیا۔ نیز وہ شہروں کی اہمیت کو بھی تسلیم کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے جو ایک صدی پیشتر سے ترقی کررہے تھے۔ اُن اضلاع میں جن کا الحاق اُس نے کیا چند اہم شہر تھے۔

وہ خاص طور سے اِن کے ساتھ رعایت ملحوظ رکھتا تھا۔ اُس نے اُن کی حفاظت خود اپنے ہاتھ میں لے لی اور اپنے اختیارات کو اُن پر قائم کر دیا اور اِس طرح سے اُن فیوڈل رؤسا کے اقتدار اور ذرائع کو کم کر دیا جنکی ریاستوں میں شہر آباد تھے۔

شاہی جاگیریں

فلپ کے بیٹے لوئی ہشتم کی خاص ایجاد شاہی جاگیروں کی پیدائش تھی۔ یہ جاگیریں اُس نے اپنے چھوٹے بیٹوں کو مرحمت کیں جن میں سے ایک آرٹوا سے کا کاؤنٹ کر دیا گیا دوسرا آنژو اور مین کا کاؤنٹ اور تیسرا آورجین کا کاؤنٹ بنا دیا گیا۔ مورخ عام طور پر اِس ایجاد کو فیوڈل خیالات کا دوبارہ اجرار اور نہایت بُرا اجرار سمجھتے ہیں۔ اِس سے نہ صرف سلطنت کے استحکام میں نقص پیدا ہوا بلکہ شاہی خاندان کے خود افراد میں باہمی تنازع کا بیج بویا گیا۔

لوئی نہم ۱۲۲۶ء سے ۱۲۷۰ء تک

فلپ کے پوتے لوئی نہم یا سینٹ لوئی (۱۲۲۶ء۔ ۱۲۷۰ء) کی دراز سلطنت بہت سے نقطۂ خیال سے نہایت دلچسپ ہے۔ فرانس کے بادشاہوں کے تمام سلسلہ میں سینٹ لوئی غالباً خود سب سے زیادہ شجاع اور ہر دلعزیز شخص ہے اور اُس کی نیکیاں اور مہمات اپنے پیشروؤں کی نسبت بہت زیادہ تحریر کیگئی ہیں لیکن ہم کو فی الحال اُس کے اُس کارِ نمایاں سے تعلق ہے جو اُس نے فرانسیسی بادشاہت کے استحکام کے لئے کیا۔ وسطی فرانس کے اُمرا کی بغاوت کے بعد جو انگلستان کے بادشاہ سے متحد ہو کر ہوئی تھی اور جس کو لوئی نے بآسانی فرو کر دیا، اُس نے

انگلستان کے بادشاہ کے فرانسیسی مقبوضات کے سوال کا تصفیہ ۱۲۵۹ء

نہایت فراخ دلی اور عیسائی حمیت کے ساتھ پلان ٹے جی نیٹس سے ایک خاص تصفیہ کرنے میں کوشش کی یعنی شاہ انگلستان گین، گسکنی اور پوآئی ٹو کی ریاست کے لئے اُس کی اطاعت کا حلف اُٹھائے اور پلان ٹے جی نیٹس کے گزشتہ بقیہ مقبوضات سے جو براعظم پر تھے دست بردار ہو جائے۔

بلیس بادشاہ کی طاقت کو بڑھانے میں مدد دیتے ہیں

علاوہ اِن اہم ملکی تصفیوں کے لوئی نہم نے حکومت کے طرق کو بہتر کرنے میں اور بادشاہ کی طاقت کو مستحکم کرنے میں بہت کچھ کیا۔ فلپ آگسٹس نے ایک نیا عہدہ بلیس کا قائم کر دیا تھا جو شارلمین کے مِسی ڈمنسٹرا کے عہدہ کے مشابہ تھا۔ یہ حکام تنخواہ دار تھے اور اکثر ایک جگہ سے دوسری جگہ بدلتے رہتے تھے تاکہ وہ ایک جگہ جڑ نہ پکڑ جائیں اور طاقتور فیوڈل خاندان نہ قائم کریں جیساکہ کاؤنٹ کر لیتے تھے جو ابتدا میں دراصل شاہی افسران تھے۔ لوئی نے بلیس کے صیغہ کو جاری رکھا اور اُس کو وسعت دی۔ اس طریقہ سے وہ اپنے مقبوضات پر کافی قبضہ و اقتدار رکھتا تھا اور اس امر کی جانچ پرتال کرتا رہتا تھا کہ سب کے ساتھ انصاف کیا جاتا ہے اور سرکاری مالگزاری ٹھیک وقت پر ادا ہوتی رہتی ہے۔

لوئی نہم کی حکومت

تیرہویں صدی سے قبل فرانس میں حکومت کے موجودہ معنوں میں کوئی حکومت نہ تھی۔ بادشاہ اپنے معمولی فرائض بحیثیت فرمانروا کے ادا کرنے میں بھی بڑے باجگزاروں، پادریوں اور دیگر اپنے مصاحبین کی کونسل کی صلاح اور مدد کا محتاج رہتا تھا۔ یہ کونسل کوئی باقاعدہ جماعت نہیں ہوتی تھی اور یہ حکومت کے تمام امور ایک قسم کو دوسری قسم سے ممیّز کئے بغیر انجام دیتی تھی۔ لوئی نہم کے عہد میں یہ جماعت تین جماعتوں پر اپنی اپنی مختلف خدمات کے لحاظ سے منقسم ہوگئی۔ اوّل جماعت، شاہی کونسل تھی جو بادشاہ کو سلطنت کے جملہ امور طے کرنے میں مدد دیتی تھی۔ دوئم محکمہ حساب تھا جس کی تفویض میں مالگزاری کا کام تھا اور تیسری کونسل پارلیماں تھی۔ یہ ایک عدالت العالیہ تھی جس میں قانون داں شامل تھے اور جوں جوں زمانہ گزرتا گیا یہ پیچ در پیچ ہوتی گئی۔ بادشاہ کے ہمرکاب رہنے کی بجائے جیسا کہ اب تک ہوتا تھا اس نے اپنا مستقر پیرس میں دریائے سین کے ایک چھوٹے جزیرہ پر بنالیا جہاں کہ بڑا دار العدالت (پیلے ڈی جسٹس) اب تک موجود ہے۔ اپیلوں کا باقاعدہ طریقہ جو فیوڈل عدالتوں کے خلاف شاہی عدالتوں میں کئے جاتے تھے قائم ہوگیا۔ اس سے بادشاہ کی طاقت

اُس کی سلطنت کے دور و دراز حصوں میں بھی مستحکم اور روز افزوں ہوگئی۔ یہ بھی فرمان جاری کیا گیا کہ صرف شاہی سکّے بادشاہ کے مقبوضات میں مروّج رہیں گے اور یہ روپیہ تمام سلطنت میں ہر جگہ قبول کیا جائیگا اگرچہ باجگزاروں کا روپیہ بھی اُن کی علیحدہ علیحدہ ریاستوں میں مستعمل ہوتا رہے گا۔

فلپ دی فیر (حسین) ۱۲۸۵ء سے ۱۳۱۴ء تک فرانس کا پہلا مطلق العنان بادشاہ تھا

سینٹ لوئی کا پوتا فلپ دی فیر (حسین) ایک فرانسیسی بادشاہ کا سب سے پہلا نمونہ ہے جو مطلق العنان بادشاہ تھا اور جو اپنے حکم کی تعمیل کرانے کے ذرائع رکھتا تھا۔ اُس نے نہایت عمدہ اور منظم حکومت ورثہ میں پائی تھی جو شارلیمین کے زمانہ سے ابتک قائم نہ ہوئی تھی۔ اُس کے ارد گرد قانون دانوں کی ایک جماعت رہتی تھی جس نے بادشاہ کے حقوق اور اختیارات کے خیالات رومی قانون سے اخذ کئے تھے۔ وہ قدرتی طور پر ہر اُس شے کو شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے جو بادشاہ کی اعلیٰ طاقت میں مخل ہو۔ پس انہوں نے بادشاہ کو تمام حکومت اپنے ہاتوں میں بلالحاظ اس امر کے کہ اُس کے باجگزاروں اور پادریوں کو کیا کیا حقوق حاصل تھے لے لینے کی جرأت دلائی۔

عوام الناس (کامنس) یا تیسرے طبقہ کی عام کونسل میں طلبی ۱۳۰۲ء

فلپ کی اِس کوشش نے کہ پادریوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی آمدنی میں سے حکومت کی امداد کے لئے ایک حصّہ دیا کریں پوپ سے مناقشہ خرید لیا جس کی تفصیل کسی آیندہ باب میں کی جائیگی۔ کلیسا کے سردار کے خلاف تمام قوم کی امداد حاصل کرنے کی غرض سے بادشاہ نے اپنی سلطنت کی بڑی کونسل ۱۳۰۲ء میں طلب کی۔ اُس نے پہلی مرتبہ شہروں کے نمایندوں کو بھی امرا اور پادریوں کے علاوہ جن سے بادشاہ ابتک ایک عرصہ دراز سے مشورہ لینے کے عادی رہے تھے طلب کیا۔ اُس وقت جبکہ فرانسیسی عام کونسل[1] یا قومی جماعت عوام الناس کے

---

[1] عام کونسل اس وجہ سے کہلاتی جاتی تھی کہ سلطنت کی تین کونسلوں کے قائم مقاموں کے عام اجلاس سے بنتے (دیکھو صفحہ آیندہ)

قائم مقاموں کی شرکت سے ایک صورت اختیار کر رہی تھی، انگلستان اپنی پارلیمنٹ بنانے میں مصروف تھا۔ اگرچہ دونوں جماعتوں کی تاریخ ایک دوسرے سے بہت مختلف رہی جیسا کہ آئندہ چلکر معلوم ہوگا۔

ان عاقلانہ ذرائع سے جن کا ذکر کیا گیا ہے فرانسیسی بادشاہوں نے اپنی سلطنت کو فیوڈل بدامنی سے بچایا اور مغربی یورپ کی سب سے زیادہ طاقتور بادشاہت کی بنیاد رکھی لیکن یہ سوال کہ ہمسایہ بادشاہ جو چینل کے اُس پار تھا کہاں تک اپنی طاقت کو برّاعظم پر وسعت دے سکتا ہے جواب کے بغیر ہی رہا۔ فرانس اور انگلستان کی حدود اب تک پورے طور پر طے نہوئی تھیں لہذا چودھویں اور پندرھویں صدیوں میں نہایت بربادکن لڑائیاں ہوئیں جن سے فرانس نے آخر کار فتحیابی کے ساتھ نجات پائی۔ اب ہم کو اُس کے انگریزی رقیب کی ترقی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۱) ممیز کر سکیں۔ اس امر کے بھی کچھ خفیف اور دھندلے نشانات پائے جاتے ہیں کہ فلپ نے چند شہریوں کو ۱۳۰۲ء سے قبل بھی طلب کیا تھا۔ مؤلف۔

Marfat.com

باب یازدہم

انگلستان قرونِ وسطیٰ میں

مغربی یورپ کی تاریخ میں انگلستان کی اہمیت

مغربی یورپ کا وہ ملک جس کی تاریخ انگریزی زبان بولنے والی اقوام کو نہایت دلچسپ معلوم ہوتی ہے واقعی انگلستان ہے۔ ممالک متحدہ امریکہ اور انگلستان کی وسیع نوآبادیوں نے اپنی زبان، خیالات اور رواجات، علم ادب، قوانین اور حکومت کے مختلف شعبوں کی بہت سی خصوصیات کو انگلستان سے ورثہ میں پایا ہے۔ لیکن اس جلد میں یہ ممکن نہیں ہے کہ انگلستان کے حالات مکمل طور پر بیان کئے جائیں۔ صرف اس قدر اُس کا ذکر کیا جائیگا جس قدر کہ اُس کا تعلق یورپ کی عام ترقی سے رہا ہے۔ اس ترقی میں اُس نے اپنی تجارت وصنعت وحرفت اور نوآبادیوں سے بہت مدد دی ہے اور نیز اس بات سے کہ اُس نے عوام کو شریک سلطنت بنا کر ایک نمونہ پیش کر دیا۔

ویسیکس کی فوقیت

جزیرۂ برطانیہ کا جرمن اینگلس اور سیکسنس سے مفتوح ہونا پیشتر بیان کیا جا چکا ہے۔ نیز ان قدیم مذہب کے پیروؤں کا کلیسائے روما کے نمائندوں سے مذہب عیسوی قبول کرنے کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ حملہ آوروں نے جو مختلف سلطنتیں قائم کیں اُن سب کو ایگبرٹ جو شارلیمن کا ہمعصر تھا وی سیکس کی جنوبی سلطنت کے ماتحت لے آیا لیکن جرمنوں کی طویل

ڈینس کے حملے۔ الفریڈ اعظم نے اُن کو شکست دی ۸۷۱ء سے ۹۰۱ء تک

حملے ابھی ختم نہ ہوئے تھے اور ملک جزواً بھی متحد نہوا تھا کہ نارتھمین یا ڈینس نے جیسا کہ انگریز اُن کو کہتے تھے، اور جو فرانس کو قتل وغارت کر رہے تھے انگلستان پر بھی حملے کرنے شروع کر دئے۔ بہت جلد انھوں نے

مستقل سکونت اختیار کرلی اور دریائے ٹھیمس کے ایک بڑے شمالی علاقہ کو فتح کرلیا۔ لیکن آلفریڈ اعظم نے ایک بڑی جنگ میں اُن کو شکست دی۔ یہ وہ پہلا انگریزی بادشاہ ہے جس کا حال ہمیں قابلِ اطمینان طریقہ پر معلوم ہے۔ اُس نے ڈینس کو عیسائی بننے کے لئے مجبور کیا اور اُس نے ایک حدِ فاصل اپنی سلطنت وی سیکس اور اُن کے درمیان ایک خط کو قائم کیا جو لندن سے تمام جزیرہ میں ہوتا ہوا چیسٹر تک جاتا تھا۔

آلفریڈ انگریزی زبان کی ترقی میں نمایاں حصّہ لیتا ہے

آلفریڈ تعلیم میں اُسی قدر دلچسپی لیتا تھا جس قدر کہ شارلیمن کو تعلیم کا شوق تھا۔ اُس نے عالم راہبوں کو برِاعظم اور ویلز سے بطور اُستادوں کے نوجوانوں کی تعلیم کے لئے طلب کیا۔ اُس کی یہ خواہش تھی کہ تمام آزاد اشخاص (شرفاء) جو تعلیم کے بار کے متحمل ہو سکتے ہوں پورے طور پر انگریزی سیکھنے کے لئے مجبور کئے جائیں اور جو لوگ پادری بننا چاہیں اُن کو لاطینی بھی سیکھنی چاہیئے۔ اُس نے خود بوتھیس کی کتاب موسومہ اطمینانِ فلسفہ اور دیگر کتب لاطینی انگریزی میں ترجمہ کیں اور بلاشبہ مشہور کتاب تاریخ اینگلو سیکسنز کی تالیف میں حوصلہ افزائی کی جو موجودہ زبان میں سب سے پہلی تاریخ ہے۔

انگلستان آلفریڈ اعظم کی وفات سے نارمن فتوحات تک سنہ ۹۰۱ء - سنہ ۱۰۶۶ء

نویں صدی کے آخر میں ڈنمارک، سویڈن اور ناروے کی سلطنتوں کے قیام سے اسکینڈی نیویا (سویڈن اور ناروے) کے بہت سے ناخوش سرداروں نے قسمت آزمائی کے لئے ملک سے باہر جانا شروع کیا پس آلفریڈ کی وفات (سنہ ۹۰۱ء) کے بعد سے ایک صدی سے زائد عرصہ تک اہلِ ڈنمارک کے حملے ہوتے رہے اور ڈین جلڈ (یہ ایک قسم کا ٹیکس تھا جو لوگوں سے وصول کر کے حملہ آوران کو بوقت ضرورت ادا کر دیا جاتا تھا کہ وہ رخصت ہو جائیں) کا ذکر بہت کچھ سننے میں آتا ہے۔ آخر کار ایک ڈنمارک کا بادشاہ جس کا نام کینیوٹ تھا سنہ ۱۰۱۷ء میں انگلستان کا بادشاہ ہونے میں کامیاب ہوا۔ ڈنمارک کا خاندان صرف چند برسوں تک انگلستان میں حکمراں رہا۔ اِس کے بعد ایک آخری کمزور سیکسن بادشاہ ایڈورڈ دی کنفیسر

(اقراری) بیس برس تک حکومت کرتا رہا۔ اُس کے مرنیکے بعد ۱۰۶۶ء میں ولیم ڈیوک آف نارمنڈی تاج انگلستان کا مدعی بنا اور انگلستان کا بادشاہ ہوگیا۔ نارمن حملے سے انگلستان کی تاریخ کا وہ زمانہ جس کو عہد سکسین کہتے ہیں ختم ہوجاتا ہے۔ یہ وہ عہد تھا جس میں انگریزی قوم ایک صورت اختیار کررہی تھی۔ قبل اس کے کہ ہم ولیم فاتح کے کارناموں کا ذکر کریں ہم کو ایک نظر انگلستان کی اُس حالت پر جس میں کہ اُس نے اُس کو پایا ڈالنی چاہئے۔

برطانیہ اعظم ولیم فاتح کی تخت نشینی کیوقت

ولیم فاتح کی تخت نشینی کے وقت بھی برطانیہ اعظم انہیں تین بڑے حصوں پر منقسم تھا جو ابتک موجود ہیں۔ چھوٹی چھوٹی سلطنتیں غائب ہوگئی تھیں اور انگلستان جانب شمال دریائے ٹوایڈ تک پھیلا ہوا تھا جو اُس کو سلطنت اسکاٹلینڈ سے، جیسا کہ اب بھی، علیحدہ کرتی تھی۔ مغرب کی جانب ویلز تھا جس میں اُسوقت اصلی باشندگانِ برطانیہ آباد تھے جیسا کہ ابتک ہیں اور جو جرمنوں کے حملوں کے وقت اُن کی تیغ خون آشام سے بچ رہے تھے۔ ڈینیس (اہل ڈنمارک) آبادی کے بڑے حصہ کا جزو بن گئے تھے اور تمام انگلستان ایک بادشاہ کی حکومت میں آگیا تھا۔ بادشاہ کی طاقت جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ترقی پذیر رہی۔ اگرچہ وہ اہم معاملات کو صرف کونسل (ویٹی نیج موٹ) کے مشورہ سے طے کرنے کا پابند تھا جس میں بڑے شاہی افسران، پادری اور اُمرا شریک ہوتے تھے۔ سلطنت شائرس[1] (اضلاع) میں تقسیم تھی جیسی کہ ابتک ہے اور ان میں سے ہر ایک میں مقامی مجلس ہوتی تھی جو ایک قسم کی پارلیمنٹ تھی تاکہ مقامی معاملات طے کرتی رہے۔

وہٹ بی کی کونسل میں پوپ کی جماعت کی فتحیابی کے بعد کلیسا کا نظام باقاعدہ مرتب

---

[1] شائرس (اضلاع) کا پتہ کم از کم آلفریڈ اعظم تک ملتا ہے اور اُن کے بہت سے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کا تعلق ابتدائی سلطنتوں سے بھی تھا مثلاً اسیکس، ای سیکس، کینٹ اور نارتھمبرلینڈ پیش کئے جاسکتے ہیں۔

مؤلف

Marfat.com

کیا گیا اور پادریوں کے باہمی ارتباط نے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں انگلستان کو براعظم سے بالکلیہ علیحدہ نہیں ہونے دیا۔ اگرچہ یہ جزیرہ یورپ کے بعض دیگر حصص سے تہذیب میں بہت پیچھے تھا لیکن انگریزوں نے ایک بڑی قوم بننے کی اور ایک قابلِ تعریف طرز حکومت کی بنیادیں رکھدی تھیں۔

فیوڈلزم انگلستان میں

انگلستان بھی فیوڈلزم کے اثر سے نہ بچ سکا۔ نارمنس قدرتاً اپنے ساتھ اپنے فیوڈل خیالات بھی لائے لیکن اُن کی آمد سے قبل بھی بہت سی باتوں سے فیوڈلزم کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔ علیحدہ علیحدہ مجموعۂ اضلاع ارلس (امرا) کی حکمرانی میں تھے جو بادشاہوں کے خوفناک رقیب ہو گئے اور پادریوں کو اُن لوگوں پر جو اُن کی وسیع ریاستوں میں رہتے تھے حکمرانی کرنے کا حق عطا کرنے کی عادت فرینک سلطنت کی اُن حالتوں کو یاد دلاتی ہے جو اُس زمانہ میں اُس کی تھیں۔ انگلستان کے بڑے بڑے زمیندار قریب قریب وہی اختیارات رکھتے تھے جو فیوڈل آقاؤں کو چینل کی دوسری جانب حاصل تھے۔

تاج انگلستان کے لئے ارل ہیرلڈ اور ڈیوک ولیم آف نارمنڈی کے مابین جنگ

جیسا کہ پیشتر ذکر کیا جا چکا ہے ولیم آف نارمنڈی نے دعویٰ کیا کہ وہ تاج انگلستان کا مستحق ہے۔ اُس نے یہ بھی فرض کر لیا کہ جو اشخاص انگلستان میں اُس کے بادشاہ ہونے سے منکر ہیں وہ باغی ہیں۔ بہرحال اُس کے دعوے کی بنیاد کے بارہ میں ہم کو کچھ آگاہی نہیں ہے۔ یہ ایک قصہ مشہور ہے کہ وہ ایڈورڈ دی کنفیسر (اقراری) کے دربار میں آیا تھا اور اس شرط پر اُس کا باجگزار ہو گیا تھا کہ اگر ایڈورڈ لاولد مرا تو وہ ولیم کو اپنا جانشین مقرر کر دیگا۔ لیکن ہیرلڈ ارل آف وی سکس نے، جس نے ایڈورڈ کی وفات سے قبل اپنی طاقت کو اس طرح مستحکم کر لیا تھا کہ دوسری تین بڑی ریاستیں اپنے بھائیوں کے قبضہ میں کر دی تھیں، تاج انگلستان پر قبضہ کر لیا اور ولیم کے اس مطالبہ کی طرف کہ وہ تاج کو اُس کے حوالہ کر دے مطلق توجہ نہ کی۔

پوپ ولیم کے دعوے کی تائید کرتا ہے۔

پس ولیم نے پوپ سے اپیل کیا اور یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ انگلستان

پر قابض ہوگیا تو وہ انگریز پادریوں کو رومی لاٹ پادری کا ماتحت بنا دیگا۔ لہٰذا پوپ ایلگزانڈر دوم (سکندر ثانی) نے ہیرلڈ پر خدا کی لعنت بھیجی اور ہر اُس مہم پر پیشتر ہی سے خدا کی رحمت بھیجی جو ولیم اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے انگلستان پر کرے۔ اِس لحاظ سے انگلستان کی فتح ایک مذہبی لڑائی ہوگئی اور چونکہ یہ مہم بخوبی مشہور ہوگئی تھی بہت سے جانباز ولیم کے جھنڈے کے نیچے آکر جمع ہوگئے۔ نارمن تیر انداز اور سوار، انگریزی سپاہیوں سے برتر ثابت ہوئے جو پیدل تھے اور اپنے ہتھیاروں سے ایسے مسلح تھے کہ بجز دست بدست کی لڑائی کے اور کسی طرح فائدہ میں نہیں رہ سکتے تھے۔ ہیرلڈ یادگار جنگِ سینلاک[1] میں مارا گیا اور اُس کی فوج کو شکست ہوئی۔ چند ہفتوں میں با اثر

جنگِ سینلاک ۱۰۶۶ء

ولیم اوّل کی تاج پوشی لندن میں

امرا اور چند پادریوں نے ولیم کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا اور لندن نے اپنے دروازے اُس کے لئے کھولدئے۔ اُس کی تاجپوشی بمقام ویسٹ منسٹر ۱۰۶۶ء میں بڑے دن کو ہوئی۔

اگلے چند برسوں میں ولیم کو بڑے امرا کی جس مخالفت اور جن بغاوتوں سے سابقہ پڑا اُس کی تاریخ کا ہم کھوج نہیں لگا سکتے۔ اُس کو اپنا اقتدار قائم رکھنا دوہرا مشکل ہوگیا کیونکہ براعظم پر بحیثیت ڈیوک آف نارمنڈی کے اُس کو وہاں کی مشکلات کا بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ کہنا کافی ہے کہ وہ اپنے تمام دشمنوں کے مقابلے میں آخرکار کامیاب رہا۔

ولیم کی عقلمندانہ حکمتِ عملی انگلستان میں

ولیم کی حکمتِ عملی دربارہ انگلستان سے نہایت تدبر ظاہر ہوتا ہے۔ اُس نے نارمن فیوڈلزم جاری کردیا جس کا وہ عادی تھا لیکن ساتھ ہی یہ بھی خیال رکھا کہ اس سے اُس کی طاقت کمزور نہ ہو جائے۔ وہ انگریز جنہوں نے جنگِ سینلاک پر اُس کا ساتھ دینے سے انکار کردیا تھا باغی قرار دئے گئے لیکن اُن کی جاگیریں اس شرط پر برقرار رہنے کی اجازت دیگئی کہ وہ اُن کو بادشاہ سے بطور رئیس کے باجگزار

---

[1] یہ جنگ اکثر جنگِ ہیسٹنگز کے نام سے مشہور ہے جو اسی نام کا ایک نزدیکی شہر ہے۔ مؤلف۔

Marfat.com

کے حاصل کرلیں۔ اُن لوگوں کی جاگیریں، جنہوں نے اُس کا مقابلہ سنلاک پر کیا تھا یا پچھلی بغاوتوں میں شریک ہوئے تھے اور خاندانِ ہیرلڈ کی بڑی جاگیریں ضبط کر لی گئیں اور اپنے وفادار تابعین میں اُن کو تقسیم کر دیا خواہ وہ نارمن تھے یا انگریز اگرچہ قدرتاً نارمنوں کی تعداد انگریزوں سے بہت زیادہ تھی۔

انگریزی رواجات میں مداخلت کئے بغیر وہ تاج کی فوقیت سب سے منواتا ہے

ولیم نے اعلان کیا کہ وہ انگریزی رواجات کو بدستور قائم رکھیگا اور جس طرح ایڈورڈ دی کنفیسر جو آخری سیکسن بادشاہ تھا حکومت کرتا تھا اُسی طرح وہ بھی کرے گا۔ اُس نے انگریزی حاصل کرنے کی کوشش کی، ویٹینیج موٹ (مجلس ملی) کو قائم رکھا اور انگریزی رواجات پر کاربند رہا۔ لیکن وہ اس قدر مضبوط آدمی تھا کہ وہ اپنی رعایا کے بس میں نہیں آسکتا تھا۔ جہاں اُس نے کاؤنٹ یا ارل بعض شائرس (اضلاع) میں مقرر کئے (جنکو اب کاؤنٹی کہتے ہیں) وہاں اُس نے دیگر شاہی افسران کو جن کو شریف کہتے تھے اُن کا نگرانِ حال بنایا۔ اُس نے کسی ایک شخص کو بہت سی ریاستیں کسی ایک حصۂ ملک میں نہیں دیں تاکہ وہ ناقابلِ علاج طریقہ پر طاقتور نہ ہو جائے چھوٹے چھوٹے زمینداروں کی امداد حاصل کرنے کے لئے اور بڑے زمینداروں کا باہمی اتفاق اپنے خلاف روکنے کے لئے اُس نے انگلستان کے ہر زمیندار سے حلفِ وفاداری براہ راست اٹھوایا۔ تاریخ اینگلو سیکسن (۱۰۸۶ء) میں یہ الفاظ درج ہیں "اس کے بعد

ولیم حلفِ وفاداری اپنے ماتحت باجگزاروں سے بھی لیتا ہے

وہ اِدھر اُدھر گھومتا رہا یہاں تک کہ وہ یکم اگست کو سالسبری پہنچا اور وہاں اُس کے دانشمند آدمی (یعنی مشیران) جمع ہوئے اور تمام انگلستان کے زمیندار وہاں اکٹھے کئے گئے خواہ وہ کیسے ہی آدمی تھے اور تمام اُس کے سامنے جھکے اور اُس کے متوسلین بن گئے اور اُس کی وفاداری کا حلف اٹھایا کہ وہ باقی تمام آدمیوں کے خلاف اُس کے ساتھ وفاداری کرینگے"۔

ڈومسڈے بک

ولیم کو اپنی تمام مملکت کا کُل حال معلوم کرنے کا جس قدر شوق تھا وہ اُس کی

Marfat.com

یخی کتاب اور قابلِ یادگار "ڈومسڈے بُک" سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ انگلستان کی کل اراضیات
یک رجسٹر تھا جس میں ہر قطعۂ اراضی کی قیمت، نام کاشتکاران اور اُس کا حلیہ وغیرہ اُس کے موجودہ
بض کا نام اور اُس شخص کا نام جو فتح انگلستان سے قبل اُس پر قابض تھا درج ہوتا تھا۔ یہ سلطنت
ی دستاویز وسیع معلومات سے پُر تھی جو ولیم کے ٹیکس وصول کنندگان کے لئے مفید اور کارآمد
بت ہوتی تھی۔ مورخ کے لئے یہ اب بھی بیش بہا چیز ہے اگرچہ بدقسمتی سے اُس کے بعض
فاظ بآسانی سمجھ میں نہیں آتے۔

یم فاتح اور کلیسا

ولیم کی حکمتِ عملی دربارہ کلیسا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اُس کے مقاصد کو
پنے مفاد سے وابستہ کرکے اُن کی ترقی میں کوشاں تھا۔ اُس نے لین فرینک ایک باشندۂ
لی کو جو نارمنڈی کی مشہور خانقاہ بیک کا افسرِ اعلیٰ رہ چکا تھا طلب کیا اور اُس کو کینٹربری کا لاٹ
دری مقرر کیا۔ بادشاہ نے پادریوں کو اپنے خاص معاملات خود طے کرنے کی اجازت دیدی اور
پادریوں کی عدالتیں مقرر کردیں جو مختلف قسم کے مقدمات طے کرتی تھیں۔ لیکن اُسقف سے
بھی حلفِ وفاداری اُسی طرح لیا جاتا تھا جس طرح کہ کسی غیر پادری باجگزار سے اور ولیم
نے پوپ کو انگریزی معاملات میں اُس کی اجازت کے بغیر دخل دینے کی ممانعت کردی تھی۔
کوئی قاصد یا نائب جو پوپ نے بھیجا بادشاہ کی اجازت کے بغیر انگلستان کی سرزمین پر قدم نہیں
رکھ سکا۔ پوپ کا کوئی فرمان اُس کی منظوری کے بغیر انگریزی کلیسا میں وصول نہیں کیا
جاسکتا تھا اور نہ اُس کے ملازمین اُس کی منشا کے بغیر مذہب سے خارج کئے جاسکتے تھے۔
جب گریے گری ہفتم نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اُس اراضی کا جو اُس نے پوپ کی حمایت میں فتح کی
تھی پوپ کا باجگزار بن جائے تو ولیم نے ایسا کرنے سے فوراً انکار کردیا۔

نارمن فتح کے عام نتائج

یہ ظاہر ہے کہ نارمن فتح سے صرف خاندان کی تبدیلی عمل میں نہیں آئی انگریزوں
میں ایک نئے عنصر کا اضافہ ہوگیا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کس قدر نارمن لوگ
چینل کو پار کرکے انگلستان میں آبسے لیکن بظاہر وہ معتدبہ تعداد میں آئے اور اُن کا اثر اور

Marfat.com

اقتدار انگریزی دربار اور حکومت پر بہت زیادہ تھا۔ ولیم کی آمد سے ایک صدی بعد جملہ امرا، اُسقف، ایبٹ اور حکومت کے افسران عملی طور پر سب نارمن ہو گئے تھے۔ ان کے علاوہ صناع اور معمار جو قلعے اور محلات تعمیر کرتے تھے اور گرجائیں، قبرستان اور دار الغربا بناتے تھے جو اُس زمانہ میں انگلستان میں بکثرت تعمیر ہوتے تھے وہ سب نارمنڈی کو خیرباد کہکر انگلستان میں آرہے تھے۔ سوداگر نارمن شہروں رُواں اور کین سے لنڈن اور دیگر انگلستان کے شہروں میں آباد ہونے کے لئے چلے آئے تھے اور فلانڈرس کے کپڑا بننے والے مختلف شہروں یہانتک کہ دیہاتی اضلاع میں آکر بس گئے۔ کچھ عرصہ تک یہ نئے آنیوالے ایک علیحدہ جماعت رہے لیکن بارہویں صدی سے قبل وہ انگریزوں کی بڑی جماعت میں ایسے جذب ہو گئے کہ اُن میں اور انگریزوں میں جن کے درمیان وہ رہنے کے لئے آئے تھے کوئی امتیاز ہی نہ رہا۔ تاہم انہوں نے اُس قوم کو زیادہ مضبوط، زیادہ محنتی، زیادہ عاقل بنادیا اور مختلف پیشوں اور دلچسپیوں میں مصروف کردیا۔

ولیم روفس ۱۰۸۷ء - ۱۱۰۰ء اور ہنری اول ۱۱۰۰ء - ۱۱۳۵ء

ولیم فاتح کے جانشین اُس کے دو بیٹے ولیم روفس اور ہنری اوّل ہوئے۔ آخر الذکر کی وفات پر ملک میں سخت خانہ جنگی ہو گئی کیونکہ بعض امرا نے فاتح کے نواسے اسٹیفن کی حمایت کی اور بعض نے اُس کی پوتی میٹلڈا کی طرفداری کی۔

خانہ جنگی کا خاتمہ ہنری دوم کی تخت نشینی سے ہوا ۱۱۵۴ء - ۱۱۸۹ء

اسٹیفن کے بعد جب ہنری دوم جو میٹلڈا کا بیٹا[1] تھا مسلمہ بادشاہ ۱۱۵۴ء میں ہوا تو اُس نے سلطنت کو نہایت خراب حالت میں پایا۔ امرا نے موجودہ بدامنی سے فائدہ اٹھاکر بادشاہ کی بغیر اجازت

---

[1] ولیم فاتح (اوّل) (۱۰۶۶ء - ۱۰۸۷ء)

ولیم روفس (۱۰۸۷ء - ۱۱۰۰ء) | ہنری اوّل (۱۱۰۰ء - ۱۱۳۵ء) | اڈیلا

میٹلڈا زوجہ جافری پلان ٹی جی نیٹ (کاونٹ آف آنژو) | سٹیفن (۱۱۳۵ء - ۱۱۵۴ء)

ہنری دوم (۱۱۵۴ء - ۱۱۸۹ء) پہلا پلان ٹی جی نیٹ بادشاہ

قلعے بنانے شروع کردئے اور خود مختار فرمانروا بن گئے۔ برّاعظم سے تاج کے مدعیوں نے تنخواہ دار سپاہیوں کو بلایا جو قومی طاعون ہو گئے۔

ہنری کی مشکلات اور اُس کا اُن پر غالب آنا

ہنری نے فوراً سخت تدابیر اختیار کیں۔ اُس نے اُن قلعوں کو جو بغیر اجازت بنالئے گئے تھے جسٹر بنیاد سے اُکھڑوادیا۔ تنخواہ دار فوجی سپاہیوں کو علیحدہ کردیا اور بہت سے اُمراء کے خطابات چھین لئے جو اسٹیفن اور میٹلڈا نے اُن کو دئے تھے ہنری دوم کا کام مشکل تھا۔ اُس کو ضرورت تھی کہ وہ اپنی اَن تھک طاقت اور عقل کی تیزی سے کام لیکر انگلستان میں امن وامان قائم کرے اور نیز برّاعظم کی وسیع مملکتوں پر جو اُسے ورثہ میں ملی تھیں یا گنی کے ڈیوکوں کی وارثہ سے شادی کرنے کی وجہ سے اُس کے ہاتھ آگئی تھیں حکمرانی کرے۔ اگرچہ اُس نے اپنی سلطنت کا زیادہ زمانہ چینل کے اُس پار گزارا تاہم وہ انگلستان کے تمام بڑے فرمانرواؤں کی صف میں شمار کیا جاتا ہے۔

طرزِ عدالت گستری میں اُسکی اصلاحات

اپنی رعایا کے تمام نزاعات کو طے کرنے کا حق قائم رکھنے اور نجی جنگ و جدل کے بہانہ کو دور کرنے کے لئے (اور یہ بُرائی تمام برّاعظم میں اُسوقت موجود تھی) اُس نے شاہی عدالتوں کے طرز عمل میں اصلاح اور ترقی کرنے کی فکر کی۔ اُس نے یہ انتظام کیا کہ جج ملک میں باقاعدہ دورہ کیا کریں تاکہ وہ ہر سال کم از کم ایک مرتبہ موقع پر مقدمات طے کرسکیں۔ اُس نے مشہور و معروف شاہی عدالت قائم کی جو بقیہ دیگر مقدمات کو جو بادشاہ کے اختیارِ سماعت کے اندر آتے تھے طے کرتی تھی۔

عدالتُ العالیہ

اس میں پانچ جج کچہری کرتے تھے جو اُسکی کونسل سے لئے جاتے تھے اور جن میں دو پادری اور تین غیر پادری ہوتے تھے۔ ہم اپنی بڑی عدالت کی شروعات ہر مقام کی ایک جماعت میں پاتے ہیں جس کے ممبران باقاعدہ حلف اُٹھاتے تھے اور ایسے بدمعاشوں کے خلاف جو اُن کے علم میں آتے تھے الزام قائم کرتے تھے۔

سماعت مقدمہ بذریعہ جوری

چھوٹی اور خفیف جوری کی ابتدا اور تاریخ جو دراصل ملزم کے مقدمہ کی

سماعت کرتی تھی لاپتہ ہے۔ ہنری دوم نے اس کی بنیاد نہیں ڈالی البتہ اس کو ایک باقاعدہ طرز سماعت بنا دیا جو پہلے خاص حالتوں میں رعایتاً کسی ملزم کے ساتھ ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ کسی جماعت کے بارہ ممبران کو جن سے غیر جانبداری کا حلف لیا جاتا تھا کسی مشتبہ شخص کی بیگناہی یا جرم کو تجویز کرانے کی خدمت سپرد کر دینے کا طریقہ پہلے طریقوں سے بہت مختلف تھا۔ نہ یہ طریقہ رومی سماعت مقدمہ کے مشابہ تھا جہاں جج اپنا فیصلہ دیتے تھے۔ نہ یہ قرون وسطیٰ کے طریقہ ابتلاء کی مانند تھا جہاں کہ خیال کیا جاتا تھا کہ خدا اپنا فیصلہ دیگا۔ ہنری کے ججوں کے فیصلے تمام معاملات میں ایسے عمدہ اور باہم دگر متفق تھے کہ وہ دیوانی کے قانون کی بنیاد بن گئے جو اب تک ان تمام ممالک میں جہاں انگریزی بولی جاتی ہے استعمال ہوتے ہیں۔

ہنری دوم اور تھامس اے بیکیٹ

ہنری کی سلطنت میں تھامس اے بیکیٹ کے مشہور جھگڑے نے درہمی و برہمی پیدا کر دی۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے بادشاہ پادریوں پر کسقدر اعتماد رکھتے تھے اور ان کی سلطنت کا کس قدر انحصار ان پر تھا۔ بیکیٹ لندن میں پیدا ہوا تھا وہ ابتدا میں کلیسا کے معمولی عہدہ داروں میں تھا لیکن بتدریج تاج کی حمایت کرنے کی وجہ سے اس کا اقتدار بڑھتا گیا۔ اس نے ہنری کو تخت دلانے میں مدد دی۔ لہذا نئے بادشاہ نے اس کو اپنا چانسلر مقرر کیا۔

بیکیٹ بحیثیت چانسلر

بیکیٹ ایک قابل وزیر ثابت ہوا اور بادشاہ کے دعاوی کی حمایت کلیسا کے خلاف بھی کرتا رہا حالانکہ وہ کلیسا کا ایک عہدہ دار تھا وہ شکار اور جنگ کا شائق تھا اور بہت سی گرجاؤں کی آمدنی کے ذریعہ سے جو اس کے قبضہ میں تھیں ایک شاندار دربار رکھتا تھا۔ ہنری نے خیال کیا کہ انگریزی پادریوں کے لئے اس کے دانشمند اور دنیاوی چانسلر سے بہتر کوئی سردار نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ بیکیٹ کو کنٹربری کا لاٹ پادری کر دیا جائے۔ اس زمانہ کے بادشاہ اکثر اپنے عمدہ افسروں کو پادریوں میں سے منتخب کیا کرتے تھے مثلاً لینفرنک فاتح کا خاص وزیر رہ چکا تھا۔ اس رواج کی بہت سی وجوہ تھیں۔ پادری غیر پادریوں سے

Marfat.com

نہ صرف زیادہ بہتر تعلیم یافتہ ہوتے تھے بلکہ وہ عام طور پر ایسے خطرناک بھی نہ ہوتے تھے جیسے کہ فوجی افسران اور نیز اُن کے عہدے بھی موروثی نہیں ہو جاتے تھے۔

جب بکیٹ کنٹربری کا لاٹ پادری بنگیا تو اُسنے کلیسا کی حمایت بادشاہ کے خلاف کی

بکیٹ کو کنٹربری کا لاٹ پادری مقرر کر کے ہنری کا ارادہ تھا کہ وہ کلیسا پر اپنا ذاتی کامل اقتدار قائم کرلے۔ اُس نے یہ تجویز پیش کی کہ پادری مجرموں کے مقدمات کی سماعت شاہی عدالتیں کیا کریں اور اُن کو مثل دیگر مجرموں کے سزائیں دیں۔ نیز وہ تمام فیوڈل خدمات ادا کرنے کے لئے مجبور کئے جائیں اور اُن کے اپیل پوپ کے یہاں نہ ہوا کریں۔ لیکن بکیٹ نے اپنی چانسلرشپ سے فوراً استعفا دیدیا، اپنی عیش و عشرت کی زندگی کو ترک کر دیا اور کلیسا کی آزادی برقرار رکھنے میں بادشاہ کی ہر تجویز کی مخالفت کی۔ دنیوی سلطنت پر روحانی طاقت کی فضیلت کا بڑے زور شور سے وعظ کرکے تھامس غضبناک اور مایوس بادشاہ کے خوف سے فرانس بھاگ گیا اور پوپ کی حفاظت میں چلا گیا۔

بکیٹ کا قتل اور ہنری کی پشیمانی

بادشاہ کی ظاہری مصالحت کے باوجود بکیٹ بعض بڑے انگریزی پادریوں کو مذہب عیسوی سے خارج یا اُن کو معطل کرتا رہا اور جیسا کہ ہنری کو یقین تھا وہ اُس کے بیٹے کو تاج سے محروم رکھنے کی سازش کرتا رہا۔ اپنے تابعین کی جماعت میں ایک مرتبہ ہنری نے غصے کی حالت میں کہا "کیا کوئی شخص نہیں ہے جو مجھے اس کمبخت پادری سے نجات دلائے؟" بدقسمتی سے بعض سرداروں نے ان الفاظ کے لفظی معنی لئے اور بکیٹ کو کنٹربری کے بڑے گرجا میں جہاں وہ واپس چلا گیا تھا قتل کر ڈالا۔ بادشاہ دراصل جبر کا استعمال کرنا نہیں چاہتا تھا اور اُس کا رنج اور پشیمانی جبکہ اُس نے اس خوفناک واقعہ کی خبر سُنی اور اُس کا نتائج بد سے خوف کھانا واقعی اصلی اور سچا تھا۔ پوپ نے بادشاہ کو عیسائیت سے خارج کرنے کی تجویز کی۔ لیکن ہنری نے پوپ کے نمایندوں سے بحلف یہ وعدہ کرکے صلح کرلی کہ وہ تھامس کی مرگ کا ہرگز خواہاں نہ تھا اور وہ کنٹربری کی تمام جائداد

جو اُس نے ضبط کر لی تھی واپس کر دیگا اور یروشلم کے مقدس گھر کو حاصل کرنے میں روپیہ سے امداد دیگا اور خود بھی صلیبی جنگ میں شریک ہونے کا قصد کریگا۔

رچرڈ شیر دل
سنہ ۱۱۸۹ء تا سنہ ۱۱۹۹ء

ہنری کی عمر کے آخری سال فرانس کے فلپ آگسٹس کی چالبازیوں اور خود اُس کے لڑکوں کی سازشوں اور جھگڑوں سے جن کا ذکر پیشتر ہو چکا ہے بے لطف ہو گئے تھے۔ اُس کا جانشین اُس کا بیٹا عجیب وغریب رچرڈ شیر دل ہوا جو قرونِ وسطیٰ کے نہایت عجیب اشخاص میں سے ہے۔ لیکن وہ ایک کمزور حکمران تھا جس نے اپنی دہ سالہ حکومت کے صرف چند ماہ انگلستان میں گزارے۔ وہ سنہ ۱۱۹۹ء میں مر گیا اور اُس کی جگہ

جان سنہ ۱۱۹۹ء تا سنہ ۱۲۱۶ء

اُس کا بھائی جان تخت نشین ہوا جو تمام بادشاہوں میں متفقہ طور پر نہایت قابلِ نفرت بادشاہ ہوا ہے۔ تاہم اُس کا عہدِ سلطنت انگلستان کی تاریخ میں قابل الذکر ہے۔ سب سے پہلے اُس کے قبضے سے برِّاعظم پر جو اُس کے خاندان کے مقبوضات نارمنڈی، برٹنی، آنژو وغیرہ تھے نکل گئے۔ بعد ازاں رعایا کی بغاوت پر جس نے اُس کے استبداد کو اور زیادہ برداشت کرنے سے انکار کر دیا وہ مجبور ہوا کہ گریٹ چارٹر (منشورِ عملِ عظمیٰ) عطا کرے۔ چینل کے اِدھر جو مقبوضات اُس کے قبضے سے نکل گئے اُس کا ذکر پیشتر ہو چکا ہے اب صرف انگریزوں کی آزادی کے بڑے منشورِ عمل کا بیان کرنا باقی رہ گیا ہے۔

آزادی کے منشور عمل کا
عطا کرنا سنہ ۱۲۱۵ء

جب سنہ ۱۲۱۳ء میں جان نے اپنے انگریزی باجگزاروں کو سمندر پار اپنے گم شدہ مقبوضات کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے طلب کیا تو انہوں نے اُس کی معیّت سے اِس بنا پر انکار کر دیا کہ اُن کی فیوڈل خدمات اُن کے ملک کے اندرون تک محدود ہیں اور وہ بیرونِ ملک لڑنے کے لئے پابند نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے ایک نمایاں بےچینی کا اظہار کیا جو جان کے استبداد اور شاہی طاقت کی حدود سے متجاوز کرنے پر اُن میں پیدا ہو گئی تھی۔ حالانکہ ابتدائی نارمن بادشاہ برابر اُن حدود کا خیال کرتے رہے۔ سنہ ۱۲۱۴ء میں اُمرا کی ایک جماعت کا جلسہ ہوا جنہوں نے حلف اُٹھایا کہ وہ بادشاہ کو اگر ضرورت ہو اسلحہ سے

استعمال سے مجبور کریں گے کہ وہ ایک ایسے منشور عمل کا پابند ہو جائے جس میں وہ سب باتیں درج ہوں جو انگریزی روایات کے مطابق بادشاہ کو نہ کرنی چاہئیں۔ جان کے خلاف نبرد آزمائی کرنا اید ہو گیا اور یہ باغی امرا مقام رنی میڈ پر جو لندن سے دور نہیں ہے اُس کے مقابلہ میں آکر جمع ہو گئے۔ یہاں ۱۵ جون ۱۲۱۵ء کو انہوں نے بادشاہ کو یہ حلف اٹھانے کے لئے مجبور کیا کہ وہ قوم کے حقوق کی نگہداشت کریگا جن کو انہوں نے نہایت احتیاط کے ساتھ اپنی فہم کے مطابق قلمبند کر دیا تھا۔

منشور عمل کی شرائط اور اس کی اہمیت

حکومت انگلستان کی تاریخ میں غالباً نہایت مشہور دستاویز یہی بڑا منشور عمل ہے۔ اُس زمانہ کے اہم اور دلچسپ حکومت کے سوالات کا یہ مختصر اور جامع بیان ہے۔ درحقیقت کل قوم نہ صرف چند امرا نے یہ بڑا عہد نامہ ایک ظالم بادشاہ سے کیا تھا۔ عوام الناس کے حقوق کی بھی امرا کے حقوق کے ساتھ حفاظت کیگئی ہے۔ جس طرح بادشاہ اپنے باجگزاروں کی رسوم اور آزادیوں کا لحاظ کرنے کا وعدہ کرتا ہے اور اپنے حقوق کو بیجا استعمال کرنے سے محترز ہوتا ہے اُسی طرح باجگزاران بھی اپنے ماتحت باجگزاروں اور آدمیوں کے حقوق کو ملحوظ رکھنے کا حلف اُٹھاتے ہیں۔ تاجر کا مال چھوٹے چھوٹے قصوروں کی بنا پر ضبط نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ کاشتکار کے آلات کشاورزی اور گاڑی پر کسی چھوٹے قصور کی وجہ سے بہ جبر قبضہ کیا جا سکتا ہے۔ بادشاہ کوئی ٹیکس سوائے تین[1] تحریر شدہ فیوڈل امداد کے وصول کرنے کا مجاز نہیں ہے البتہ قوم کی بڑی کونسل کی منظوری سے وہ ایسا کرسکتا ہے۔ اس کونسل میں پادری اور بڑے بڑے امرا اور نیز

---

[1] یہ تین فیوڈل امداد حسب ذیل تھیں:-

(۱) بادشاہ جب اپنے بڑے بیٹے کو ولیعہد مقرر کرے (۲) بڑی لڑکی کی شادی کرے (۳) نیز خود بادشاہ کا فدیہ ادا کیا جائے اگر وہ دشمنوں کے پنجے میں گرفتار ہو جائے۔ مؤلف

Marfat.com

وہ باجگزار جو اپنی جاگیریں براہ راست بادشاہ سے حاصل کر چکے ہوں شامل ہو سکتے تھے۔

اِس منشورِ عمل میں کوئی منبر اِس نمبر سے زیادہ قابل الذکر نہیں ہے کہ کوئی شخص نہ گرفتار کیا جائے گا، نہ قید کیا جائیگا اور نہ اُس کا مال ضبط کیا جائے گا جب تک کہ عدالت امراسے اُس کا فیصلہ نہ ہو لے۔ اِس چارٹر (منشورِ عمل) کی اہمیت سمجھنے کے لیے ہم کو فرانس کے اُس چارٹر کا جو ۱۸۱۴ء میں حاصل ہوا خیال کرنا چاہیے۔ بادشاہ کو اُس وقت یہ غیر محدود اختیارات حاصل تھے کہ وہ جس کو چاہے گرفتار کرا سکتا تھا اور اُس کو جب تک جی چاہے قید خانہ میں اُسکے مقدمہ کی سماعت کے بغیر اور نیز اُس کو اُس کے جرم کی اطلاع کئے بغیر رکھہ سکتا تھا۔ اِس بڑے منشورِ عمل نے یہ بھی شرط لگائی کہ بادشاہ سوداگروں کو اِدھر اُدھر آزادی سے گھومنے کی اجازت دے، اور مختلف شہروں کے حقوق کی حفاظت کرے اور اُس کے افسران بھی اپنے ماتحتوں پر جابرانہ اختیارات استعمال کرنے سے باز رکھے گئے۔

اسٹبس صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ چارٹر اعظم قوم کا پہلا بڑا پبلک کام ہے جو اُس نے اپنی ایک صورت اختیار کر لینے کے بعد کیا اور اُس کام کا تکملہ ہے جس کے لئے بلا ارادہ بادشاہ، پادری اور مقننین ایک صدی سے محنت کر رہے تھے۔ اُس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے کسی نسل یا خاندان کا امتیاز کیا جا سکے یا انگریزی اور نارمن قانون کے اختلافات اخذ ہو سکیں۔ یہ ایک لحاظ سے قومی زندگی کے زمانہ کا خلاصہ ہے اور دوسرے لحاظ سے ایک نئے عہد کی ابتدا ہے جو ختم ہونے والے زمانہ سے کچھہ کم پُر از واقعات نہیں ہے۔

جان نے اقرار صلح کرنے کے باوجود اپنی فطری دغابازی کے ساتھہ چارٹر کے شرائط سے گریز کرنے کی ایک بیکار کوشش کی۔ لیکن نہ وہ خود اور نہ اُس کے جانشین اِس دستاویز کو بالکل رد کر سکے۔ بعد ازاں وہ وقت بھی آیا جب انگلستان کے بادشاہوں نے اُس کے شرائط سے پہلوتہی کی اور مطلق العنان بادشاہوں کی طرح حکومت کرنا چاہا لیکن عوام الناس ہمیشہ جبعہ یا بہ دیر چارٹر کا خیال کرتے تھے اور اِس طرح سے یہ منشورِ عمل مستقل استبداد کے خلاف

انگلستان میں ایک مؤثر رکاوٹ ثابت ہوا۔

| ہنری سوم ۱۲۱۶ء تا ۱۲۷۲ء |

جان کے بیٹے ہنری سوم کے طویل عہد میں انگلستان نے اپنی پارلیمنٹ بنانی شروع کی۔ یہ وہ صیغۂ حکومت ہے جس نے نہ صرف تاریخ انگلستان میں نہایت عظیم کام انجام دیا ہے۔ بلکہ دُنیا کے تقریباً ہر مہذب ملک میں اِس قِسم کی جماعتوں کے لئے ایک نمونہ ثابت ہوا ہے۔ ہنری کے اِس شوق نے کہ غیر ملکیوں کو عہدے دئے جائیں اور اُس کے اِس انتشارِ طبیعت نے کہ وہ اپنے اختیارات کو کام میں لائے جنکو ٹھیک طور پر برتنے کی نہ اُس میں عقل تھی نہ اُن کو بجا طور پر کام میں لانے کی طاقت تھی اور نیز اُس کی رضامندی نے جو اُس نے پوپ کو انگلستان میں ٹیکس وصول کرنے کی دیدی تھی' امرا کو تاج کے خلاف مخالفت کرنے پر آمادہ کردیا۔ امرا اور شہری جو بادشاہ کی مطلق العنان طاقتوں کی روک تھام کرنا چاہتے تھے اُس فوج میں شامل ہوگئے جو جنگ امرا کے نام سے موسوم ہے انھوں نے سائمن ڈی مانٹ فورٹ کو جو ہمدرد قوم تھا اپنا سردار بنایا اور وہ ایک بہادر اور بے غرض مؤید حقوق قوم ثابت ہوا۔

| انگریزی پارلیمنٹ |

سیکسنوں کے عہد کی قدیم وائٹنج موٹ' نیز نارمن بادشاہوں کی بڑی کونسل' امرا' پادریوں اور ایبٹوں کی انجمن تھی جس کو بادشاہ وقتاً فوقتاً اپنے مشورہ' امداد اور گورنمنٹ کے اہم کاموں کی منظوری کے لئے طلب کرتا تھا۔ ہنری کے عہد میں اُس کے اجلاس بہت جلد جلد ہوئے اور اُس کے مباحثے نہایت زور شور کے ساتھ ہوئے اور لفظ پارلیمنٹ اُس پر چسپاں ہونے لگا۔

| سائی من ڈی مانٹ فورٹ عوام کو پارلیمنٹ میں طلب کرتا ہے |

۱۲۶۵ء میں ایک مشہور پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا جس میں سائی من ڈی مانٹ فورٹ کے اثر سے ایک نہایت اہم اور نیا طبقۂ ممبران بھی موجود تھا اور جس کی بدولت آیندہ اُس کی عظمت ہوئی۔ امرا اور پادریوں کے علاوہ شریفوں کو بھی حکم دیا گیا تھا کہ وہ دو سادہ نائٹ ہر کاؤنٹی سے اور دو شہری ہر مرفہ الحال شہر سے پارلیمنٹ میں شریک ہونے اور وہاں کے مباحثوں میں حصہ لینے کی غرض سے بھیجیں۔

ایڈورڈ اوّل کی ماڈل پارلیمنٹ

آیندہ بادشاہ ایڈورڈ اول نے اِس ایجاد کو پورے طور پر اختیار کرلیا۔ اُس نے بلاشبہ شہروں کے نمایندوں کو طلب کیا کیونکہ شہری متمول ہوتے جاتے تھے اور وہ یہ چاہتا تھا کہ حکومت کے اخراجات کے لئے اُن سے روپیہ کی منظوری کا موقع مل جائے۔ وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ جب کبھی میں کوئی اہم کام کروں جس کا اثر تمام سلطنت پر ہو تو تمام طبقوں کی پسندیدگی حاصل کرنی چاہیئے۔ ۱۲۹۵ء کی ماڈل (نمونہ) پارلیمنٹ سے عوام یا لوگوں کے نمائندے پادریوں اور امرا کے ساتھ برابر شامل ہوتے رہے جب کبھی انگلستان کی اِس قومی جماعت کا اجلاس ہوا۔ ہم آیندہ دِکھلائیں گے کہ کس طرح ایڈورڈ کے بیٹے کے عہد میں دارالعوام اور دارالامرا پردۂ ظہور میں آئے۔

انگلستان چودھویں صدی میں

جیسا کہ ایک نامور مورخ گرین صاحب کہتے ہیں "ایڈورڈ اوّل کے عہدِ سلطنت سے ہم موجودہ انگلستان کو دیکھتے ہیں۔ بادشاہ، امرا، عوام، عدالت ہائے انصاف، کلیسا اور سلطنت کے تعلقات اور ایک بڑی حد تک خود سوسائٹی کی ساخت اِن سب نے اُسی زمانہ میں اپنی وہ شکل اختیار کرلی تھی جو اب تک موجود ہے" علاوہ ازیں انگریزی زبان بھی وہ ذریعۂ اظہارِ مطالب ہونے والی تھی جسکو ہم آجکل استعمال کرتے ہیں۔

باب دوازدہم

جرمنی اور اٹلی دسویں اور گیارہویں صدی میں

جرمنی اور فرانس کی ترقیات کا مقابلہ

شارلمین کی سلطنت کے مشرقی یا جرمن حصّہ میں بادشاہت کی تاریخ فرانس کی بادشاہت کی تاریخ سے بہت مختلف ہے جس کا ذکر پچھلے باب میں کیا جاچکا ہے۔ چار صدیوں کی لڑائی کے بعد تیرہویں صدی میں یہ واضح ہوگیا تھا کہ لوئی جرمن (شارلمین کا پوتا) کے جانشین جرمنی کو ایسی سلطنت نہیں بنا سکتے تھے جیسی کہ سینٹ لوئی نے اپنی اولاد کو ورثہ چھوڑی تھی۔ تیرہویں صدی سے نپولین کے زمانہ تک سیاسی لحاظ سے کوئی جرمنی نہ تھی بلکہ وہ عملی خود مختار چھوٹی بڑی ریاستوں کا ایک مجموعہ تھی۔ صرف ایک یا دو نسل گزری ہیں کہ پروشیا کی ماتحتی میں جو ایسی سلطنت ہے کہ شارلمین کے عہد سے صدیوں بعد تک اُس کا نام بھی نہیں سُنا گیا، پہلی خود مختار سلطنتیں، صوبے اور آزاد شہر ایک رشتہ سے منسلک کر دیے گئے ہیں جس کا نام اب سلطنتِ جرمنی ہوگیا ہے اور جنگ یورپ ۱۹۱۴ء سے وہاں بھی جمہوری سلطنت قائم ہوگئی ہے۔

قدیم خود مختار تعلقے

شارلمین کی سلطنت کے مشرقی حصے کے نقشے سے اُس کی وفات کے ایک صدی بعد ظاہر ہوتا ہے کہ کل مملکت چند بڑے علاقوں میں منقسم ہوگئی تھی جس پر ڈیوک حکمراں تھے جو کم از کم سیکسنی اور بویریا میں بجز نام کے اور ہر طرح بادشاہ تھے۔ یہ تعلقے کس طرح پیدا ہوئے ایک راز سربستہ ہے لیکن کم از کم دو باتیں صاف اور صریح ہیں جن سے اُن کی پیدائش کی وجہ سمجھ میں آجاتی ہے۔ اوّل تو لوئی جرمن کے کمزور جانشینوں کی ماتحتی میں مختلف قوموں

Marfat.com

کی خودمختارانہ اسپرٹ (روح) نے جن کو شارلمین نے یکجا کر رکھا تھا ایک مرتبہ پھر زور کیا اور وہ بعلیب خاطر اپنے خاص سرداروں کی سرداری قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ دوسرے وہ ایسا کرنے کے لئے بیرونی متواتر حملوں کی بنا پر مجبور ہوئے۔ اوّل نارتھمین اور میروومنس کے حملے ہوئے جو قوم سلاف سے تھے۔ بعد ازاں تکلیف دہ ہنگیرین سواروں نے پریشان کیا جو ایک مرتبہ سے زائد فرانس کے مغرب تک پہنچ گئے تھے۔ چونکہ کوئی مستحکم مرکزی طاقت لوگوں کی حفاظت کے لئے موجود نہ تھی اس لئے یہ قدرتی امر تھا کہ انھوں نے اپنی رہبری اور استعانت کے لئے اپنے مقامی سرداروں پر نظر دوڑائی۔

ہنری اول سنہ ۹۱۹ء۔سنہ ۹۳۶ء

یہ خودمختار تعلقے جلسیا کہ جرمن امن کو کہتے ہیں، جرمن بادشاہوں کی ملک جرمنی پر مضبوط گرفت ہونے میں حائل ہوئے۔ چنانچہ اُن کے امکان میں جو بہتر سے بہتر بات تھی انھوں نے کر ڈالی یعنی انھوں نے ایک[1] قسم کا بھائی چارہ قائم کر دیا لہذا جب جرمن امرا نے طاقتور ہنری اوّل کو سنہ ۹۱۹ء میں سیکسنی کے ڈیوک خاندان سے اپنا بادشاہ منتخب کیا تو اُس نے دانشمندی سے چند ڈیوکوں کو اُن کی طاقت سے محروم کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ وہ اُن کی امداد حملہ آوران کے خلاف جو چاروں طرف سے اُمڈے آرہے تھے حاصل کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ پس اُس نے قوم سلاف کی آئندہ محکومیت اور ہنگیرینس کی آخری شکست کے لئے شاہراہ بنادی لیکن حملہ آوران کو ملک سے قطعی نیست و نابود کرنے اور ایک واقعی سلطنت کی بنیاد رکھنے کا کام اُس نے اپنے نامور بیٹے آٹو اوّل کے لئے چھوڑ دیا۔

آٹو اعظم سنہ ۹۳۶ء۔سنہ ۹۷۳ء

جرمنی کی تاریخ میں عہد آٹو اول (سنہ ۹۳۶ء۔سنہ ۹۷۳ء) جو آٹو اعظم کے

---

[1] آرنلف، لوئی جرمن کا پوتا جس نے چارلس دی فیٹ کی جگہ لی تھی سنہ ۸۹۹ء میں مرگیا اور اس نے ایک چھ برس کا بچہ لوئی دی چائلڈ جو سنہ ۹۱۱ء میں مرا چھوڑا۔ یہ شارلمین کے خاندان کا آخری تاجدار تھا جس نے جرمنوں پر حکومت کی۔ بعد ازاں امرا کی جماعت نے کانرڈ اوّل (سنہ ۹۱۸ء میں مرا) کو اور سنہ ۹۱۹ء میں ہنری اوّل آف سیکسنی کو مشرقی فرنیکوں کا بادشاہ منتخب کیا۔ مؤلف۔

Marfat.com

نام سے مشہور ہے نہایت غیر معمولی ہے۔ اُس نے تعلقہ داران کو برطرف کرنے کی کوشش نہیں کی لیکن وہ تمام تعلقے اپنے بیٹوں، بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں کے قبضہ میں لے آیا اور ڈیوکوں کی طاقت گھٹانے میں کامیاب ہوا۔ مثلاً اُس نے اپنے بھائی ہنری کو بویریا کا ڈیوک بنا دیا اور اُس کی دو بغاوتوں کو معاف کر دیا۔ اُس نے اپنے دغاباز اور نافرمان داماد کونرڈ کی جگہ جس نے اُس کے خلاف بغاوت کی تھی اپنے عالم بھائی کالون کے لاٹ پادری برونو کو لورین کا ڈیوک بنا دیا۔ بہت سے قدیم ڈیوکوں کے خاندان یا تو موت کی وجہ سے ختم ہو گئے یا اُن کا ورثہ ناکام سرکشی کی وجہ سے چھین لیا گیا۔ کسی خاندان میں بھی قابل حکمرانوں کا سلسلہ تادیر قائم نہ رہا۔ لہٰذا تمام تعلقے یکے بعد دیگرے متواتر بادشاہ کے ہاتوں میں آتے گئے جس نے اپنا اِس حق کا ادّعا کیا کہ وہ جسے چاہے اُنکو دے سکتا ہے۔

دسویں صدی کے درمیان میں جرمنی کی شمالی اور مشرقی حدود اب تک بہت ناکافی طور پر غیر متعین تھیں سیکسنی کی سرحدوں پر قوم سلاف دریائے ایلب کے اُدھر جس میں سے بہت سے اب تک قدیم مذہب کے پیرو تھے برابر حملے کرتے رہتے تھے۔ آٹو اول نے اِن فرقوں سے جنگ کے علاوہ اور بھی کچھ کیا۔ اُس نے گرجائیں قائم کیں جیسے برانڈن برگ، ہیولبرگ وغیرہ یہ گرجائیں اُس ضلع میں قائم کیں جو آجکل سلطنت جرمنی کا سیاسی مرکز ہے اور اُس علاقہ کو نو آباد کرنے اور عیسائی بنانے میں جو دریائے ایلب اور دریائے اوڈر کے درمیان ہے بیحد مستعدی ظاہر کی۔

ہنگریوں کی آخری شکست۔

ہنگری اور آسٹریا کی ابتدا

علاوہ ازیں اُس نے ہمیشہ کے لئے ہنگریوں کے حملوں کا خاتمہ کر دیا۔ اُس نے اُن کو آگسبرگ کے قریب ۹۵۵ء ایک بڑی لڑائی میں شکست فاش دی اور اُن کا تعاقب جرمنی کی حدود تک کیا۔ ہنگیرین اور میگیار جیسا کہ اُن کو عام طور پر کہا جاتا ہے، اِس کے بعد اپنے خاص ملک میں آباد ہو گئے اور اُس قومی ترقی کی بنیادیں ڈالنی شروع کر دیں جس نے اُن کو آج کل کے یورپ کے مشرقی حصہ میں نہایت

اہم عناصر میں سے بنا دیا - وہ علاقہ جو بویرین ڈیوک کی ملکیت میں تھا علیحدہ ضلع آسٹرین مارک یا مارچ (یعنی حفاظتی ضلع) کے نام سے بنا دیا گیا اور سلطنتِ آسٹریا کا بنیادی پتھر ہو گیا۔

آٹو اٹلی کے معاملات میں دخل دیتا ہے

لیکن آٹو کے کارناموں میں نہایت قابل الذکر اٹلی کے معاملات میں اس کی مداخلت ہے، جس کی وجہ سے اُس نے وہ تاجِ شہنشاہی اختیار کیا جس کو شارلمین پہن چکا تھا - یورپ کی تاریخ میں کوئی باب اس قدر دُھندلا اور افسردہ نہیں ہے جتنا کہ چارلس دی فیٹ (فربہ) کے عزل ۸۸۷ء کے بعد اٹلی اور پوپوں کے تلخ تجربات کا بیان ہے - ہم کو اس بارہ میں بہت کم حال معلوم ہے لیکن ہم ڈیوک آف اسپالیٹو کو جو فریولی کا مارکونس تھا اور برگنڈین شہزادوں کو جو کوہِ ایلپس کے اُدھر تھے مختلف اوقات میں اٹلی کا تاج سر پر رکھتے ہوئے سنتے ہیں۔ مسلمانوں کے حملوں نے اس ابتری میں اور اضافہ کر دیا تھا یہاں تک کہ جرمنی اور فرانس باوجود اپنی متواتر لڑائیوں کے، اٹلی کی بدامنی کے مقابلہ میں قریب قریب خاموش اور پُر امن نظر آتے ہیں۔ چارلس دی فیٹ کے بعد کی نسل نے پوپ کو تین اٹلی کے بادشاہوں کو تاجِ شہنشاہی پہناتے دیکھا۔ بعد ازاں ایک نسل تک مغرب میں خطابِ شہنشاہی بالکل معدوم ہو گیا یہاں تک کہ اُس کو آخرِ کار جرمنی کے آٹو نے پھر اختیار کیا۔

آٹو شہنشاہ بنایا گیا ۹۶۲ء

ایک حریص تاجدار کے لئے اٹلی ایک دلفریب میدانِ کارزار تھا۔ آٹو نے سب سے پہلے کوہِ ایلپس کو ۹۵۱ء میں عبور کیا اور جلد جلد ختم ہونے والے شاہانِ اٹلی میں سے ایک کی بیوہ سے شادی کر لی اور باضابطہ تاجِ شاہی حاصل کئے بغیر وہ عام طور پر شاہِ اٹلی تسلیم کیا جاتا تھا۔ اُس کے بیٹے کی بغاوت نے اُسے جرمنی واپس جانے کے لئے مجبور کیا لیکن ایک قرن کے بعد پوپ نے اُسے اپنی امداد کے لئے بلایا۔ آٹو نے اس طلبی کی فوراً تعمیل کی اور پوپ کو اُس کے دشمنوں سے آزاد کیا چنانچہ اس صلہ میں اُس کو روما میں ۹۶۲ء میں شہنشاہ کا تاج پہنایا گیا۔

Marfat.com

جرمنی کے لئے آٹو اعظم کی تاجپوشی کے اہم نتائج

عہدِ وسطیٰ کی تاریخ میں شارلمین کی طرح آٹو اعظم کی تاجپوشی بھی نہایت اہم واقعہ ہے۔ شہنشاہی کا تاج اختیار کر کے اس نے اپنے جانشینوں کے کندھوں پر اس قدر عظیم بار ڈال دیا کہ وہ آخر کار اُس کے نیچے دب گئے۔ تین صدیوں تک انہوں نے جرمنی کو متفق رکھنے کی سعی کی اور ساتھ ہی ساتھ اٹلی اور پوپوں پر اپنا اقتدار رکھنا چاہا۔ بہت سی نہ ختم ہونے والی لڑائیوں اور بے شمار قربانیوں کے بعد اُن کے ہاتھ سے سب کچھ نکل گیا۔ اٹلی اُن کے قبضہ سے جاتی رہی پوپوں نے بالکلیہ خود مختاری اختیار کر لی اور جرمنی جو اُن کی جائز جاگیر تھی ایک مستحکم سلطنت ہونے کی بجائے چھوٹی چھوٹی کمزور ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔

پوپوں اور اٹلی کے معاملات پر حاوی رہنے میں شہنشاہ کی دقت کی ایک مثال

آٹو کے خود تجربوں سے پوپ کے ساتھ اُس کے تعلقات کے بُرے نتائج کی ایک مثال فراہم کی جا سکتی ہے، گو اُسے تاج شہنشاہی کے لئے پوپ کا مرہونِ منت ہونا چاہئے تھا۔ اُس نے مشکل سے اپنی پیٹھ پھیری تھی کہ پوپ نے اپنے معاہدوں کی خلاف ورزی شروع کر دی۔ نئے شہنشاہ کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ روما کو پھر جلد واپس آئے اور ایک کونسل پوپ کے معزول کرنے کے لئے طلب کرے، جس کے طرزِ عمل نے واقعی اُس کو اِس قابل بنا دیا تھا۔ لیکن رومیوں نے آٹو کے منتخب شدہ پوپ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اُس کو پھر روما واپس آنا پڑا۔ اُس نے شہر کا محاصرہ کیا تاکہ اُس کا بنایا ہوا پوپ سب لوگ تسلیم کریں۔ چند برسوں کے بعد تیسری مہم کی اور ضرورت پیش آئی تاکہ شہنشاہ کے پوپوں میں سے ایک اور پوپ کو اُس کی جگہ قائم کر دیا جائے جس کو مقامی ٹکڑیوں نے روما سے باہر نکال دیا تھا۔

اُس کے جانشین شہنشاہوں کو بھی عام طور پر اسی قسم کے خرچیلے اور تکلیف دہ سفر روما کو کرنے پڑے۔ پہلا سفر تاج شہنشاہی پہننے کے لئے اور بعد ازاں دوسرے سفر یا تو کسی مخالف پوپ کو معزول کرنے کے لئے یا کسی وفادار پوپ کو قرب و جوار کے رؤسا کے ظلم سے بچانے

Marfat.com

کے لئے کئے گئے۔ یہ مہمات بہت تکلیف دہ تھیں خصوصاً ایسے فرمانروا کے لئے جو جرمنی میں اپنے پیچھے ایک سرکش امرا کی جماعت چھوڑ جاتا تھا جو ہمیشہ اُس کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھانے اور بغاوت کرنے کے لئے آمادہ رہتی تھی۔

مقدس سلطنت روما

آٹو کے جانشین اپنا پرانا خطاب شاہ مشرقی فرینک فوراً ترک کر دیتے تھے جب وہ پوپ سے روما میں باقاعدہ تاجپوشی کرا لیتے تھے اور نہایت شاندار اور ہمہ گیر لقب "رومیوں[1] کا ابدی مقدس شہنشاہ" اختیار کر لیتے تھے۔ اُن کی "مقدس سلطنت روما" جیسا کہ بعد ازاں اس کا یہ نام ہو گیا اور جو کم از کم نام کے لحاظ سے آٹھ صدیوں سے زائد عرصہ تک قائم رہی شارلمین کی سلطنت کی نسبت قدیم رومیوں کی سلطنت سے اور بھی کم مشابہ تھی۔ جرمنی اور اٹلی کے بادشاہوں کی حیثیت سے وہ عملی طور پر وہ تمام اختیارات رکھتے تھے جو اُن کو بحیثیت شہنشاہ حاصل ہوتے تھے بجز اس مہلک حق کے کہ انہوں نے پوپ کے انتخاب میں حصہ لینے کا دعویٰ کیا۔ ہم آئندہ دکھلائیں گے کہ گھر پر اپنی رعایا کو مرعوب رکھنے اور ایک بڑی سلطنت قائم کرنے کی بجائے جرمن شہنشاہوں نے اپنی طاقت پوپوں کے ساتھ نامتناہی جنگ میں صرف کی جو آخر کار اُن سے زیادہ مضبوط ثابت ہوئے اور بالآخر انہوں نے سلطنت کو ایک خواب و خیال بنا کر چھوڑا۔

آٹو اعظم کے فوری جانشینوں کا ذکر کرنے کے لئے ہماری کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

---

[1] ہنری دوئم (۱۰۰۲ء - ۱۰۲۴ء) اور اُس کے جانشینوں نے شہنشاہی کا خطاب خود اختیار کرنے کی جرات نہ رکھکر جب تک اُن کی روما میں تاجپوشی نہ ہو لیکن روما کی بادشاہت کا دعویٰ کرنے کا شوق رکھکر کیونکہ وہ جرمنی کے تاج کا جزو لاینفک تھی اپنے آپ کو اپنی تاجپوشی سے قبل رومیوں کا بادشاہ کہلانا شروع کر دیا تھا۔ یہ طریقہ لوتھر کے زمانہ تک جاری رہا جبکہ میکس میلین اوّل نے اپنی تاجپوشی سے قبل اپنے آپ کو "منتخب شہنشاہ" کہلانے کی اجازت پوپ سے حاصل کر لی تھی اور یہ خطاب اُس کے جانشین بعد ازاں فوراً اپنے انتخاب پر اختیار کر لیتے تھے۔ مؤلف۔

اُن کو بھی اُس کی طرح اندرونی مخالفت اور اپنے بعض ہمسایوں خصوصاً سلاف کے حملوں سے واسطہ پڑا۔ عام طور پر سلطنت کا عروج کونرڈ دویم (سنہ ۱۰۲۴ء - سنہ ۱۰۳۹ء) اور ہنری سوئم (سنہ ۱۰۳۹ء - سنہ ۱۰۵۶ء) کے زمانوں میں خیال کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں نئے فرنیکونین خاندان کے پہلے دو بادشاہ تھے اور یہ خاندان سیکسن خاندان کے ختم ہوجانے پر سنہ ۱۰۲۴ء میں اُس کی جگہ قائم ہوا تھا۔

کونرڈ دوئم سنہ ۱۰۲۴ء - سنہ ۱۰۳۹ء

سلطنتِ برگنڈی ایک خوشگوار معاہدہ کی رو سے کانرڈ دوئم کے قبضہ میں سنہ ۱۰۳۲ء میں آگئی۔ یہ بڑی اور اہم مملکت عرصہ تک سلطنت کا جزو رہی جس کی وجہ سے جرمنی اور اٹلی کے باہمی ارتباط میں زیادہ آسانی رہی اور یہ جرمنی اور فرانس کے درمیان حدِ فاصل رہی۔ سلطنت کے مشرقی حدود پر دسویں صدی کے پچھلے نصف حصہ میں قوم سلاف نے پولینڈ کی سلطنت باقاعدہ بنالی تھی اور اُس کے بادشاہ اگرچہ وہ اکثر شہنشاہ سے نبرد آزمائی کرتے رہتے تھے عام طور پر اُس کو اپنا سردار تسلیم کرتے تھے۔

پولینڈ

کونرڈ نے آٹو اعظم کی حکمت عملی کا تتبع کیا اور قدیم خودمختار ریاستوں کو اپنے بیٹے اور جانشین ہنری سوئم کے ہاتھوں میں جس قدر آسکیں لے آیا۔ ہنری سوئم فرنیکونیا، سوابیا اور بویریا کا ڈیوک بنا دیا گیا۔ یہ طریقہ شاہی طاقت کے لئے نہایت مستحکم بنیادوں میں سے تھا۔

ہنری سوئم سنہ ۱۰۳۹ء - سنہ ۱۰۵۶ء

کانرڈ دوئم اور ہنری سوئم کی قابلیت اور طاقت کے باوجود بھی یہ بات کہ سلطنت مغربی یورپ کی بڑی طاقت گیارہویں صدی کے پہلے نصف حصہ میں سمجھی جاتی ہے زیادہ تر اس وجہ سے ہے کہ کوئی مضبوط رقیب طاقت اُس وقت نہ تھی۔ فرانس کے بادشاہ اُس وقت تک فیوڈل بدامنی پر غالب نہ آئے تھے اور اگرچہ اٹلی شہنشاہ کے اقتدار اور قبضہ کی مخالفت کرتی رہتی تھی لیکن متحد ہوکر کبھی اُس نے اُس کے خلاف عَلَمِ بغاوت بلند نہ کیا۔

ہنری سوئم اور کلیسا

نہایت اہم سوال جس سے ہنری سوئم کو سابقہ پڑا کلیسا کی ایک بڑی اصلاح کا سوال تھا۔ یہ سوال پہلے سے دلوں میں جاگزیں تھا۔ اور اگر اس پر عمل کیا جاتا تو وہ شہنشاہوں کے اقتدار کو نہ صرف پوپوں پر بلکہ جرمنی کے اسقفوں اور ایبٹوں پر سے بھی ہٹا دیتا

جن کو انھوں نے جاگیریں اور اختیارات عطا کر کے بادشاہت کا خاص طرفدار اور حمایتی بنا لیا تھا۔ یہ اصلاح خاص طور پر شہنشاہ کے خلاف نہ تھی لیکن جیسا کہ ظاہر ہو گا اُس پر کسی دوسرے یورپین فرمانروا کی نسبت اُن تبدیلیوں سے جو جماعت مصلحین نے پیش کیں زیادہ گہرا اثر پڑا۔

کلیسا کی دولت

اصلاح اور اُس دراز نزاع کے سمجھنے کی غرض سے جو شہنشاہوں اور پوپوں کے درمیان جاری رہا اور جس کا لازمی نتیجہ اوّل الذکر تھی ہم کو ایک لمحہ کے لئے ہنری سوئم کے زمانہ کی کلیسا کی حالت پر غور کرنے کے لئے توقف کرنا چاہئے۔ یہ اپنی تمام طاقت اور عزّ و وقار کو خیسر باد کہتی ہوئی اور تنزل پذیر معلوم ہوتی ہے، ٹھیک اُسی طرح جس طرح کہ شارلمین کی سلطنت فیوڈل حصوں میں منقسم ہو گئی تھی۔ یہ حالت اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ پادریوں کے قبضے میں بڑی بڑی جاگیریں تھیں۔ بادشاہوں، شہزادوں اور بڑے بڑے تعلقہ داروں نے عرصہ تک یہ ایک قابل تعریف کام سمجھا کہ گرجاؤں اور خانقاہوں کو جاگیریں عطا کی جائیں۔ پس مغربی یورپ میں ایک معتدبہ حصۂ اراضی پادریوں کے ہاتوں میں آ گیا تھا۔

کلیسا کی اراضی بھی فیوڈل سسٹم کی پابند ہو گئی

جب مالکانِ اراضی نے اراضی کو لینا اور دینا بحیثیت ایک جاگیر کے شروع کر دیا تو کلیسا کی جائداد بھی فطرتاً فیوڈل تعلقات سے وابستہ ہو گئی۔ ایک بادشاہ یا کوئی اور مالکِ اراضی پادریوں کو بھی جاگیریں عطا کر سکتا تھا جس طرح کہ وہ غیر پادریوں کو دیتا تھا۔ اُسقف کسی جاگیر کے لئے اُس کی تحریم کرنے اور اُس کے ساتھ وفاشعاری کا حلف اٹھانے سے بادشاہ یا دیگر فیوڈل آقا کے باجگزار بن گئے جس طرح کہ کوئی اور شخص باجگزار بن جاتا تھا۔ بعض اوقات ایک ایبٹ اپنی خانقاہ کو کسی قرب وجوار کے رئیس کی حفاظت میں دے دیتا تھا اس طرح کہ وہ اپنی اراضی کو اُس کے حوالہ کر دیتا تھا اور پھر اُس سے بطور جاگیر کے واپس لے لیتا تھا۔

پادریوں کی جاگیریں موروثی نہ تھیں

لیکن معمولی جاگیروں اور کلیسا کی اراضی میں ایک بڑا فرق تھا۔ کلیسا کے قانون کے مطابق اُسقف اور ایبٹ شادی نہیں کر سکتے

تھے۔ پس اُن کی اولاد بھی نہ ہوتی تھی جس کو وہ اپنی جائداد منتقل کرسکیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب کوئی زمیندار پادری مرجاتا تھا کوئی نہ کوئی پادری منتخب کیا جاتا تھا تاکہ وہ اُس کی جائداد سے مستفید ہو اور اُس کی خدمات بجالائے۔ عرصۂ دراز سے کلیسا کا یہ قاعدہ جاری تھا کہ کسی گرجا کی جماعت یا دریان ایک اسقف کو منتخب کرتی تھی اور اُس کی پسندیدگی کی تصدیق لوگوں سے کرائی جاتی تھی۔ جیسا کہ قانونِ کلیسا میں لکھا ہے" لہذا ایک اسقف خدا کی کلیسا میں مقرر کیا جاتا ہے جب لوگ اُس کو اِس نام سے پکارتے ہیں اور جماعتِ پادریان متفقہ طور پر اُس کا انتخاب کرلیتی ہے"۔ رہے ایبٹ یہ لوگ خانقاہ کے ممبروں سے سینٹ بینی ڈکٹ کے قواعد کی رو سے منتخب کئے جاتے تھے۔

اُسقف اور ایبٹ عملی طور پر فیوڈل رؤسا سے منتخب کئے جانے لگے۔

اِن قواعد کے باوجود دسویں اور گیارہویں صدیوں میں اسقفوں اور ایبٹوں کو تمام اغراض ومقاصد کے لحاظ سے مختلف بادشاہ اور فیوڈل رؤسا منتخب کرنے لگے۔ یہ سچ ہے کہ ظاہری شکلیں ایک باقاعدہ انتخاب کی بدستور جاری رہیں لیکن فیوڈل رئیس صاف اور صریح طور پر کہدیتا تھا کہ وہ کس کو منتخب کرانا چاہتا ہے اور اگر اُس کے خلاف کسی کو منتخب کرلیا جاتا تھا تو وہ ایسے پاگرجا کی متعلقہ اراضی کو اُس کے حوالے کرنے سے صاف انکار کردیتا تھا۔ اِس طریقہ سے ایک رئیس پادریوں کی پسندیدگی پر حاوی تھا کیونکہ کسی شخص کو واقعی اُسقف یا ایبٹ ہونے کے لئے نہ صرف منتخب ہونا ہی ضروری تھا بلکہ کسی اسقف یا ایبٹ کے موزوں اختیارات معہ اراضیات بھی حاصل کرنے ضروری تھے۔

باختیار حوالگی

چونکہ دنیاداروں کے نزدیک کلیسا کے عہدوں سے جو روحانی اختیارات وابستہ تھے کچھ دلفریب نہ تھے اگر کوئی جائداد اُن کے ساتھ نہ ہوتی؛ اِس لئے فیوڈل آقا دراصل ایسی حالت میں مختارِ کل وجزو تھا۔ اگر اُس کا نامزد شدہ شخص منتخب کرلیا جاتا تھا تو وہ اُس کو کچھ رسوم کے بعد اراضی متعلقہ کلیسا کی باختیار حوالگی کردیتا تھا۔ نیا اسقف یا ایبٹ

اُس کی تحریم کرکے پہلے فیوڈل آقا کا آدمی" بنجاتا تھا اور پھر آقا اراضی اور اختیارات متعلق عہدہ اُس کو عطا کر دیتا تھا۔ روحانی حقوق اور جائداد میں کوئی نمایاں امتیاز نہیں کیا جاتا تھا۔ رئیس اکثر ان دونوں کو عطا کرتا تھا اس طرح کہ اسقف کو انگشتری اور صلیب دار عصا بھی دیتا تھا اور یہ دونوں مذہبی اختیارات کی علامات تھیں۔ یہ کافی دل ہلا دینے والا خیال ہے کہ ایک رئیس جو اکثر صرف ایک سیدھا سادہ سپاہی ہوتا تھا اسقفوں کے انتخاب کو جس طرح چاہے عمل میں لائے۔ لیکن یہ اور بھی زیادہ دل ہلا دینے والا خیال ہے کہ وہ روحانی نشانات کے ساتھ روحانی اختیارات بھی عطا کرنے کا اپنے آپ کو اہل سمجھتا تھا۔ لیکن اس سے بھی بڑھکر یہ خراب حالت تھی کہ بعض اوقات خود رئیس اپنے آرام و آسائش کے لحاظ سے اپنے آپ اسقف بنجاتا تھا۔

کلیسا کا رجحان اپنی جائداد کی طرف

کلیسا نے خود قدرتی طور پر جائداد متعلقہ گرجا کو ایک اتفاق سمجھا اور روحانی حقوق کو اصلی شئے خیال کیا۔ اور چونکہ صرف پادریوں کی جماعت ان حقوق کو جائز طور پر عطا کر سکتی تھی یہ قدرتی بات تھی کہ پادریوں کے عہدے اور اراضی متعلقہ وہ خود عطا کرنے کا دعویٰ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جس کو وہ چاہیں یہ منصب عطا کر سکتے ہیں اور کسی غیر پادری سے انہیں مشورہ لینے کی ضرورت نہیں۔

بادشاہ کا رجحان

اس دعوے کے خلاف بادشاہ یہ کہتا تھا کہ ایک سیدھا سادہ پادری یا ایک مقدس راہب کسی طرح ایک فیوڈل علاقہ کے مفاد کا انتظام کرنے کے قابل لازمی طور پر نہیں ہے جیسی کہ جرمنی میں اور نیز دیگر مقامات پر گیارھویں صدی میں بڑی بڑی ریاستیں ایسے ادر گرجاؤں کی ہوگئی تھیں۔

اسقفوں کی پیچیدہ حیثیت جرمنی اور دیگر مقامات میں

مختصر یہ کہ اسقفوں نے اپنے آپ کو جس حیثیت میں پایا وہ بہت پیچیدہ تھی۔

(۱) بحیثیت کلیسا کے عہدہ دار کے اسقف کو چند مذہبی اور روحانی خدمات اپنی گرجا

کی حدود میں بجا لائی پڑتی تھیں۔ اُس کا یہ کام بھی تھا کہ وہ دیکھے کہ محتاج خانوں کے پادری مناسب طریقہ پر منتخب کئے جاتے ہیں اور اُن کو اختیاراتِ مذہبی عطا کئے جاتے ہیں۔ وہ چند مقدمات بھی اپنی عدالت میں طے کرتا تھا اور کلیسا کی رسومات ادا کرتا تھا۔

(۲) وہ اراضی متعلقہ گرجا کا انتظام کرتا تھا جو فیف (جاگیر) ابھی ہوتی تھیں اور بعض اوقات نہیں بھی ہوتی تھیں۔

(۳) جن لوگوں نے فیوڈل شرائط پر اُس کی گرجا کو جاگیریں عطا کی تھیں وہ اُن کے باجگزار کی حیثیت سے مروجہ فیوڈل مطالبات بھی ادا کرنے کا پابند تھا اور اس خدمت سے بھی وہ مستثنیٰ نہ تھا کہ اپنے آقا کے لئے سپاہ فراہم کرے۔

(۴) جرمنی میں گیارہویں صدی کی ابتدا سے بادشاہ نے یہ بات آرام دہ خیال کی کہ استقفوں کو بہت سی صورتوں میں اُس ضلع کے کاونٹ کے اختیارات بھی دیدیے جس میں اُن کی گرجا واقع تھی۔ اس طریقہ سے وہ ٹیکس بھی وصول کرتے تھے ٹکسال میں سکّہ بھی بنواتے تھے اور حکومت کی دیگر اہم خدمات بھی انجام دیتے تھے۔ جب کوئی پادری اپنے عہدہ پر سرفراز ہوتا تھا تو اُس کو یہ تمام خدمات فوراً حاصل ہو جاتی تھیں خواہ وہ روحانی خدمات ہوں یا حکومت کے فرائض ہوں۔

بادشاہ کی شرکت، حوائگی اختیارات میں ممنوع کردینے کے یہ معنی تھے کہ اُس کو نہ صرف اُس کے فیوڈل حقوق سے محروم کردیا جائے بلکہ اُس کے افسران پر بھی اُس کی حکومت نہ رہی کیونکہ استقف، اور بعض اوقات ایبٹ (خانقاہ کا پادری) بھی بجز نام کے ہر طرح کاونٹ تھے۔ علاوہ ازیں بادشاہ پادریوں پر اعتماد کلی رکھتا تھا خواہ وہ جرمنی میں ہوں یا فرانس میں تاکہ اُسکے غیر پادری باجگزاروں اور اُن میں توازنِ قوت قائم رہے جو ہمیشہ بادشاہ کے صرفہ پر اپنی طاقت میں اضافہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ لہذا وہ ضرورتاً اس کا نہایت خیال رکھتا تھا کہ کلیسا کے مناصب جلیلہ کس شخص کے ہاتھ میں آتے ہیں۔

Marfat.com

پادریوں کی شادی سے کلیسا کی دولت کو صدمہ پہنچا ہے

ایک اور خطرہ نے کلیسا کی دولت اور ذرائع آمدنی کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دی۔ دسویں اور گیارہویں صدی میں کلیسا کا یہ قاعدہ کہ پادریوں کو شادی[۵] کی ممانعت ہے، اٹلی، جرمنی، فرانس اور انگلستان میں بکثرت اور صریح طور پر بغیر تعمیل کے پڑا رہا۔ اُس زمانہ کے سخت نقادوں کی نظر میں پادریوں کا یہ عمل بڑا خوفناک اخلاقی تنزل سمجھا جاتا تھا جن کو وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ خاندان کے تفکرات سے آزاد ہوں اور کلیتاً خدا کی عبادت میں مشغول رہیں۔ اس سوال کا دوسرا پہلو بھی تھا۔ یہ بھی ظاہر تھا کہ کلیسا کی جائداد جلد غائب ہو جائے گی اگر پادریوں کو شادی کی اجازت دیدی گئی۔ کیونکہ وہ اپنے بچوں کی پرورش اور گزارہ کی قدرتاً خواہش کرینگے۔ جس طرح فیوڈل اراضیات موروثی ہو گئی تھیں اُسی طرح کلیسا کی جاگیریں بھی موروثی ہو جائیں گی تاوقتیکہ پادریوں کو مجبور نہ کیا جاوے کہ وہ شادی سے باز رہیں۔

کلیسا کے عہدوں کی خرید و فروخت

کلیسا کی جائداد کا فیوڈل رشتہ سے منسلک ہونا اور پادریوں کی شادی، ان دونوں کے علاوہ کلیسا کی خرابی اور کمزوری کا تیسرا بڑا اور مسلسل ذریعہ کلیسا کے عہدوں کی خرید و فروخت کی ترغیب تھا۔ اگر اسقفوں، ایبٹوں اور پادریوں کی خدمات اور ذمہ داریاں ہمیشہ مشکل اور سخت ہوتیں اور اُن کا معاوضہ گزر اوقات کے لئے مشکل

---

[۵] ابتدا ہی سے تجرد بعض عیسائیوں کے نزدیک ازدواج کی نسبت زیادہ بہتر معلوم ہوا۔ رفتہ رفتہ رہبانیت کے زیر اثر زیادہ مذہبی اور جوشیلے پادریوں نے بخوشی شادی سے نفرت ظاہر کی یا اگر پہلے شادی شدہ تھے تو انہوں نے پادری ہونے کے بعد اپنی بیویوں سے قطع تعلق کر لیا۔ آخر میں مغربی کلیسا نے پادری کیلئے شادی کو بہت بُرا سمجھا اور ہر درجہ کے پادریوں کے لئے شادی کو قطعتہً اڑا دیا۔ کسی مورخ کے لئے رجسٹران وغیرہ سے یہ اندازہ کرنا کہ مغرب کے ممالک میں کہاں تک پادری صاحبان اس قاعدہ کے پابند ہوں مشکل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دسویں اور گیارہویں صدی میں اٹلی، جرمنی اور دیگر مقامات پر کثیر التعداد پادری شادی شدہ تھے۔ بلاشبہ کلیسا نے اپنے عہدہ داروں کی شادیاں جائز قرار دینے سے انکار کر دیا تھا اور ایک پادری کی بیوی کو خواہ وہ کیسی ہی نیک اور پارسا کیوں نہ ہو "لونڈی" کا نفرت انگیز نام دیا جانے لگا تھا۔ مؤلف۔

ے کافی ہوتا تو اُن لوگوں کو جن کے ہاتھ میں یہ عہدے تھے رشوت دینے کی ترغیب نہ ہوتی۔ لیکن
یے اور گرجا کی آمدنی عام طور پر ایک معتد بہ رقم ہوتی تھی اور بعض اوقات بہت زیادہ ہوتی تھی
در پادری یا اسقف کے عہدہ کی خدمات کسی بھلے شخص کے نزدیک خواہ کیسی ہی سنجیدہ ہوں
بر محتاط لوگ اُن کو بآسانی ترک کر سکتے تھے۔ ایک بڑی جائداد کی مالگزاری، ایک بڑے
روحانی درجہ کا امتیاز اور حکومت کے حقوق، جو عہدہ کے ساتھ وابستہ تھے، سب سے زیادہ
شریف خاندان کے افراد کو بھی یہ ترغیب دینے کے لئے کافی تھے کہ وہ ایک دوسرے سے
کلیسا کے عہدے حاصل کرنے میں مقابلہ کریں۔ بادشاہ یا شہزادہ جس کو حقِ حوالگی جائداد و اختیارات
حاصل ہوتا تھا کسی نہ کسی ایسے شخص کو وہ اہم عہدہ عطا کرنے کے لئے تلاش کر لیتا تھا جو اُس کا
کافی معاوضہ بھی دے سکے۔

| لفظ سمونی کی تحقیق |

کلیسا کے عہدوں کی خرید و فروخت نہایت شرمناک فعل سمجھا جاتا تھا۔
اس کو سمونی کہتے تھے۔ یہ نام سمن ساحر سے اخذ کیا گیا ہے جس نے حواریوں کے افعال کے
حالات کے مطابق پیٹر کو روپیہ دینا چاہا اگر وہ اُس کو اُن لوگوں میں مقدس روح پھونکنے کی
طاقت دیدے جن پر وہ اپنا قبضہ کر سکے۔ چونکہ حواری نے اس پہلے سمونسٹ کو ملامت کی، پس
اس وقت سے کلیسا اُن لوگوں کو بُرا کہتی ہے جو اُس کے متبرک اختیارات خریدنا چاہیں۔ "تیری
چاندی تیرے ساتھ فنا ہو جائیگی کیونکہ تو نے خدا کے عطیہ کو روپیہ سے حاصل کرنے کا خیال
کیا ہے:

| سمونی دراصل کلیسا کے عہدوں کی فروخت نہیں ہے |

بلاشبہ بہت کم لوگوں نے کلیسا کے عہدے خدا کا عطیہ یعنی مذہبی
عہدہ حاصل کرنے کی نیت سے خریدے۔ درحقیقت مالگزاری
اور عزت دو باتیں تھیں جنکی بدولت لوگ اِن عہدوں کے متمنی
تھے۔ علاوہ ازیں جب کوئی بادشاہ یا رئیس اُس شخص سے جس کے لئے عہدہ مہیا کیا جاتا تھا
کوئی ہدیہ لیتا تھا تو وہ اپنے آپ کو عہدہ کا بائع نہیں سمجھتا تھا۔ وہ صرف اُس کے فوائد ہیں

Marfat.com

شرکت کرتا تھا۔ عہدِ وسطیٰ میں کوئی معاملہ بغیر مختلف قسم کی فیسوں اور تحفہ تحائف کے نہیں ہوتا تھا۔ کلیسا کی اراضیات کا انتظام معقول تھا اور منافع کثیر تھا۔ جو پادری کسی متمول اسقفیہ یا گرجا میں متعین کیا جاتا تھا وہ اپنی ضرورت سے زیادہ مالگزاری رکھتا تھا، پس اُس سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ شاہی خزانہ میں بھی کچھ ادا کرے جو عام طور پر خالی رہتا تھا۔

چھوٹے درجے کے پادریوں کو سموئی نے خراب کردیا

لہٰذا سموئی کی خرابی کافی طور پر لائق توجیہ تھی اور ان حالات کے ہوتے ہوئے شاید ناقابلِ علاج تھی۔ بہرحال یہ نہایت اخلاقی تنزل کی حالت تھی کیونکہ یہ پادریوں کے نیچے کے طبقے میں بھی اثر کرگئی اور تمام جماعتِ پادریان کو خراب کردیا۔ ایک اُسقف جو اپنا عہدہ حاصل کرنے میں صرف کثیر کرتا تھا قدرتاً پادریوں سے کچھ روپیہ حاصل کرنے کی توقع رکھتا تھا جن کا تقرر اُسکے اختیار میں تھا۔ پادری اپنے نمبر میں اپنے باقاعدہ مذہبی فرائض کی ادائیگی کا معاوضہ ناجائز طور پر لیتا تھا۔ اپنی گرجا کے متعلق لوگوں کے مردے دفن کرنے، اُن کی شادی کرنے اور اُن کو بپتسمہ دینے میں اُن سے روپیہ لیتا تھا۔

پس گیارھویں صدی کے افتتاح پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کلیسا اپنی جاگیروں کی وجہ سے فیوڈلزم کی بدامنی کی حالت میں جس کا ذکر کیا جاچکا ہے پھنسنے والی تھی۔ بہت سی ایسی علامات تھیں جن سے پایا جاتا تھا کہ اُس کے بڑے عہدہ دار بادشاہوں اور شہزادوں کے صرف جاگیردار ہوجائیں گے اور اُس بڑی بین الاقوامی انسٹی ٹیوشن کے نمائندے نہیں رہینگے جو پوپوں کے زیرِ سایہ تھی۔ دسویں صدی میں نہ صرف روما کے لاٹ پادری کا اقتدار کوہ ایلپس کے اُدھر کی گرجاؤں پر کچھ باقی نہ رہا تھا بلکہ وہ خود وسطِ اٹلی کے بےچین امرا کے ہاتوں میں تھا۔ اُس زمانہ کی تواریخ میں اُس کی اہمیت رہمس یا مینس کے لاٹ پادریوں کی نسبت بہت کم ہے۔ تاریخ میں اس سے زیادہ غیرمعمولی کوئی انقلاب نہیں ہے کہ دسویں صدی کے کمزور اور تنزل پذیر پوپ پھر یورپین معاملات میں ایک برتر جگہ پر کریں۔

تین رقیب پوپ

روما کے ایک شریف خاندان نے پوپوں کا انتخاب اپنے ہاتھ میں لے لیا

تھا اور وہ پوپ کے اختیارات کو شہر پر اپنا اقتدار قائم کرنے کے لئے استعمال کرتا تھا۔ اُسی سال (سنہ ۱۰۳۳ء) میں جس میں کونرڈ دوئم شہنشاہ بنایا گیا ایک غیر پادری کلیسا کی سرداری کے معزز عہدہ پر سرفراز کیا گیا اور اُس کے بعد محض ایک لڑکا دس یا بارہ سال کی عمر کا جس کا نام بینی ڈکٹ نہم تھا اور جو علاوہ نوجوان ہونے کے بالکل بدطینت ثابت ہوا پوپ بنا دیا گیا۔ اُس کے طاقتور خاندان نے پوپ کی کرسی پر اُس کو دس برس تک متمکن رکھا۔ یہاں تک کہ اُس نے اپنی شادی کی تجویز کی۔ اس واقعہ سے اس قدر بدنامی ہوئی کہ رومیوں نے بھی جو کبھی ضرورت سے زیادہ کسی بات کا احساس نہیں کرتے تھے اُس کو شہر سے باہر نکال دیا۔ ایک ہمسایہ متمول پادری نے بعد ازاں کوشش کر کے اپنا انتخاب کرایا۔ فوراً ایک تیسرا دعویدار پیدا ہوا جو عالم اور مقدس پادری تھا اور جس نے بینی ڈکٹ نہم کے دعاوی کو زر کثیر سے خرید لیا اور خود گرے گری ششم کا خطاب اختیار کیا۔

پوپ کے معاملات میں ہنری سوئم کی مداخلت اور اسکے اہم نتائج

معاملات کی اس حالت نے شہنشاہ ہنری سوئم کے نزدیک اُس کی مداخلت کی ضرورت پیدا کر دی۔ پس وہ اٹلی گیا اور روما کے شمال میں ایک مقام سٹری پر سنہ ۱۰۴۶ء میں ایک کونسل منعقد کی جہاں دعویداروں میں سے دو کو معزول کر دیا گیا۔ گرے گری ششم نے جو اپنے رقیبوں کی نسبت زیادہ نیک تھا نہ صرف اپنے عہدہ سے استعفا دیدیا بلکہ اپنے لباس پوپ کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور یہ تسلیم کیا کہ پوپ کی عظمت خرید کر ایک گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اگرچہ ایسا کرنے میں اُس کی نیت بالکل صاف تھی۔ تب شہنشاہ نے ایک لائق جرمن اسقف کو پوپ منتخب کرایا جس کا پہلا کام ہنری اور اُس کی ملکہ ایگنس کی تاجپوشی تھی۔

ہنری سوئم کا اٹلی میں ایسے نازک وقت پر آنا اور تین رقیب پوپوں کے سوال کا تصفیہ ہو جانا بلحاظ اپنے نتائج کے تمام عہد وسطیٰ کی تاریخ کے نہایت اہم واقعات میں سے ہے۔ اٹلی کی چھوٹی چھوٹی سیاسیات کی ملکت سے ارفع اور اعلیٰ رتبہ پر پوپ کی طاقت کو پہنچا کر ہنری نے بغیر سوچے سمجھے شہنشاہ کی طاقت کے خلاف ایک رقیب پیدا کر لیا جس کی قسمت ہی دوسری

صدی کے ختم ہونے سے پیشتر اُس پر غالب آنا لکھا تھا اور وہ مسلمہ طور پر مغربی یورپ میں سب سے زیادہ بڑی طاقت ہو گئی۔

پوپ کی برتری مغربی یورپ پر قائم کرنے میں جو مشکلات حائل ہوئیں اُن پر غالب آنا

تقریباً دو سو برس تک پوپوں نے تمام یورپ کی بہتری کی کوئی ذمہ داری نہیں اختیار کی تھی۔ یہ ایک عظیم کام تھا کہ کلیسا کو ایک بین الاقوامی سلطنت بنا دیا جائے جس کا دارالحکومت قدیم دنیا کے مرکز روما میں ہو۔

در حقیقت اِس بارہ میں جو مشکلات تھیں وہ قریب قریب ناقابلِ علاج معلوم ہوتی تھیں۔ بڑے بڑے لاٹ پادری جو پوپ کی طاقت کے اتنے ہی دشمن تھے جتنے کہ بڑے بڑے باجگزار شاہی طاقت کے تھے محکوم اور تابع فرماں ہونے لازمی تھے۔ قومی رغبتیں اور رُجحان جو کلیسا کی یکجہتی کے خلاف ہوں اُن پر غلبہ حاصل ہونا چاہیئے۔ بادشاہ، شہزادے اور دیگر فیوڈل رؤسا جو اختیارات کلیسا کے عہدہ داروں کے انتخاب میں استعمال کرتے تھے اُن سے محروم کئے جائیں۔ سیمونی معہ اُس کے بُرے اخلاقی اثر کے موقوف ہونی چاہیئے۔ پادریوں کی شادیاں روکنی چاہئیں تاکہ کلیسا کی جائداد تباہ و برباد نہ ہو۔ پادریوں کی تمام جماعت معمولی پادری سے لیکر لاٹ پادری تک بدچلنی اور دنیا داری سے جن کی باعث لوگوں کی نظروں میں اُن کی وقعت قائم نہیں رہتی آزاد کی جائے۔

یہ سچ ہے کہ ہنری سوم نے اپنی بقیہ زندگی میں خود اپنے ہاتھ میں پوپوں کے انتخاب کو رکھا۔ لیکن وہ خلوص اور نیک نیتی سے کلیسا کی بہتری میں دلچسپی لیتا تھا اور اُس نے پوپ کے عہدہ پر قابل اور خود مختار جرمن پادریوں کا انتخاب کیا۔ اِن میں سے لیونہم ۱۰۴۹ء تا ۱۰۵۴ء نہایت نامور شخص تھا۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے واضح طور پر دکھلا دیا کہ ایک زمانہ میں پوپ نہ صرف کلیسا کا واقعی سردار اور بادشاہ ہو جائے گا بلکہ بادشاہوں اور شہنشاہوں پر بھی حکومت کر سکے گا جیسا کہ وہ پادریوں اور ایبٹوں پر کرتا ہے۔ لیو نے اپنے آپ کو صرف اس بنا پر کہ شہنشاہ نے اُسے مقرر کیا تھا پوپ نہیں سمجھا۔ اُس کا یہ خیال تھا کہ شہنشاہ کو پوپ کی حمایت اور حفاظت کرنی چاہیئے لیکن اُس کو پوپ بنانا نہیں چاہیئے۔ پس وہ روما میں مثل ایک

لیونہم ۱۰۴۹ء۔۱۰۵۴ء

ادنیٰ برہنہ پا زائر کے داخل ہوا اور کلیسا کے قاعدہ کے مطابق روما کے لوگوں نے اُسے باقاعدہ پوپ منتخب کیا۔

لیٔو نہم نے بذاتِ خود فرانس، جرمنی اور ہنگری کا سفر اختیار کیا تاکہ کونسل طلب کرکے سمونی اور پادریوں کی شادی کے روکنے کی تدابیر کی جائیں۔ لیکن یہ ذاتی جشم پوشی جو پوپ کرتے رہتے تھے آخر کار عمدہ ثابت نہ ہوئی۔ اگر اور کسی وجہ سے نہیں تو اس وجہ سے کہ وہ عام طور پر کہن سال ہوتے تھے جن کو سفر کرنا دشوار اور اکثر خطرناک معلوم ہوتا ہوگا۔ لیٔو کے جانشینوں نے اپنے پیغامبروں پر بھروسہ کیا جنکو انہوں نے وسیع اختیارات دیدئے اور جن کو انہوں نے مغربی یورپ کے تمام حصوں میں روانہ کیا قریب قریب اُسی طریقہ سے جس طریقہ سے کہ شارلمین نے اپنے شاہی کمشنر بھیجے تھے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ لیٔو نہم پر اس خاکش حکمت عملی کو اختیار کرنے میں ایک ماتحت پادری کا جس کا نام ہلڈ براند تھا اثر پڑا تھا۔ ہلڈ براند کی قسمت میں بھی خود بڑی پوپوں میں سے با اختیار خطاب گرے گری ہفتم ہونا لکھا تھا اور عہدِ وسطی کی کلیسا کی ساخت میں شریک ہونا لکھا تھا اور جو بحیثیت ایک مدبر کے قیصر، شارلمین، رشلیو اور بسمارک کی برابر تھا۔

پوپ نکولس دوئم پوپوں کے انتخاب کو خاص پادریوں کے ہاتھ میں دیتا ہے

پہلا بڑا قدم نکولس دوئم نے کلیسا کو غیر پادریوں کے قبضہ سے آزاد کرانے کے لئے اُٹھایا۔ ۱۰۵۹ء میں اُس نے ایک مشہور فرمان جاری کیا جس سے اُس نے روما کے لوگوں اور شہنشاہ دونوں کے ہاتھوں سے کلیسا کے سردار کا انتخاب کرنا چھین لیا۔ اور اس انتخاب کو خاص طور پر اور ہمیشہ کے واسطے کارڈنل[1] (خاص پادریوں) کے ہاتھوں میں دیدیا جو رومن پادری تھے۔ بظاہر اس فرمان کا مقصد تمام غیر پادریوں کی مداخلت کو رفع کرنا تھا خواہ وہ دور و دراز شہنشاہ کی ہو یا مقامی امرا کی ہو یا رومی عوام الناس کی

---

[1] کارڈنلوں کی تعداد ۱۵۸۶ء تک مختلف رہی بعد ازاں چھ اسقف، پچاس پادری اور چودہ ماتحت پادری کارڈنل ہوتے تھے۔ مؤلف۔

ہو۔ کارڈنلس کا کالج ابتک جاری ہے اور ابتک پوپ کا انتخاب کرتا ہے۔

زنانہ اصلاحات کی مخالفت

جماعت مصلحین نے جو پوپوں کی حکمتِ علی کی ہادی ہوتی تھی، کلیسا کے سردار کو دنیا داروں کے قبضہ سے آزادی دیدی تھی کیونکہ اُس کے انتخاب کو رومن پادریوں کی جماعت کے سپرد کر دیا تھا۔ اب اِس نے تمام کلیسا کو دنیائے دُنی کی کمینہ مصروفیتوں اور تفکرات سے آزاد کرانا چاہا۔ اوّل سختی کے ساتھ شادی شدہ پادری کو مذہبی خدمات ادا کرنے کی ممانعت کردی اور اُس کے توابعین سے باصرار کہا گیا کہ وہ ایسے پادری کی پیروی کرنے سے انکار کر دیا کریں۔ دوسرے بادشاہوں اور فیوڈل رؤسا کو ایبٹوں اور پادریوں کے انتخاب کے حقوق سے محروم کر دیا اور اب اُن کے انتخاب پر اُن کا کوئی اثر اور اقتدار نہ رہا کیونکہ یہی اثر اور اقتدار پادریوں میں دنیا داری کے ہونے کا خاص سبب تھا۔ قدرتاً پوپ کے نئے طریقہ انتخاب کی نسبت اِن آخری تدابیر کی بہت زیادہ عام طور پر مخالفت کی گئی۔ ملان سے ایک شادی شدہ پادری کو خارج کرنے کی کوشش نے ایک عام بغاوت پیدا کر دی اور پوپ کے پیغامبر نے اپنی زندگی کو واقعی مخاطرہ میں پایا۔ وہ فرامین جن میں پادریوں کو اپنی اراضیات اور عہدوں کو غیر پادریوں سے حاصل کرنے کی ممانعت کیگئی تھی، اُن کی نسبت نہ پادریوں نے کچھ توجہ کی اور نہ فیوڈل رؤسا نے انہیں کچھ وقعت دی۔ اِس کام کی عظمت، جس کو پوپوں نے اختیار کیا تھا، سب سے پہلے پورے طور پر اُس وقت نمایاں ہوئی جبکہ ہلڈبرانڈ خود کرسی پوپ پر ۱۰۷۳ء میں بطور گریگری ہفتم کے جلوہ گر ہوا۔

باب سیزدہم

گرے گری ہفتم اور ہنری چہارم کے مابین نزاع

گرے گری ہفتم کا ڈکٹیٹس

گرے گری ہفتم کی تحریرات میں ایک بہت مختصر تحریر ہے جس میں پوپ کے جملہ اختیارات کا خلاصہ درج ہے اور جس کو ڈکٹیٹس کہتے ہیں۔ اُن کے خاص دعاوی حسب ذیل ہیں :- پوپ کا خطاب بے نظیر ہے اور صرف وہی دنیا بھر کا ایسا لاٹ پادری ہے کہ دوسرے اُسقفوں اور پادریوں کو معزول کر سکتا ہے، مقرر کر سکتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ اُن کا تبادلہ کر سکتا ہے۔ اُس کی منظوری کے بغیر کلیسا کی کوئی کونسل دنیائے عیسائیت کی قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ رومن کلیسا نے کبھی غلطی نہیں کی (معصوم ہے) اور نہ یہ ابدالآباد تک کبھی غلطی کریگی (ہمیشہ معصوم رہیگی)۔ کوئی شخص کیتھولک عیسائی نہیں ہے جو رومن کلیسا کے ساتھ متفق نہ ہو۔ کوئی کتاب اُس وقت تک مستند نہیں ہو سکتی جب تک کہ اُسے پوپ نے منظور نہ کر لیا ہو۔

گرے گری پوپ کی کامل برتری کلیسا پر بیان کرنے سے نہیں اُکتاتا۔ وہ اس سے بھی ایک قدم اور آگے بڑھتا ہے اور اُس کا یہ حق بھی تسلیم کراتا ہے کہ وہ نیکی اور حق کی جانب داری کرکے دنیاوی حکومت کو بھی جہاں ضرورت ہو تنبیہ و تادیب کر سکتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ صرف پوپ وہ شخص ہے جس کے قدموں سے تمام شہزادے لگے رہتے ہیں اور وہ شہنشاہوں کو معزول کر سکتا ہے اور رعایا کو کسی ظالم فرمانروا کی اطاعت سے بری کر سکتا ہے۔ کوئی شخص اُس کو بُرا کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا جو اپنے معاملہ کو پوپ سے رجوع کرے۔ کوئی شخص پوپ کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا، اگرچہ

Marfat.com

پوپ تمام دیگر دنیاوی طاقتوں کے فرمانوں کو منسوخ کردے اور کوئی شخص اُس کے اعمال پر نکتہ چینی کرنے کا مجاز نہیں۔

عہد وسطیٰ اس شاہی حکومت کی ناقابلیت

یہ دعاوی کسی غیر محتاط ظالم کی طرف سے نہیں ہیں بلکہ حکومت کے نظریہ کا ادّعا ہے جس کے حامی آیندہ نسلوں کے بعض نہایت نیکدل اور عالم اشخاص بھی ہوئے ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم گرے گری کے نقطۂ حیثیت پوپ پر نکتہ چینی کرنیکی جرأت کریں ہم کو دو اہم باتیں یاد رکھنی چاہئیں۔ اوّل یہ کہ بہت سے مصنفین جبکہ وہ قرون وسطیٰ کا ذکر کرتے ہیں جس چیز کو سلطنت کہتے ہیں ہمارے لحاظ سے کوئی باقاعدہ حکومت نہ تھی۔ یہ صرف بے چین فیوڈل رؤسا کی حکومت تھی جن کی زندگی کا اصل اصول بدامنی تھا۔ جب ایک موقع پر گرے گری نے شاہی حکومت کو شیاطین کی ایجاد بتلایا تو یہ نتیجہ اُس نے اپنے زمانہ کے بادشاہوں کے چال چلن کو دیکھکر قدرتی طور پر اخذ کیا تھا۔ دوسرے یہ بات بھی ملحوظ خاطر رکھنی چاہیئے کہ گرے گری یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ کلیسا شاہی حکومت کرے بلکہ یہ کہ پوپ کو جو ہر عیسائی کی ابدی بہتری کا ذمہ دار ہے یہ حق حاصل ہونا چاہئے کہ وہ گنہگار اور بدکار بادشاہ کو تادیب و تنبیہ کرسکے اور ظالمانہ قوانین کو تسلیم نہ کرے۔ اگر کسی طرح بھی کامیابی نہ ہو تو اُس نے بدچلن اور شریرالنفس بادشاہ کی اطاعت سے قوم کو آزاد کرنے کے حق کا ادّعا کیا جو اس دنیا میں بادشاہ کے لئے مصیبت تھی اور دوسری دنیا میں اُس کے لئے سزائے دوزخ تیار تھی۔

گرے گری ہفتم پوپ کی طاقت کے نظریہ کو عملی لباس پہناتا ہے

فوراً اپنے انتخاب پوپ کے بعد گرے گری نے اپنے بلند خیالات کو کہ دنیا کا روحانی سردار کیا کیا کام انجام دے عملی لباس پہنانا شروع کیا۔ اُس نے اپنے قاصدوں کو تمام یورپ میں بھیجنا شروع کر دیا اور اس وقت سے آیندہ زمانہ تک یہی قاصد اُس کی حکومت کے طاقتور ذرائع ہوگئے۔ اُس نے شاہان فرانس و انگلستان اور نوجوان جرمن فرمانروا ہنری چہارم کو ہدایت کی کہ وہ اپنے برے طریقوں سے تائب ہوں اور ایماندار اور عادل بنیں اور اُس کی نصیحتوں پر عمل کریں۔ وہ ولیم فاتح کو

لطف آمیز لیکن پُرجوش لہجہ میں لکھتا ہے کہ پوپ اور بادشاہ کی طاقتیں دونوں خدا نے قائم کی ہیں اور دنیا کی تمام طاقتوں میں یہ سب سے زیادہ بڑی ہیں جسطرح کہ سورج اور چاند فلکی اجسام میں سب سے بڑے ہیں۔ لیکن پوپ کی طاقت ظاہر ہے کہ بادشاہ کی طاقت سے بڑی ہے کیونکہ یہ اُس طاقت کا بھی ذمہ دار ہے۔ روزِ محشر گرے گری کو بادشاہ کے حالات بحیثیت ایک بھیڑ کے جسکی نگہبانی اُس کے سپرد کی گئی ہے خدا کے سامنے پیش کرنے ہوں گے۔ شاہِ فرانس کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ سموّنی کے طریقہ کو بند کردے ورنہ وہ عیسائیت سے خارج کردیا جائے گا اور اُس کی رعایا اپنے حلفِ وفاداری سے مبّرا کردی جائے گی۔ گرے گری کے یہ تمام کارنامے دنیاوی طمع کی غرض سے نہیں تھے بلکہ حقانیت کے خیال اور نوعِ انسان کی خدمت کے تیقّن پر مبنی تھے۔

ہنری سوئم کی وفات ۱۰۵۶ء

ظاہر ہے کہ گرے گری کی تجویزِ اصلاح میں مغربی یورپ کی تمام سلطنتیں شامل تھیں لیکن حالات کچھ ایسے تھے کہ نہایت نمایاں طور پر اُس میں اور شہنشاہ میں نزاع پیدا ہوگیا۔ یہ اِس طرح واقع ہوا۔ ہنری سوئم ۱۰۵۶ء میں مرگیا تھا اور اُس نے اپنے پیچھے اپنی نیک مزاج بیوی اگنیس اور چھ برس کا بچہ چھوڑا تھا جو جرمن بادشاہ کے حقوق کو جنہیں بمشکل تمام حاصل کیا گیا تھا' اُن حریص باجگزاروں پر قائم رکھنے والا تھا جن کا انتظام آٹو اعظم جیسا جلیل القدر بادشاہ بھی مشکل سے کرسکا۔

ہنری چہارم کی تخت نشینی ۱۰۶۵ء

۱۰۶۵ء میں پندرہ برس کا لڑکا بالغ قرار دیا گیا اور اُس کی عمر بھر کی مشکلات سیکسنس کی بڑی بغاوت سے شروع ہوئیں۔ اُنہوں نے نوجوان بادشاہ پر اُن کی اپنی زمین میں قلعے بنانے اور اُن میں ایسے سپاہی رکھنے کا الزام لگایا جو لوگوں کو لوٹتے کھسوٹتے رہتے تھے۔ گرے گری نے مداخلت کرنا اپنا فرض سمجھا۔ اُس کے نزدیک سیکسنس ایک قوم مظلوم تھے جس پر غیر محتاط نوجوان بادشاہ نے اپنے بُرے مشیروں کی صلاح سے جبر و تعدی کی تھی۔

جب کوئی ہنری کی مشکلات اور مصائب کا حال پڑھتا ہے تو اُسے یہ معجزہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو بادشاہ قائم رکھ سکا۔ دل صدمات سے چور، ہر شخص ناقابلِ اعتماد،

Marfat.com

اور خود اپنی رعایا کے ہاتوں ایک جگہ سے دوسری جگہ فرار؛ ایسی حالت میں وہ پوپ کو پشیمانی کے ساتھ لکھتا ہے۔ "ہم نے خدا کے خلاف گناہ کیا ہے اور تیرے سامنے کیا ہے اور اب ہم تیرا بیٹا کہلانے کے قابل نہیں ہیں"۔ لیکن سرکش سیکسنوں پر جب وہ فتح حاصل کر کے ایک لمحہ کے لئے خوش ہو جاتا تھا تو وہ پوپ کی اطاعت کے وعدہ کو بآسانی فراموش کر دیتا تھا۔ وہ اُن مشیروں سے برابر صلاح لیتا رہا جنکو پوپ نے عیسائیت سے خارج کر دیا تھا اور جرمنی اور اٹلی میں پوپ کی ممانعتوں کے باوجود اہم گرجاؤں میں پادری مقرر کرتا رہا۔

کسی غیر پادری سے والگی اختیارات کی نئی ممانعت

گرے گری کے پیشرو پوپوں نے چند مرتبہ پادریوں کو غیر پادریوں سے اختیارات حاصل کرنے کے طریقہ کی ممانعت کر دی تھی۔ گرے گری نے اس ممانعت کو ۱۰۷۵ء میں دوبارہ جاری کیا ٹھیک اُسی وقت جبکہ ہنری سے بدمزگی پیدا ہو گئی تھی۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں والگی اختیارات نئے منتخب شدہ کلیسا کے افسر کا جاگیروں اور حقوق متعلقہ منصب کو کسی بادشاہ یا دیگر رئیس سے جائز طور پر حاصل کرنا تھا۔ گرے گری نے والگی اختیارات کسی غیر پادری سے حاصل کرنے کی ممانعت سے ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ اسقف اور ایبٹ اکثر گورنمنٹ کے بھی عہدہ دار تھے جو جرمنی اور اٹلی میں کاؤنٹ کے تمام اختیارات رکھتے تھے۔ بادشاہ اِن کی صلاح اور امداد پر نہ صرف اعتماد کرتا تھا بلکہ وہ اُس کے خاص معاون و مددگار ہوتے تھے جب وہ اپنے باجگزاروں سے برسرپیکار ہوتا تھا۔

پوپ کے قاصدوں کی بدزبانی سے ہنری چہارم غضب ناک ہو گیا

گرے گری نے تین سفیر ۱۰۷۵ء کے آخر میں ایک مربیانہ چٹھی کے ساتھ روانہ کئے۔ جس میں اُس نے بادشاہ کو اُس کے بُرے چال چلن کی نسبت ملامت کی تھی۔ لیکن بظاہر اُس کو یہ توقع نہ تھی کہ صرف تحریر ہنری پر کچھ اثر کریگی کیونکہ اُس نے اپنے سفرا کو ہدایت کر دی تھی کہ اگر ضرورت ہو تو دھمکی سے بھی کام لیں جو یا تو بالکلیہ اُس میں فرمانبرداری پیدا کر دینے والی تھی یا کُھلم کُھلا مخالفت اور سرکشی پر آمادہ کر دینے والی تھی سُفرا کو سمجھا دیا گیا تھا کہ وہ بادشاہ سے کہدیں کہ اُس کے گناہ اِس قدر کثرت

ہیں، اِس قدر خوفناک ہیں اور اِس قدر بدنامی کے ساتھ مشہور ہیں کہ وہ صرف عیسائیت ہی سے خارج ہونے کا مستحق نہیں ہے بلکہ وہ مستقل طور پر اپنے شاہی اعزاز سے محروم کر دینے کے لایق ہے۔

گرے گری ہفتم کو جرمن پادریوں کی کونسل منعقدہ ورمس نے ۱۰۷۶ء میں معزول کر دیا

سُنفر اکی بدزبانی نے نہ صرف بادشاہ کے غصہ کو مشتعل کر دیا بلکہ بہت سے اُسقفوں اور پادریوں کو اُس کا طرفدار بنا دیا۔ ایک کونسل جس کو ہنری نے ۱۰۷۶ء میں بمقام ورمس طلب کیا، اُس میں دو ثلث سے زائد جرمن پادری جمع ہوئے۔ چنانچہ اُس میں گرے گری کو بوجہ اُس کے بیقاعدہ انتخاب کے معزول کر دیا گیا اور اُس کے خلاف بہت سے بدچلنی اور حرص وطمع کے نہایت بُرے الزامات قائم کئے گئے۔ پادریوں نے اُس کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا اور الم نشرح یہ اعلان کر دیا کہ اب وہ اُن کا پوپ نہیں ہے۔ پہلی نظر میں یہ بہت تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے کہ جرمن پادریوں کی فوری امداد کلیسا کے سردار کے خلاف بادشاہ کو ملجائے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ پادریوں کو اُن کے مناصب جلیلہ بادشاہ سے نہ کہ پوپ سے ملے تھے۔

ایک یادگار چٹھی میں جو اُس نے گرگری کو لکھی، ہنری لکھتا ہے کہ اُس نے اپنے آپ کو چونکہ مصیبت زدہ ظاہر کیا اور پوپ کی عزت کی حفاظت کا شوق ظاہر کیا اِس لئے پوپ نے اُس کی خاکساری کو خوف پر محمول کیا ہے۔ چٹھی کے آخر الفاظ یہ ہیں "تو نے شاہی طاقت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا حالانکہ یہ طاقت ہم کو خدا نے عطا فرمائی ہے۔ تو نے یہ جرأت کی کہ ہم کو اُس سے محروم کرنے کی دھمکی دی گویا کہ ہم نے اپنی سلطنت تجھ سے حاصل کی تھی۔ گویا کہ بادشاہت اور سلطنت تیرے ہاتھ میں ہے اور خدا کے قبضہ میں نہیں ہے۔ مَیں ہنری جو خدا کے فضل سے بادشاہ ہوں مع اپنے تمام پادریوں کے تجھ سے کہتا ہوں، نیچے اتر اپنے تخت سے، نیچے اُتر اپنے تخت سے اور تمام نسلوں کی لعنتیں تجھ پر ہوں۔"

ہنری چہارم کو پوپ نے معزول کر دیا اور مذہب عیسوی سے خارج کر دیا

گرے گری نے ہنری اور جرمن پادریوں کو فوری اور فیصلہ کن جواب لکھا جنھوں نے اُس کو معزول کیا تھا "اے پیٹر! جو

حواریوں میں افضل ہے ہماری فریاد سن! تیرے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے اور تیری عنایت سے چونکہ یہ اختیار خصوصاً خدا نے مجھکو دیدیا ہے کہ دنیا اور آسمان میں جسے چاہوں کھولوں اور جسے چاہوں باندھوں (جسے چاہے سزا دوں جسے چاہے رہا کردوں) لہٰذا اس بنا پر اور کلیسا کی شان وشوکت اور عزو وقار کے واسطے اور خدائے قادر، باپ، بیٹے اور مقدس روح کے نام پر تیری طاقت اور اختیار کے ذریعہ سے ہنری بادشاہ سے جو ہنری شہنشاہ کا بیٹا ہے اور جو تیری کلیسا کے خلاف ناقابل مسموع گستاخی کے ساتھ پیش آیا ہے، جرمنی اور اٹلی کی حکومت کو واپس لیتا ہوں۔ میں تمام عیسائیوں کو اُس حلفِ وفاداری سے بری کرتا ہوں جو انہوں نے اُس کے لئے اُٹھایا ہے یا آئندہ اُٹھائیں اور میں ہر شخص کو اُس کی اطاعت بحیثیت بادشاہ، کرنے سے ممانعت کرتا ہوں"۔ خارج شدہ عیسائیوں سے ارتباط قائم رکھنے پر اور نیز بکثرت کارہائے ناملائم کرنے پر اُس پر لعنت بھیجی گئی اور اُس کو عیسائیت سے بھی خارج کیا گیا۔

جرمن شہزادوں کا رجحان

کچھ عرصہ تک جبکہ پوپ نے اُسے معزول کیا، ہر شے ہنری کے خلاف ہوگئی اب پادریوں نے بھی کنارہ کشی اختیار کی۔ پوپ کی مداخلت پر ناک بھوں چڑھانے کی بجائے غیر قانع سیکسنوں نے اور بہت سے دیگر جاگیرداران ہنری نے یہ یقین کیا کہ اب نہایت عمدہ موقع ہے کہ ہنری کو علیحدہ کردیں اور زیادہ خوشگوار فرمانروا منتخب کرلیں، لیکن ایک بڑی مجلس کے بعد بڑے جرمن جاگیرداروں نے ہنری کو دوسرا موقع دینا طے کیا۔ اُس کو چاہئے کہ وہ گورنمنٹ کی خدمات ادا کرنے سے پرہیز کرے تاوقتیکہ وہ پوپ سے صلح نہ کرے۔ اگر ایک سال کے ختم ہونے پر بھی وہ ایسا کرنے سے باز رہا تو اُس کا تخت ضبط سمجھا جائیگا۔ علاوہ ازیں پوپ کو آگسبرگ آنے کی دعوت دیگئی تاکہ وہ شہزادوں سے مشورہ کرے کہ آیا ہنری کو دوبارہ تخت وتاج شاہی دیا جائے یا اُس کی جگہ کوئی اور منتخب کیا جائے۔ اُس وقت یہ معلوم ہوتا تھا گویا کہ پوپ درحقیقت شاہی حکومت کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتا ہے۔

ہنری پوپ کی اطاعت مقام کینوسا پر کرتا ہے۔ ۱۰۷۷ء

ہنری نے پوپ کی آمد سے پیشتر اُس سے ملاقات کرنے کا

Marfat.com

مصمم ارادہ کرلیا۔ وہ اواسط موسم سرما میں کوہ الپس کو عبور کرکے قلعۂ کینوسا کے سامنے ایک عاجز امیدوار
پادری کی صورت میں ظاہر ہوا جہاں کہ پوپ نے اپنے سفر آگسبرگ کے رستہ میں قیام کیا تھا۔ تین
دن تک جرمن بادشاہ برہنہ پا اور ایک تائب زائر کے موٹے جھوٹے لباس میں بند دروازے
کے سامنے حاضر ہوتا رہا، بالآخر گرے گری کو اُس کے بااثر مصاحبین نے ترغیب دی کہ وہ نادم
وپشیمان فرمانروا کو داخلہ کی اجازت دے۔ نہایت ممتاز چہرے مہرے کے اس طاقتور شہزادہ کا نظارہ
جو خاکسارانہ حیثیت میں گریہ کناں، کمزور اور کانپتے ہوئے چھوٹے آدمی کے سامنے کھڑا تھا جو اپنے
آپ کو خادم خدام خدا کہتا تھا، ہمیشہ کلیسا کی طاقت کا عروج اور اُس کی لعنتوں کے مکمل اثر کا
زمانہ سمجھا جاتا ہے جس کے خلاف دنیا کے بڑے بڑے گردن کشوں کو بھی بجز توبہ اور استغفار کے
کوئی اور آلۂ حفاظت میسر نہیں تھا۔

نیا بادشاہ منتخب کیا گیا

جرمن شہزادوں کو، وہ معافی جو ہنری نے مقام کینوسا پر حاصل کی تھی اطمینان بخش
ثابت نہ ہوئی۔ کیونکہ اُن کا یہ مطالبہ کرنے سے کہ وہ کلیسا سے صلح کرے اُس کی تکالیف میں اور اضافہ
کرنا خاص مقصد تھا۔ لہذا انہوں نے دوسرے فرمانروا کو منتخب کرلیا اور اگلے تین یا چار برس تک
دونوں رقیب بادشاہوں کے توابعین میں خونخوار جھگڑے ہوتے رہے۔ گرے گری سنہ ۱۰۸۰ء تک

ہنری کو پھر مذہب عیسوی سے خارج کردیا

غیر جانبدار رہا۔ لیکن پھر اُس نے ہنری اور اُس کے تمام توابعین کو
لعنت کی زنجیر سے وابستہ کردیا اور مذہب عیسوی سے خارج کردیا۔
اُس نے اعلان کردیا کہ وہ اپنی شاہی طاقت سے محروم کردیا گیا ہے اور تمام عیسائیوں کو اُس
کی اطاعت کرنے سے روک دیا۔

ہنری، گرے گری پر فتح حاصل کرتا ہے

پہلے اخراج سے نئے اخراج کا اثر بالکل مختلف ہوا۔ ہنری کے دوستوں
کی تعداد بجائے کم ہونے کے زیادہ ہوگئی۔ جرمن پادری پھر خواب سے
بیدار ہوئے اور انہوں نے پھر "اُسی گستاخ ہلڈبرانڈ" کو معزول کردیا۔ ہنری کا رقیب لڑائی میں
مارا گیا اور ہنری اپنے ساتھ ایک مخالف پوپ کو اٹلی لے گیا تاکہ اُسے وہاں پوپ بنادے اور

Marfat.com

خود تاج شہنشاہی حاصل کرے۔ گرے گری دو برس تک اُس کا مقابلہ کرتا رہا لیکن بالآخر روما ہنری کے قبضہ میں آگیا اور گرے گری فرار ہوگیا اور جلد مر گیا۔ اُس کے آخری الفاظ یہ تھے "میں نے انصاف سے محبت کی ہے اور ظلم سے نفرت کی ہے لہٰذا میں ایک جلاوطن ہو کر مرتا ہوں" اور انصاف پسند مورّخ اِن الفاظ کی راستی میں کچھ شک نہ کرے گا۔

ہنری چہارم کی دیگر مشکلات

گرے گری کی وفات نے ہنری کی مشکلات کا خاتمہ نہیں کر دیا۔ اُس نے اپنی عمر کے بقیہ بیس برس اپنے حقوق بحیثیت شاہ جرمنی و اٹلی کوہ ایلپس کی دونوں جانب اپنی نافرمان رعایا کے خلاف قائم رکھنے میں صرف کئے۔ جرمنی میں اُس کے خاص دشمن سیکسنس اور اُس کے نامطمئن باجگزار تھے۔ اٹلی میں پوپ دنیاوی فرمانروا کی حیثیت عملی طور پر قائم کر رہا تھا اور اپنی خود ایک چھوٹی ریاست بنا رہا تھا۔ علاوہ ازیں وہ ہمیشہ لمبرڈوں کے شہروں کی حوصلہ افزائی شہنشاہ کی مخالفت میں، کرنے کے لئے تیار تھا جو روز بروز طاقتور ہوتے جا رہے تھے اور دن بدن کسی جرمن بادشاہ کی حکومت پر کم رضامند ہوتے جا رہے تھے۔

اٹلی میں اور خود گھر میں بغاوت ہنری کے بیٹوں کی دغابازی

اُس کے دشمنانِ اٹلی کے اتحاد نے ہنری کو اٹلی میں ۱۰۹۰ء میں پھر طلب کر لیا۔ اگرچہ وہ جرمنی کو جو پورے طور پر مغلوب نہ ہوئی تھی چھوڑنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ اُس کو اطالیوں نے سخت شکست دی اور لمبرڈوں کے شہروں نے اپنا پہلا اتحاد اپنے غیر ملکی بادشاہ کے خلاف قائم کرنے کا موقع پایا۔ ۱۰۹۳ء میں ملان، کریمونا، لوڈی اور پیاسینزا اپنے تحفظ کے لئے ایک جارحانہ و مدافعانہ اتحاد میں شامل ہوگئے۔ اٹلی میں سات برس تک بیکار مارے مارے پھرنے کے بعد ہنری غمگینی کے ساتھ جرمنی کو واپس چلا گیا اور جزیرہ نما کو اپنے دشمنوں کے ہاتوں میں چھوڑ گیا۔ لیکن اُس نے گھر پر بھی کوئی اطمینان کی حالت نہ دیکھی۔ اُسکے غیر قانع باجگزاروں نے اُس کے بیٹے کو ترغیب دی جس کو وہ اپنا ولیعہد مقرر کر چکا تھا کہ وہ اپنے باپ کے خلاف بغاوت کرے۔ لہٰذا باہمی جنگ شروع ہوگئی۔ دغابازی پھیل گئی اور افسوسناک عزلِ شاہ ہونے لگے۔

ہنری چہارم کی وفات ۱۱۰۶ء میں

۱۱۰۶ء میں موت نے اُس عہد کا خاتمہ کر دیا جو شاید دنیا کی تاریخ میں سب سے زیادہ قابلِ افسوس زمانہ تھا۔

ہنری پنجم ۱۱۰۶ء - ۱۱۲۵ء

ہنری چہارم کے بیٹے ہنری پنجم کے عہد کا کارنمایاں جس سے ہمیں خاص دلچسپی ہے حوالگیٔ اختیارات کے سوال کا تصفیہ تھا۔ پوپ پاشال دوئم نے اُن پادریوں کو جن کو بادشاہ نے پہلے مقرر کر دیا تھا تسلیم کر لیا' اِس شرط پر کہ وہ نیک آدمی ہوں اور یہ تجویز کی کہ گرے گری کے احکام پر جو غیر پادری کی حوالگیٔ اختیارات کے متعلق ہیں عمل کیا جائے۔ پادری اب نہ اُمرا کا احترام کریں اور نہ اُن کے خونخوار ہاتوں میں اپنے ہاتھ دیں جو قربان گاہ کی خدمت کرنے سے متبرک ہو جاتے ہیں۔ برخلاف اِس کے ہنری پنجم نے یہ اعلان کیا کہ تاوقتیکہ پادری وفاداری کا حلف نہ اٹھائیں اُن کو اراضی، شہر، قلعے، ٹیکس اور حقوق جو گرجاؤں کے متعلق ہیں نہ دیے جائیں۔

غیر پادریوں کی حوالگیٔ اختیارات کے سوال کا تصفیہ۔ ورمس کے صلحنامہ میں ۱۱۲۲ء

کچھ پریشانیوں کے بعد بالآخر ورمس کا صلحنامہ ۱۱۲۲ء میں تحریر ہوا جس نے جرمنی میں حوالگیٔ اختیارات کی بحث کا خاتمہ کر دیا۔ شہنشاہ نے وعدہ کیا کہ وہ کلیسا کو مطلق آزادی دیدیگا کہ وہ اپنے اسقفوں، ایبٹوں اور پادریوں کو انتخاب کرے اور اپنے قدیم دعوے کو کہ انگشتری اور عصائے صلیب دار جو روحانی علامات ہیں اُن کو خود دیا کرے گا واپس لے لیا لیکن یہ شرط قرار پائی کہ بادشاہ کی موجودگی میں انتخابات عمل میں آئیں گے اور اُس کو اجازت دیگئی تھی کہ وہ نئے پادری یا ایبٹ کو جاگیر عطا کرتے وقت اور دنیاوی حقوق دیتے وقت اُنسے شاہی علامات (عصائے شاہی) کی تعظیم کرائے۔ اِس طریقہ سے پادریوں کے روحانی حقوق اُن کو اُن کے انتخاب کنندگان ہی عطا کرنے لگے جو پادری ہوتے تھے۔ اور اگرچہ بادشاہ اب بھی عملی طور پر کسی انتخاب کو اِس طرح بیکار کر سکتا تھا کہ منتخب شدہ پادری کو دنیاوی حقوق جن کی بہت آرزو کی جاتی تھی عطا نہ کرے۔ تاہم اُس کے قبضہ سے براہ راست ایبٹوں اور پادریوں

کا تقرر نکل گیا۔ رہا شہنشاہ کا قبضہ واقتدار پوپ کی طاقت پر، بہت سے پوپ ہنری چہارم کے وقت سے شہنشاہ کی منظوری کے بغیر عام طور پر با قاعدہ منتخب شدہ سمجھے جاتے تھے اور کوئی شخص اب یہ یقین نہیں کرتا تھا کہ پوپ کے انتخاب میں شہنشاہ کی منظوری ضروری ہے۔

Marfat.com

باب چہاردہم

ہوانسٹافن شہنشاہ اور پوپ

فریڈرک اوّل، باربروسا (سرخ ریش) ۱۱۵۲ء تا ۱۱۹۰ء

فریڈرک اوّل عرف باربروسا یعنی "سرخ ریش" جو جرمنی کا بادشاہ ۱۱۵۲ء میں ہوا، تمام جرمن شہنشاہوں میں سب سے زیادہ دلچسپ شخص ہے اور جو حالات اُس کے عہد کے ہم تک پہنچے ہیں اُن سے بارہویں صدی کے اواسط میں جو کچھ یورپ کی حالت تھی وہ بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ اُس کے ظہور سے ہم کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم اُس دراز زمانہ سے جو عہدِ تاریک (ازمنۂ مظلمہ) کے نام سے موسوم ہے ابھی باہر آ رہے ہیں۔ چھٹی صدی سے بارہویں صدی تک تقریباً تمام واقفیت جو کچھ ہم کو یورپ کی تاریخ سے ہے وہ راہبوں کی ناقابلِ وثوق اور نامکمل تحریرات کی بدولت ہے جن کے مصنف اکثر ناواقف اور بے پرواہ ہوتے تھے اور عموماً جن واقعات کو وہ ضبطِ تحریر میں لاتے تھے اُن کی جائے وقوع سے بہت دور ہوتے تھے۔ لیکن بارہویں صدی کے پچھلے نصف حصہ میں ہماری واقفیت بہت زیادہ اور نیز مختلف النوع ہو جاتی ہے۔ ہم کو شہری زندگی کے حالات معلوم ہونے لگتے ہیں اور راہبوں کی تحریرات پر اب ہم اکتفا نہیں کرتے۔ پہلا مورخ جس میں اپنے مضمون کی ایک حد تک فلسفیانہ گرفت موجود تھی آٹو آف فریزنگ تھا۔

مورخ آٹو آف فریزنگ

اُس کی حیاتِ فریڈرک باربروسا اور اُس کی تاریخِ عالم اُس زمانہ کی معلومات کے بیش بہا ذخائر ہیں جس کا اب ہم ذکر کریں گے۔

سلطنت کے بارہ میں فریڈرک کا معیارِ ذہنی

فریڈرک کی یہ آرزو تھی کہ وہ رومی سلطنت کو اُس کی

قدیم شان و شوکت اور اقتدار کو پہنچا دے۔ وہ اپنے آپ کو قیصر جسٹینین، شارلمین اور آٹو اعظم کا جانشین سمجھتا تھا۔ وہ اپنے عہدہ کو بھی ایسا ہی الہامی سمجھتا تھا جیسا کہ پوپ کے عہدہ کو۔ پوپ کو اپنے انتخاب کی اطلاع دیتے ہوئے اُس نے لکھا کہ "خدا نے اُس کو سلطنت عطا کردی ہے" اور اُس نے پوپ کی منظوری کی خواہش نہیں کی جیسا کہ اُس کے پیشرو کرتے رہے تھے لیکن اپنی اس عمر بھر کی کوشش میں کہ وہ تمام حقوقِ شہنشاہی جن کو وہ ایسا سمجھتا تھا قائم رہیں اُس کو تمام قدیم مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اُس کو جرمنی میں اپنے باغی طاغی باجگزاروں کی نگرانی کرنی پڑی اور سلسلہ وار دلاور پوپوں کی مخالفت سے سابقہ پڑا جو پوپ کی طاقت کے بڑے سے بڑے دعاوی کی حمایت کرنے کے لئے تیار تھے۔ علاوہ ازیں اُس نے لمبرڈوں کے شہروں کو ناقابلِ تسخیر دشمن پایا جنہوں نے آخر کار اُس کو شکست فاش دی۔

تاریخ میں شہر اپنے کارنامے دکھلانے لگے

نہایت نمایاں اختلاف جو فریڈرک سے قبل کے زمانہ اور اُس کے بعد سے اب تک کے قرنوں میں ہے وہ شہری زندگی کی ترقی ہے مع اُن تمام معنوں کے جو آج اس کے معنی لئے جاسکتے ہیں۔ اب تک ہم صرف شہنشاہوں، پوپوں، پادریوں اور فیوڈل رؤسا کے حالات پڑھتے رہے ہیں۔ اب آیندہ شہروں کے حالات بھی اُن میں اضافہ کرلیجئے جیسا کہ فریڈرک نے افسوس کے ساتھ یہ بات معلوم اور محسوس کی۔

لمبرڈی کے شہروں کی حکومت جزواً جمہوریت پر مبنی تھی۔

عہد شارلمین کے بعد لمبرڈی کے شہروں کی حکومت اُن کے علی الترتیب پادریوں کے ہاتھوں میں آگئی جو کاؤنٹ کے حقوق اور اختیارات استعمال کرتے تھے۔ پادریوں کی نگرانی میں شہروں نے اپنی دیواروں کے اندر مرفہ الحال ہونا شروع کردیا اور اپنے اقتدار کو قرب و جوار کے اضلاع میں بھی وسعت دی۔ جب صنعت و حرفت اور تجارت میں ترقی ہوئی تو مرفہ الحال شہریوں نے اور نیز زیادہ غریب طبقوں نے بھی حکومت پر اپنا اقتدار قائم کرنے کی خواہش کی۔ سب سے

Marfat.com

پہلے کریمونا نے اپنے پادری کو خارج البلد کر دیا۔ اُس کے قلعے کو برباد کر دیا اور اُس کو واجبات دینے سے انکار کر دیا۔ بعدازاں ہنری چہارم نے لوکا کو اُس کے پادری کے خلاف بھڑکا دیا اور یہ وعدہ کیا کہ آیندہ اُس کی آزادی میں کوئی پادری، ڈیوک یا کاؤنٹ مخل نہ ہوگا۔ دوسرے شہروں نے بھی کلیسا کی حکومت کو خیرباد کہا اور عملی طور پر ان سب شہروں میں حکومت بالآخر جنگی کے افسروں کے ہاتوں میں آگئی جن کو وہ شہری منتخب کرتے تھے جو حکومت میں دخل دینے کے مجاز تھے۔

اٹلی کے شہروں میں شور و شغب اور اُن کی قابلِ یادگار تہذیب

شہر کے معاملات میں زیادہ غریب کاریگروں کو رائے دینے کا بالکل حق نہیں دیا گیا تھا۔ اُن کی کبھی کبھی کی بغاوتوں نے اور نیز امرا کی فرقہ بندیوں کے باہمی مناقشات نے جنہوں نے بجائے اپنی جاگیروں میں رہنے کے شہروں میں سکونت اختیار کر لی تھی ایک ایسا شور و شغب پیدا کر دیا جس کو ہم اپنے موجودہ باامن شہروں میں ناقابلِ برداشت خیال کریں گے۔ قرب و جوار کے شہروں سے سخت لڑائیوں کی بنا پر یہ اور بھی ترقی پذیر ہو جاتا تھا۔ تاہم ناقابلِ یقین بدامنی کے باوجود جو اندرون و بیرون شہر رہتی تھی، اٹلی کے شہر صنعت و حرفت اور علم و فن کے مرکز بن گئے جن کا جواب تاریخ میں سوائے یونان کے مشہور شہروں کے اور کہیں نہیں ملتا۔ علاوہ ازیں وہ اپنی آزادی و خود مختاری چند صدیوں تک قائم رکھ سکے۔ فریڈرک کی مشکلات شہنشاہ کی حیثیت سے اٹلی میں قدرتاً لمبرڈ شہروں کی سخت مخالفت کے باعث جن کا پوپ ہمیشہ ایک لحاظ طرفدار رہتا تھا بہت زیادہ ہو گئی تھیں۔ شہروں اور پوپ کا باہمی مشترک فائدہ تھا کہ شاہ جرمنی کی طاقت پہاڑوں کے اس جانب محض برائے نام رہے۔

فریڈرک کی پہلی مہم اٹلی پر ۱۱۵۴ء

لمبرڈ شہروں میں ملان نہایت طاقتور تھا اور اُس کے ہمسایوں نے اُس سے خوشی کے ساتھ بے اعتنائی کی کیونکہ وہ اپنے اقتدار کو ہمیشہ اُن پر وسعت دینے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ لوڈی کے دو پناہ گزینوں نے نیم منتخب شدہ

شہنشاہ کو اطلاع دی کہ ملان کے ظلم و جبر کی کوئی انتہا نہیں جب فریڈرک کے نمائندے اس برا برتاؤ کرنے والے شہر کے پاس پہنچے تو اُن کی توہین کی گئی اور شاہی مہر کو خاک میں ملا کر پیروں سے کچل ڈالا۔ دوسرے شہروں کی طرح ملان بھی شہنشاہ کی برتری صرف اس طریقہ سے تسلیم کرنے کے لیے تیار تھا کہ وہ اُسے دق اور پریشان نہ کیا کرے۔ تاج شہنشاہی حاصل کرنے کی خواہش نے اور ملان کے اس گستاخانہ طرز عمل کی سزا دہی نے فریڈرک کو اٹلی میں ١١٥٤ء میں اُس کی چھ مہمات کی پہلی مہم پر بلا لیا۔ جن میں اُس کی سلطنت کے بہت سے سال صرف ہوئے۔

فریڈرک نے اپنا خیمہ رانکیگلیا کے میدان میں نصب کیا اور وہاں لمبرڈ شہروں کے نمائندوں سے ملاقات کی جنہوں نے اپنے ہمسایوں خصوصاً مغرور ملان کے طرز عمل کی بہت اور سخت شکایتیں کیں۔ ان بحری تجارت کرنے والے شہروں کی وسعت تجارت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ جینوا نے شتر مرغوں، شیروں اور طوطوں کو بطور تحائف بھیجا تھا۔ فریڈرک نے پوپ کی شکایت پر ٹورٹونا کا محاصرہ کرنے اور اُس کو تباہ کرنے سے ایک لمحہ کے لئے کچھ اثر پیدا کر دیا۔ لیکن جب وہ روما کی طرف بڑھا تو ملان نے جرات کرکے اپنے دو یا تین ہمسایوں کو اس بنا پر سزا دی کہ انہوں نے شہنشاہ کو نہایت جوش و خروش کے ساتھ مدد دی تھی۔ ملان نے ٹورٹونا کے بیکس شہریوں کی بھی مدد کی تاکہ وہ اپنا شہر دوبارہ تعمیر کریں۔

فریڈرک اور پوپ ہیڈرین

جب پوپ ہیڈرین چہارم اور شہنشاہ پہلے پہل ملے تو کچھ عناد باہمی تھا کیونکہ فریڈرک نے پوپ کی رکاب تھامنے میں تامل کیا۔ تاہم اُس نے پھر کوئی اعتراض نہیں کیا جب اُسے معلوم ہوا کہ وہاں کا یہی دستور تھا۔ ہیڈرین اُس کی امداد پر بھروسہ رکھتا تھا کیونکہ روما میں ایک یادگار انقلاب ہونے والا تھا۔ نامور آرنلڈ آف بریسیا کی سرگردہی میں شہر ایسی حکومت قائم کرنے میں ساعی اور کوشاں تھا جیسی کہ اُس زمانہ میں تھی جبکہ رومیوں کی سینیٹ مہذب دنیا پر حکمراں تھی۔ یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ یہ کوشش رائگاں گئی، اگرچہ فریڈرک نے پوپ

Marfat.com

کو آرنلڈ اور باغی رومیوں کے خلاف کچھ امداد نہ دی تھی۔ اپنی تاجپوشی کے بعد شہنشاہ نے جرمنی کو جلد مراجعت کی اور مایوس ہیڈرین کو اپنے سرکش لوگوں کے ساتھ جیسا چاہے برتاؤ کرنے کے لئے چھوڑ گیا۔ اس مایوسی اور آئندہ غلط فہمیوں سے پوپ اور فریڈرک کے نہایت بُرے خیالات ہو گئے۔

مجلس رانکیگلیا ۱۱۵۸ء

۱۱۵۸ء میں فریڈرک اٹلی کو واپس آیا اور رانکیگلیا پر ایک بڑی مجلس منعقد کی۔ اُس نے رومی قانون کے بعض استادوں کو بولوگنا سے طلب کیا (جہاں کہ قانون کی تعلیم بہت زور شور سے جاری تھی) اور نیز شہروں کے نمایندوں کو بلایا تاکہ وہ ٹھیک ٹھیک طور پر یہ طے کر دیں کہ شہنشاہ کی حیثیت سے اُس کے کیا کیا حقوق تھے۔ یہ کوئی اندیشہ کی بات نہ تھی بجز اس کے کہ ماہرین قانون جو یہ کہتے تھے کہ "جو کچھ بادشاہ کا حکم ہے وہی قانون ہے" کہیں شہنشاہ کو اُس کا پورا حق نہ عطا کر دیں۔

لمبرڈ شہروں پر شہنشاہ کے حقوق کا تصفیہ

اُس کا ریگیلیا یا حکومت کے حقوق حسب ذیل تھے: سب سے پہلے اُس کی فیوڈل برتری مختلف ریاستوں اور کاؤنٹی پر مسلمہ تھی، اُس کو حق حاصل تھا کہ وہ مجسٹریٹوں کو مقرر کرے، ٹیکس وصول کرے، غیر معمولی جنگی ٹیکس قائم کرے، سکہ ضرب کرائے، مچھلیوں کے پکڑنے کی جگہ سے مالگزاری وصول کرے اور نیز نمک اور چاندی کی کانوں سے بھی مالگزاری لے۔ ایسے اشخاص یا شہر جو یہ ثابت کر سکیں کہ یہ حقوق اُن کو باقاعدہ طور پر معاف کر دیئے گئے تھے وہ مستثنیٰ رہیں ورنہ شہنشاہ اُن سے بھی یہ حقوق حاصل کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ چونکہ اکثر شہروں نے محض پادریوں کے حقوق خود اختیار کر لئے تھے اور شہنشاہوں سے اُن حقوق کی معافی کا کوئی قانونی ثبوت نہیں رکھتے تھے اس فیصلہ سے اُن کی آزادی کا خاتمہ ہو گیا۔ فی الحال شہنشاہ کی مالگزاری میں بہت اضافہ ہو گیا۔ لیکن یہ انتہائی تدابیر اور وہ نفرت انگیز گورنران جنکو اُس نے اپنا قائم مقام کر کے بھیجا آخر کار بغاوت و سرکشی پیدا کر کے رہے۔ ان شہروں کے لئے یہ موت اور زندگی کا سوال تھا کہ وہ شاہی افسران اور ٹیکس وصول کنندگان سے جس طرح

ہو سکے نجات حاصل کریں۔

کریما اور ملان کی تباہی شہنشاہ کے حکم پر شہر کریما نے اپنی دیواروں کو مسمار کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ اس کا نہایت سخت محاصرہ کیا گیا اور آخر کار اس کو محکوم ہونا پڑا۔ اس کے شہریوں کو بجز جان بچا کر بھاگ جانے کے اور کوئی چیز ہمراہ لیجانے کی اجازت نہ دیگئی۔ شہر کو غارتگری کے بعد تباہ و برباد کر دیا گیا۔ بعد ازاں ملان نے شہنشاہ کے نائبوں کو اپنے دروازوں سے باہر نکال دیا۔ ایک بڑے محاصرہ کے بعد یہ مغرور شہر بھی صلح کا ملتجی ہوا۔ اور شہنشاہ نے اس کی تجارتی اور سیاسی اہمیت کے باوجود ۱۱۶۲ء اس کی تباہی کا حکم دینے میں تامل نہ کیا۔ یہ اُن باہمی تعلقات کی افسوسناک شرح ہے کہ ملان کے ہمسایہ شہروں نے التجا کی کہ اُن کو اجازت عطا کی جائے کہ وہ ملان کو تباہ و برباد کریں۔ اُس کے باشندوں کو اُسی موقع کے نزدیک آباد ہونے کی اجازت دیدی گئی جہانکہ اُن کا مرفہ الحال شہر واقع تھا اور آئندہ جس سرعت کے ساتھ انہوں نے دوبارہ اُس کو تعمیر کیا ہم اُس سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ شہر کی تباہی ایسی مکمل طور پر نہیں کیگئی تھی جیسا کہ بعض حالات کے پڑھنے سے مترشح ہوتا ہے۔

لمبرڈ شہروں نے خفیہ طور پر لمبرڈ لیگ قائم کرلی لمبرڈ شہروں کے لئے اُن کی جانبری کی صورت صرف اتفاق میں تھی جس کی ممانعت شہنشاہ نے صریح الفاظ میں کر دی تھی۔ ملان کی تباہی کے بعد خفیہ طور پر وہ تدابیر اختیار کی گئیں جنسے بعد ازاں بڑی لمبرڈ لیگ قائم ہوگئی۔ کریمونا' بریسیا' مینٹوا اور برگیمو شہنشاہ کے خلاف متحد ہوگئے۔ پوپ کی حوصلہ افزائی اور لیگ کی مدد سے ملان کو سرعت کے ساتھ دوبارہ تعمیر کر لیا گیا۔ فریڈرک جو روما کے مفتوح کرنے میں اس خیال سے مصروف تھا کہ مخالف پوپ کو سینٹ پیٹر کے تخت پر بٹھا دے۔ ۱۱۶۷ء میں رومی بخار اور شہروں کے غصے کے مشترک خطرات سے جان بچا کر جرمنی کو واپس آنے پر خوش ہوا۔ لیگ میں وینس' پیاسینزا' پارما اور بالآخر دیگر شہر شامل کرلئے گئے تھے۔ یہ نہایت مناسب خیال کیا گیا کہ ایک بالکل نیا شہر تعمیر کیا جائے تاکہ شہنشاہ کی واپسی پر اُس کے مقابلہ کے لئے وہاں افواج جمع

کر سکیں ۔ شہر الیسینڈریا ابتک لیگ کی اُس طاقت اور اتحادی اسپرٹ کے ثبوت کے لئے موجود ہے ۔ نئے شہر کا نام لیگ کے رفیق پوپ سکندر سوئم (الیگزانڈر) کے نام پر ہے جو شاہان جرمنی کے مخالف پوپوں میں سے نہایت مشہور ہے ۔

فریڈرک کو مقام لیگنینو پر کامل شکست ہوئی ۔ ۱۱۷۶ء

چند سال تک جرمنی کے معاملات کو درست کرنے کے بعد فریڈرک نے پھر لمبرڈی کا قصد کیا ۔ اُس نے نئے " بودے " شہر کو جیسا کہ شاہی تابعین حقارت سے اُس کو کہتے تھے اپنے لئے نہایت مضبوط پایا ۔ لیگ نے اپنی افواج کو مجتمع کیا اور لیگنینو پر ۱۱۷۶ء میں ایک جنگ عظیم برپا ہوئی ۔ واقعی ایک فیصلہ کن جنگ جو قرون وسطیٰ میں کافی شاذ و نادر تھی ۔ فریڈرک کو کوہ ایلپس کی دوسری جانب سے امداد میسر نہ ہوئی جیسی کہ اُس کی خواہش تھی اور ملان کی طاقتور سرگردہی میں لیگ نے اس قدر کامل طور پر اور مایوسانہ طریقہ پر اُس کو شکست دی کہ لمبرڈی کی ملکیت اور برتری کا سوال کچھ عرصہ تک طے ہو گیا ۔

صلحنامہ کانسٹینس ۱۱۸۳ء لمبرڈ شہروں کی آزادی قائم کرتا ہے

اس پر شہر وینس میں ایک بڑی کانگریس جمع ہوئی اور یہاں پوپ سکندر سوئم کی موجودگی میں ایک عارضی صلح ہو گئی جو کانسٹینس پر ۱۱۸۳ء میں مستقل صلح بن گئی ۔ شہروں نے عملی طور پر اپنے تمام حقوق واپس لے لئے اور صرف شہنشاہ کی برتری اور اقتدار کو تسلیم کر لیا اور وہ بالکل آزاد ہو گئے ۔ علاوہ ازیں فریڈرک کو مجبور کیا گیا کہ وہ عاجزی کے ساتھ اُسی پوپ کو تسلیم کرے جس کی اطاعت نہ کرنے کی اُس نے قسم کھا رکھی تھی ۔ پوپ اور شہروں نے ایک مشترک معاملہ کر لیا تھا اور اسی وجہ سے اُن کو مشترک فتح بھی حاصل ہو گئی ۔

گوالفس کی طاقت کی اصلیت

اس وقت سے آئندہ زمانہ تک جو فریق شہنشاہوں کے خلاف اٹلی میں رہا اُس نے اپنا نام گوالف اختیار کر لیا ۔ یہ صرف دوسرا نام ولیف خاندان کا ہے جس نے ہوانسٹافن شہنشاہوں کو جرمنی میں بہت تکلیف پہنچائی ۔ ایک شخص ولیف نامی کو ہنری چہارم نے ۱۰۷۰ء میں بویریا کا ڈیوک بنا دیا تھا ۔ اُس کے بیٹے نے اپنی خاندانی ریاست میں ایک

Marfat.com

متمول شمالی جرمن وارثہ سے شادی کر کے اور اضافہ کرلیا تھا۔ اُس کے پوتے ہنری متکبر کی نظر اور بھی وسیع تھی اور وہ سیکسنی کے ڈیوک کا داماد ہوگیا اور اُس کی بڑی ریاست کا وارث بن گیا۔ اِس سے اُس کے وسیع مقبوضات میں اور بھی اضافہ ہوگیا اور اُس کو ہوانسٹافن[۱۵] شہنشاہوں کے نہایت طاقتور اور خوفناک باجگزاروں میں سے بنادیا۔

سیکسنی کی تقسیم اور دوسری بڑی جرمن ریاستیں

لمبرڈ شہروں کے خلاف اپنی تباہ کن مہم سے واپس آنے پر فریڈرک (سرخ ریش) نے اپنے آپ کو ہنری دی لائن (اسد) سے جو ہنری متکبر کا بیٹا تھا اور جس نے قبل جنگِ لیگنینو شہنشاہ کی امداد سے انکار کردیا تھا مبتلائے جنگ و جدل پایا۔ ہنری کو خارج الولایت کردیا اور فریڈرک نے ریاستِ سیکسنی کو تقسیم کرلیا۔ اُس کی حکمتِ عملی یہ تھی کہ قدیم ریاستوں کے چھتے بجزے کردئے جائیں کیونکہ اُس نے وضح طور پر یہ عظیم خطرہ سمجھا کہ اپنے باجگزاروں کو اتنے بڑے اضلاع جتنے کہ وہ خود رکھتا تھا انتظام کے لیئے سپرد کر دئے جائیں۔

ہوانسٹافنس اپنی طاقت کو جنوبی اٹلی میں وسعت دیتے ہیں

صلیبی مہم پر رخصت ہونے سے قبل جس میں کہ اُس نے اپنی عزیز جان سے ہاتھ دھویا، فریڈرک نے اپنے بیٹے ہنری ششم کو اٹلی کا بادشاہ بنادیا۔ علاوہ ازیں ہوانسٹافن طاقت کو جنوبی اٹلی پر وسعت دینے کی غرض سے اُسنے نوجوان ہنری اور کانسٹینس کی شادی کردی جو نیپلس اور سسلی[۱۶] کی نارمن سلطنت کی وارثہ تھی۔ اِس

۱۵؎ گبلن کے نام کی اصلیت جو اٹلی میں شہنشاہ کے وفاداروں کا نام تھا معلوم نہیں ہے۔ یہ شاید ویبلنگ سے نکلا ہے جو ہوانسٹافن شہنشاہوں کے قلعہ کا نام ہے۔ مؤلف۔

۱۶؎ قسمت آزما نارمنوں کی توجہ جنوبی اٹلی کی طرف گیارہویں صدی کی ابتدا میں منعطف ہوگئی تھی کیونکہ اُن میں سے بعض اشخاص نے جو اِدھر اُدھر پھرتے پھراتے وہاں پہنچگئے تھے مقامی مخالف شہزادوں سے اپنے موافق جنگ و جدل کرنے کے عمدہ مواقع دیکھے۔ غارتگروں اور لٹیروں کی بجائے وہ وہاں جلد حکمراں قوم بن گئے۔ انہوں نے اپنی فتوحات کو اصل سرزمین سے (دیکھو صفحہ آئندہ)

Marfat.com

طرح جرمنی اور اٹلی کو ایک ہی سردار کے ماتحت رکھنے کی بیکار کوشش جاری رہی۔ اِس کی وجہ سے پوپ سے اور نئے جھگڑے پیدا ہوگئے جو نیپلس اور سِسلی کے فیوڈل آقا بن گئے تھے اور نتیجہ ہوا ہوانسٹافن خاندان کی تباہی نکلا۔

ہنری ششم
۱۱۹۰ تا ۱۱۹۷ء

ہنری ششم کا مختصر عہد مشکلات سے پُر تھا جن سے وہ نبرد آزما ہوا اور اُنپر غالب آیا۔ ہنری اسد جو گوالف کا سردار تھا اور جس نے فریڈرک سے عہد وپیمان کرلیا تھا کہ وہ جرمنی کی سرزمین میں قدم نہ رکھے گا اپنی قسم کو توڑ کر جرمنی واپس آیا اور علم بغاوت بلند کیا۔ یہ بغاوت ابھی فرو ہی ہوئی تھی اور گوالف فرقہ کچھ عرصہ کے لئے محکوم ہوا ہی تھا کہ ہنری ششم کو جانب جنوب اپنی سلطنت سسلی کو دشمنوں کے پنجہ سے چھڑانے کے لئے

اُسکی مشکلات اٹلی اور جرمنی میں

کوچ کرنا پڑا۔ وہاں ایک نارمن کاونٹ جس کا نام ٹینکریڈ تھا جرمن دعویدار کے خلاف ایک قومی بغاوت کا سرگروہ بنا ہوا تھا۔ پوپ نے جو سسلی کو اپنی فیف (جاگیر) سمجھتا تھا شہنشاہ کی نارمن رعایا کو اُن کے حلفِ وفاداری سے بری کردیا تھا۔ علاوہ ازیں رچرڈ شیر دل شاہ انگلستان اپنے سفر بیت المقدس کے رستہ میں وہاں اتر پڑا اور اُس نے ٹینکریڈ کا ساتھ دیا۔

ہنری ششم کی مہم اٹلی بالکل تباہ کن ثابت ہوئی۔ اُس کی ملکہ کو ٹینکریڈ کے لوگوں نے گرفتار کرلیا اُس کی فوج بیماری سے بہت زیادہ تباہ ہوئی اور ہنری اسد کا بیٹا جس کو اُس نے بطور ضامن وکفیل کے رکھ چھوڑا تھا فرار ہوگیا۔ جب اُس نے جرمنی کی سرزمین پر دوبارہ قدم

(بقیہ صفحہ ۱۸۴) سسلی تک وسعت دی اور ۱۱۳۰ء میں انہوں نے تمام جنوبی اٹلی کو متحد کرکے ایک علیحدہ سلطنت قائم کردی۔ پوپوں نے اپنی سلطنت کی سرحدوں پر اِس نئی اور مضبوط طاقت کے قیام میں نہایت دلچسپ حصہ لیا۔ انہوں نے اِس روز افزوں سلطنت پر اقتدار رکھنے کے لئے عقلمندی کے ساتھ رابرٹ گسکرڈ کو ترغیب دی جو نارمن سرداروں میں سب سے زیادہ نامور ہے کہ وہ پوپ کو اپنا فیوڈل آقا تسلیم کرلے۔ چنانچہ ۱۰۵۹ء میں وہ نکولس دوم کا باجگزار بن گیا۔ مؤلف۔

رکھا تو اُس کی دقتوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ اُسے ایک نئی اور نہایت خوفناک بغاوت ۱۱۹۲ء سے سابقہ پڑا۔ خوش نصیبی سے رچرڈ جو اپنی صلیبی جنگ سے واپس ہو کر براہِ جرمنی خفیہ طور پر گھر جا رہا تھا اُس کے ہاتھوں میں پڑ گیا۔ اُس نے شاہ انگلستان کو گویا نفس کی حمایتی کے بطور نظر بند رکھا جب تک کہ اُس کو کثیر التعداد فدیہ نہ مل گیا جس کی وجہ سے وہ اپنے دشمنوں کے خلاف جرمنی اور اٹلی دونوں جگہ نبرد آزمائی کر سکا۔ ٹینکریڈ کی وفات نے جنوبی اٹلی میں اُسے اپنی دوبارہ سلطنت حاصل کرنے کا موقع دیدیا۔ لیکن جرمن شہزادوں کو اُس نے بیکار یہ ترغیب دینے کی کوشش کی کہ وہ جنوبی اٹلی کی سلطنت کا مستقل الحاق جرمنی سے تسلیم کر لیں یا تاج شہنشاہی کو اُس کے خاندان میں موروثی بنا دیں۔

پوپ ان نوسینٹ (معصوم) سوئم

تیس برس کی عمر میں اور تمام دنیا میں اپنی سلطنت قائم کرنے کی تجاویز کے خیال میں ہنری اٹلی میں بخار کا نشانہ بن گیا اور ہوہنسٹافن خاندان کی قسمت اپنے صغیر سن بیٹے کے ہاتوں میں چھوڑ گیا جو نامور فریڈرک دوئم ہونے والا تھا۔ جب ہنری ششم نے وفات پائی تو غالباً سب سے بڑا پوپ سینٹ پیٹر کے تخت پر جلوہ گر ہوا اور تقریباً بیس برس تک مغربی یورپ کے سیاسی معاملات پر حاوی رہا۔ کچھ عرصہ کے لئے پوپوں کی سیاسی طاقت کسی شارلمین یا کسی نپولین کی طاقت کو بھی ماند کر دیتی ہے۔ آئندہ باب میں اُس بڑے صیغہ کی کیفیت بیان کی جائے گی جہاں ان نوسینٹ سوئم ایک بادشاہ کی مانند اپنے تخت پر جلوہ آرا ہوتا تھا۔ لیکن ہم کو پہلے پوپوں اور خاندان ہوہنسٹافن کے باہمی نزاع کا ذکر جو فریڈرک دوئم کے یادگار عہد میں ہوا کرنا چاہئے۔

جرمن تخت کے دو رقیب دعویدار فلپ اوف ہوہنسٹافن اور آٹو اوف برنزوک

ہنری ششم کے انتقال کے بعد جرمنی، ہنری کے بھائی فلپ کے الفاظ میں "ایک سمندر کے مانند تھا جس میں ہر طرف سے طوفان خیز ہوائیں چل رہی تھیں"۔ بدامنی اس بلا کی تھی اور غریب جرمنی اپنے تمام حصوں میں اس قدر منقسم اور شکستہ تھی کہ دور اندیش اور فہیم لوگ یہ شک کرتے تھے کہ آئندہ یہ کبھی امن و امان اور سکون کی حالت میں ہوگی۔ فلپ نے پہلے اپنے کم سن بھتیجے کا ریجنٹ (نائب السلطنت) بننا تجویز کیا لیکن پھر بہت جلد خود شاہی حقوق اختیار کر لئے جبکہ وہ رومیوں کا بادشاہ باقاعدہ طور پر

منتخب کیا جاچکا تھا۔ لیکن کالون کے لاٹ پادری نے ایک مجلس طلب کی اور ایک رقیب بادشاہ آٹو اوف برنزوک کا انتخاب کرادیا جو ہنری اسد کا نوجوان بیٹا تھا۔

ان نوسینٹ سوم آٹو کے حق میں فیصلہ دیتا ہے

پس گوالف اور ہوانسٹافن کا قدیم نزاع از سر نو جاری ہو گیا۔ دونوں بادشاہوں نے ان نوسینٹ سوم کی امداد پر سلطنت کے نیلام کی بولی بولنی شروع کردی جو کھلم کھلا اعلان کر رہا تھا کہ معاملہ کا تصفیہ اُس کے اختیار میں ہے۔ آٹو پوپ کے لئے نہایت غیر محتاط رعایتیں کرنے کے لئے تیار تھا اور چونکہ پوپ قدرتاً ہوانسٹافن کی طاقت کو از سر نو زندہ کرنے سے خائف تھا اگر وہ فلپ کو بادشاہ تسلیم کر لیتا۔ پس اُس نے ۱۲۰۱ء میں گوالف دعویدار کے موافق معاملہ طے کر دیا۔ شکر گزار آٹو نے اُسے لکھا "میری بادشاہت خاک اور راکھ میں مل جاتی اگر آپ کے ہاتھ نے یا مقدس حواری کی کرسی کی حکومت نے ترازو کے پلڑے کو میری حمایت میں نہ جھکایا ہوتا۔" ان نوسینٹ اِس موقع پر اور نیز دیگر مواقع پر یورپ کا ثالث ظاہر ہوتا ہے۔ اُن خوفناک خانہ جنگیوں میں جو جرمنی میں واقع ہوئیں آٹو نے بتدریج اپنے تمام دوست ضائع کر دیئے۔ لیکن اُس کے رقیب کا امید افزا زمانہ بھی جلد ختم ہو گیا کیونکہ اُس کو اُس کے ایک نجی دشمن نے ۱۲۰۸ء میں قتل کر ڈالا۔ اِس پر پوپ نے ہر جرمن پادری یا شہزادہ کو مذہب عیسوی سے خارج کرنے کی دھمکی دی اگر وہ آٹو کی مدد نہ کرے۔ اگلے سال آٹو روما کو تاجپوشی کے لئے گیا لیکن اُس نے اٹلی میں شہنشاہ بنکر پوپ کو اپنا دشمن کر لیا۔ اُس نے فریڈرک کی سسلی کی سلطنت پر بھی جو ہنری ششم کا بیٹا تھا اور پوپ کی سرپرستی میں تھا حملہ کیا۔

ان نوسینٹ سوم مغربی یورپ کا ثالث

لہٰذا ان نوسینٹ نے آٹو کو معزول کر دیا اور کہا کہ "اُس کو اُس میں دھوکا ہوا جیسا کہ خود خدا کو سال میں ایک مرتبہ دھوکا ہوا تھا"۔ اُس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ نوجوان فریڈرک شہنشاہ بنا دیا جائے لیکن اُس نے بڑی احتیاطیں کیں تاکہ وہ پوپ کا اندیشہ ناک دشمن نہ بن جائے جیسا کہ اُس کے باپ اور دادا رہے تھے۔ جب فریڈرک ۱۲۱۲ء میں بادشاہ منتخب کیا گیا اُس نے وہ تمام وعدے کر لئے جو ان نوسینٹ نے کرانے چاہے۔

Marfat.com

انگلستان کا جان، پوپ کا باجگزار بنتا ہے

جب پوپ سلطنتِ عظمیٰ کے معاملات کی رہنمائی کر رہا تھا اُس نے دوسرے ممالک میں بھی خصوصاً انگلستان میں اپنی طاقت کے اظہار سے بے پروائی نہیں کی۔ کینٹربری کے راہبوں نے ۱۲۰۵ء میں ایک لاٹ پادری کو انتخاب کرنے کی جرات جو انکا ایبٹ بھی تھا اپنے بادشاہ جان کے شوریٰ کے بغیر کی تھی۔ اُن کے منتخب شدہ لاٹ پادری نے روما کا سفر کیا تاکہ وہ پوپ کی منظوری حاصل کرلے۔ ادھر غضبناک جان نے راہبوں کو مجبور کیا کہ وہ دوسرا انتخاب کریں اور اُس کے خزانچی کو لاٹ پادری بنا دیں۔ پس اِن نوسینٹ نے اُن دونوں منتخب شدہ اشخاص کو نامنظور کر دیا اور کینٹربری سے راہبوں کا ایک نیا وفد طلب کیا اور اُن کو حکم دیا کہ وہ اسٹفین لینگٹن کو جو قابل آدمی تھا منتخب کریں۔ اس پر جان نے غصہ ہو کر کینٹربری کے راہبوں کو سلطنت سے خارج کر دیا۔ اِن نوسینٹ نے اِس کے جواب میں انگلستان کو خارج از مذہب کر دیا یعنی اُسنے پادریوں کو حکم دیا کہ وہ تمام گرجاؤں کو بند کر دیں اور تمام عام نمازوں کی تعطیل کر دیں اور یہ بات اُس زمانہ کے لوگوں کے لئے نہایت مصیبت دہ تھی۔ جان کو مذہب عیسوی سے خارج کیا گیا اور پوپ نے یہ دھمکی دی کہ اگر بادشاہ اُس کی خواہشات کے مطابق کام نہ کریگا تو وہ اُسے معزول کر دیگا اور اُس کا تاج شاہی فرانس کے فلپ آگسٹس کو دیدیگا۔ جب فلپ نے انگلستان کی فتح کے لئے فوج جمع کی تو جان نے عاجزانہ طور پر پوپ کی اطاعت ۱۲۱۳ء میں قبول کرلی۔ اُس نے یہاں تک کیا کہ انگلستان کو اِن نوسینٹ سوم کے حوالہ کر دیا اور بطور جاگیر اُس کو اُس سے واپس لے لیا اور اِس طرح وہ پوپ کا باجگزار بن گیا۔ اُس نے روما کو سالانہ خراج بھی روانہ کرنے کا اقرار کر لیا۔

چوتھی لیٹرن کونسل ۱۲۱۵ء

اِن نوسینٹ چند ناکامیوں کے باوجود اپنے تمام حرص و طمع کے مقاصد کو حاصل کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ شہنشاہ فریڈرک دوئم اُس کی سرپرستی میں تھا اور شاہ سسلی کی حیثیت سے اُس کا مسلمہ باجگزار تھا اور یہی حال انگلستان کے بادشاہ کا تھا۔ اُس نے نہ صرف زبانی طور پر کہا بلکہ عملی طور پر مختلف ممالکِ یورپ کے اہم سیاسی معاملات میں اپنی مداخلت کا حق قائم رکھا۔ ۱۲۱۵ء میں ایک عظیم الشان بین الاقوامی کانگریس (چوتھی لیٹرن کونسل) اُس کے شاہی

محل میں منعقد ہوئی۔ اِس میں سیکڑوں پادری، اُسقف اور بادشاہوں اور شہزادوں اور شہروں کے نمائندے شامل ہوئے۔ اُس کے فرامین کلیسا کی بدعنوانیوں اور بد دینی کی ترقی کے خلاف تھے۔ اور یہ دونوں صورتیں پادریوں کی جماعت کی طاقت کو نقصان پہنچانے والی تھیں۔ اِس کونسل نے فریڈرک دوئم کی تخت نشینی کو منظور کیا اور ایک مرتبہ پھر بالکلیہ بزنام آٹو کو خارج از مذہب کر دیا۔

اِن نوسینٹ سوئم کی وفات ۱۲۱۶ء میں شہنشاہ فریڈرک دوئم (۱۲۱۵ء۔ ۱۲۵۰ء)

اگلے سال اِن نوسینٹ سوئم کا انتقال ہو گیا اور اپنے جانشینوں کے لئے فریڈرک دوئم کی شکل میں ایک مصیبت کا ورثہ چھوڑ گیا۔ وہ پہلے پوپ کی سرپرستی میں تھا اور اب پوپ کی اطاعت کے لئے آمادہ نہ تھا۔ اسکی تعلیم و تربیت سسلی میں ہوئی تھی اور عربوں کی شائستگی کا اُس پر بہت اثر پڑا تھا جو وہاں مروج تھی۔ وہ اُس زمانہ کی مسلمہ باتوں کی بھی تردید کرتا ہے چنانچہ اُس کے مخالفین کہتے تھے کہ وہ عیسائی بھی نہیں ہے اور وہ یہ بھی کہتا تھا کہ حضرات موسیٰ و عیسیٰ و محمدؐ (خاک بدہانم) اسب کے سب مصنوعی نبی تھے۔ وہ تنگ نظر تھا، اُس کا سر صاف تھا اور چہرہ مہرہ کے لحاظ سے بہت معمولی شخص تھا لیکن اُس نے اپنی سلطنت سسلی کے نظم و نسق میں نہایت غیر معمولی طاقت اور قابلیت کا اظہار کیا۔ جس کے ساتھ اُسے جرمنی کی نسبت زیادہ دلچسپی تھی۔ اُس نے اپنی جنوبی سلطنت کے لئے ایک مکمل ضابطہ قوانین تیار کیا اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے سب سے پہلی زمانہ حال کی باقاعدہ سلطنت کی بنیاد رکھی جس میں بادشاہ کو بلا تعرض برتری اور فوقیت حاصل تھی۔

پوپوں کے ساتھ اُس کا سخت نزاع

ہم پوپوں کے ساتھ اُس کے طویل نزاع کی عجیب و غریب اور منہمک کر دینے والی حکایت بیان کرنے کے لئے قیام کرنا نہیں چاہتے۔ انہوں نے فوراً یہ احساس کر لیا کہ وہ اُن کے جنوب میں ایک طاقتور سلطنت قائم کرنا چاہتا ہے اور لمبرڈ شہروں پر اس طریقہ سے اپنے اقتدار کو وسعت دینا چاہتا ہے کہ پوپ کے مقبوضات ایک قفس میں بند ہو جائیں انہوں نے یہ بھی محسوس کر لیا کہ ایسا کبھی نہ ہونا چاہئے۔ تقریباً ہر تدبیر جو فریڈرک نے اختیار کی اُن کو مشتبہ معلوم ہوئی اور انہوں نے اُس کی مخالفت کی اور حتی المقدور کوشش کی کہ اُسے اور اُس کے خاندان

کو تباہ و برباد کردیں۔

فریڈرک یروشلم کا بادشاہ تسلیم کیا گیا

کلیسا کے سردار کے ساتھ جو نزاع ہوا اُس میں اُس کا موقع کامیابی اس وعدہ سے نہایت متاثر ہوا جو اُس نے اِن نوسینٹ سوم کی وفات سے قبل ایک صلیبی جنگ پر جانے کے لئے کیا تھا۔ وہ اپنے ناتمناہی سرکوں میں اس قدر مصروف تھا کہ وہ اس مہم کو برابر ملتوی کرتا رہا باوجودیکہ پوپوں نے اُس کو برابر نصیحت کی یہاں تک کہ آخر کار پوپ نے بے صبر ہو کر اُس کو خارج از مذہب کر دیا۔ جب وہ مذہب سے خارج ہو گیا تو مشرق کی طرف روانہ ہوا۔ اُسے نہایت شاندار کامیابی ہوئی اور ایک مرتبہ پھر یروشلم یعنی بیت المقدس کو عیسائیوں کے ہاتھوں میں لے آیا اور خود یروشلم کا بادشاہ بن گیا۔

ہوانستانفنس کی طاقت کا سلب ہونا

لیکن فریڈرک کے طرزِ عمل سے پوپ ناخوش ہوتے رہے شہنشاہ پر سنجیدہ کونسلوں میں لعنت ملامت کی گئی اور بالآخر پوپوں نے جرمنی میں مخالف بادشاہ کھڑے کرنے شروع کر دیے تاکہ وہ فریڈرک کے قائم مقام ہو جائیں جس کو انہوں نے معزول کر دیا تھا۔ فریڈرک کی وفات (۱۲۵۰ء) کے چند سال بعد تک اُس کے بیٹوں نے سسلی میں اپنی سلطنت قائم رکھی۔ لیکن آخر کار انہوں نے فرانسیسی افواج کے سامنے ہتھیار ڈال دیے جو سینٹ لوئی کے بھائی یعنی چارلس اوف آنژو کی سرداری میں حملہ آور ہوئی تھیں اور جسکو پوپ نے ہوانستافن جنوبی سلطنت بخشدی تھی۔

فریڈرک کی وفات سے قرونِ وسطیٰ کی سلطنت عظمیٰ کا خاتمہ ہوتا ہے

فریڈرک کی وفات کے ساتھ قرونِ وسطیٰ کی سلطنت عظمیٰ کا بھی، یوں کہنا چاہیے، خاتمہ ہو گیا۔ یہ سچ ہے کہ فسٹ لا (یعنی زور و طاقت کا قانون) کے بعد جیسا کہ جرمن اُس کو کہتے ہیں ایک نیا بادشاہ روڈولف جو خاندان ہیپسبرگ سے تھا ۱۲۷۳ء میں جرمنی میں منتخب کیا گیا۔ جرمن بادشاہ اپنے آپ کو شہنشاہ کہتے رہے۔ لیکن کسی نے بھی روما جانے اور پوپ سے تاجپوشی کرانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ اٹلی کی مملکت کو دوبارہ فتح کرنے کے لئے پھر کوئی جان توڑ کوشش نہیں کی گئی جس کے لئے اٹو اعظم، فریڈرک باربروسا

اور اُس کا بیٹا اور پوتا اس قدر قربانیاں کر چکے تھے۔ جرمنی ناقابلِ اتحاد طریقہ پر منقسم ہو گئی تھی اور اُس کا بادشاہ کوئی واقعی بادشاہ نہ تھا۔ نہ اُس کا کوئی دارالحکومت تھا اور نہ وہ منظم اور باقاعدہ سلطنت تھی۔

جرمنی اور اٹلی کی تقسیم چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستوں میں

تیرہویں صدی کے اواسط تک یہ صاف اور روشن ہو گیا تھا کہ نہ تو جرمنی نہ اٹلی، انگلستان اور فرانس کی طرح ایک علیحدہ مضبوط سلطنت ہو سکتی ہیں۔ جرمنی کے نقشہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کثیر التعداد ریاستیں، کاؤنٹیاں، گرجائیں اور ایبے وغیرہ موجود ہیں اور آزاد شہر بھی ہیں جن میں سے ہر ایک اپنی عملی آزادی کا دعویدار ہے اور کمزور بادشاہ اور شہنشاہ سے بے تعلق ہے۔

شمالی اٹلی میں ہر شہر جس میں وہ ضلع بھی شامل تھا جو اُس کی دیواروں کے ارد گرد تھا ایک خود مختار ریاست بن گیا تھا اور اپنے ہمسایوں سے وہی اتحاد و ارتباط رکھتا تھا جیسا کہ خود مختار سلطنتوں سے اٹلی کے شہروں کی قسمت میں چودھویں اور پندرہویں صدیوں کے درمیان ہماری موجودہ تہذیب و شائستگی کا مرز بوم ہونا لکھا تھا۔ وینس اور فلارنس باوجود اپنی چھوٹی جسامت کے یورپ کی نہایت اہم سلطنتوں میں شمار ہونے لگے تھے۔ جزیرہ نمائے اٹلی کے درمیانی حصہ میں پوپ کم و بیش اپنے مقبوضات پر قابض رہا۔ لیکن وہ اکثر اپنی سلطنت کے شہروں کو اپنے بس میں نہ رکھ سکا۔ جنوب کی جانب نیپلس کچھ عرصہ تک فرانسیسی خاندان کے قبضہ میں رہا جسکو پوپ نے دعوت دی تھی لیکن سسلی اسپین کے قبضہ میں چلا گیا۔

باب پانزدہم

صلیبی محاربات

عہدِ وسطیٰ کے تمام واقعات میں صلیبی لڑائیاں نہایت عجیب وغریب اور دلفریب ہیں۔ اور یہ وہ قسمت آزما مہمات ہیں جو شام پر کی گئیں۔ اور جو بادشاہوں اور بہادر فوجی سرداروں نے بیت المقدس کو کافر ترکوں سے مستقل طور پر آزاد کرانے کے لئے کیں۔ بارہویں اور تیرہویں صدیوں میں ہر نسل نے کم از کم صلیبی جنگجویوں کی ایک عظیم فوج مغرب کے تمام ممالک سے جمع ہوتی ہوئی اور مشرق کو روانہ ہوتی ہوئی دیکھی۔ ہر سال زائرین کے چھوٹے چھوٹے جرگوں کو یا صلیب کے اِکّے دُکّے سپاہیوں کو رخصت ہوتے ہوئے لوگ دیکھتے تھے۔ دو سو برس تک ہر درجہ اور ہر حیثیت کے یورپین اصحاب کا ایک لگاتار دریائے ذخّار مغربی ایشیا کی طرف بہ رہا تھا۔ اگر وہ سفر کی بے شمار زحمتوں سے زندہ رہجاتے تھے تو وہ یا تو اس دور دراز ملک میں آباد ہو جاتے تھے اور تجارت یا جنگ میں مصروف ہو جاتے تھے یا گھر واپس چلے جاتے تھے اور نئے لوگوں کے قصے اور اُن کی صناعی اور عیش و عشرت کے فسانے جو مغرب میں معدوم تھے اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

صلیبی لڑائیوں کی اہمیت کو غلو سے بیان کرنے کی قدرتی ترغیب

صلیبی محاربات کے بارہ میں ہمارے ذرائع معلومات اس قدر بکثرت ہیں اور اس قدر دلچسپ واقعات سے پُر ہیں کہ اکثر مصنفین کو ان مہمات کے لئے اپنی کتابوں میں زیادہ جگہ دینے کی ترغیب ہوئی حالانکہ وہ دراصل اپنے نتائج کے لحاظ سے اس قدر جگہ کی مستحق نہیں ہیں۔ بہرحال یہ لڑائیاں بھی صرف اُن غیر ملکی مہمات میں شامل ہیں جنکو وقتاً فوقتاً یورپین اقوام کرتی رہی ہیں۔ بلاشبہ مغرب پر اُن کا اثر بہت زبردست

ہوا جیسا کہ آیندہ انگریزوں سے ہندوستان کے مفتوح ہونے کا اور امریکہ کے نوآباد ہونے کا اثر پڑا لیکن مشرق کی لڑائیوں کی تفصیل مشکل سے مغربی یورپ کی تاریخ سے تعلق رکھتی ہے۔

بیت المقدس کو پہلے عربوں نے اور بعد ازاں ترکوں نے فتح کیا

ساتویں صدی میں عربوں نے حضرت محمدؐ کی وفات کے فوراً بعد ملک شام کو فتح کر لیا تھا اور یروشلم کا مقدس شہر کافروں کے ہاتھوں میں پڑ گیا تھا۔ تاہم عرب اُن مقدس مقامات کا احترام کرنے میں جن کا تعلق حضرت عیسیٰؑ کی زندگی سے تھا عیسائیوں کے شریک تھے۔ اور عام طور پر عیسائی زائرین کو جو وہاں پہنچ جاتے تھے اجازت تھی کہ وہ بلا روک ٹوک عبادت کریں لیکن ایک نئی اور زیادہ اکھڑ قوم (سلجوق ترک) کی آمد پر گیارہویں صدی میں زائرین نے سخت تکالیف کی خبریں گھر پہنچانی شروع کیں۔ علاوہ ازیں مشرقی شہنشاہ کو ترکوں نے ۱۰۷۱ء میں شکست دی تھی اور وہ ایشیائے کوچک پر قابض ہو گئے تھے۔ ترکوں کا قلعہ نیسیا پر قابض رہنا جو قسطنطنیہ کے مدمقابل دوسرے کنارہ پر تھا واقعی مشرقی سلطنت کے لیئے ایک مستقل خطرہ تھا۔ جب طاقتور شہنشاہ ایلکزیس (۱۰۸۱ء - ۱۱۱۸ء) تخت نشین ہوا تو اُس نے کافروں کو خارج کرنے کی کوشش کی۔ یہ دیکھکر کہ یہ کام اُس کے بل بوتہ کا نہیں ہے اُس نے دنیائے عیسائیت کے

مشرقی شہنشاہ پوپ سے کافر ترکوں کے خلاف امداد کی التجا کرتا ہے

سردار اربن دوئم سے امداد کی التجا کی۔ پہلا بڑا جوش صلیبی جنگجویوں کو اربن کی طلبی سے پیدا ہوا جس کا اعلان ایک مشہور کونسل میں کیا گیا تھا جو ۱۰۹۵ء میں بمقام کلرمانٹ فرانس میں منعقد ہوئی تھی۔

اربن دوئم پہلی صلیبی لڑائی کے لئے کلرمانٹ کی کونسل میں طلبی کا اعلان کرتا ہے۔ ۱۰۹۵ء

ایک خطبۂ صدارت میں جس نے ایسے حیرت انگیز فوری نتائج پیدا کر دیئے جس کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں پائی جاتی پوپ نے فوجی سرداروں اور ہر درجہ کے پیدل سپاہیوں سے باصرار کہا کہ اپنے عیسائی بھائیوں کو خانہ جنگی میں قتل کرنے کے خراب کام سے دست کش ہو جائیں اور اس کی بجائے اپنے ہم مذہبوں کی امداد کے لیئے مشرق کی طرف روانہ ہوں۔ ورنہ فاتح ترک اگر اُن کی روک تھام نہ کی گئی تو وہ اپنی حکومت خدا کے وفادار خادمین پر اور زیادہ

Marfat.com

وسیع کرینگے۔" ہمارے شافع محشر کے مقدس مقبرہ کو جس پر نجس اقوام نے قبضہ کرلیا ہے اور اُن متبرک مقامات کو جن کو وہ بے توقیری سے خراب اور ناپاک کر رہے ہیں اور حقارت سے دیکھ رہے ہیں خصوصاً تم سے آزاد کرنے کے لئے باصرار کہا جاتا ہے۔" اربن نے یہ بھی کہا کہ فرانس اپنی تمام آبادی کی ضروریات کو مہیا نہیں کرسکتا اور مقدس سرزمین میں بکثرت دودھ اور شہد ہے۔" بیت المقدس کی شاہراہ پر روانہ ہو جاؤ۔ شریر قوم سے وہ مقدس سرزمین چھین لو اور اُس کو اپنے قبضہ میں کرلو۔" جب پوپ نے اپنا خطبہ ختم کرلیا تو حاضرین نے باتفاق بآواز بلند کہا "یہی خدا کی مرضی ہے۔" پوپ نے کہا کہ یہی جملہ صلیبی جنگجویوں کا رشعار بنا جاتا ہے۔ اُن کو ایک صلیب سینہ پر لٹکانے کے لئے ملتی تھی جب وہ روانہ ہوتے تھے اور جب وہ واپس آتے تھے تو اُن کی پشت پر لٹکتی تھی جو اُن کے مقدس کام کی متبرک علامت تھی۔

صلیبی جنگجویوں کے اصلی مقاصد قرونِ وسطیٰ کے مذہبی جوش اور سادگی مذہب کے نہایت عجیب و غریب نمونوں کے لئے صلیبی لڑائیوں کو عام طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ لڑائیاں بہت سے مختلف قسم کے لوگوں کو مرغوب خاطر معلوم ہوئیں۔ صرف متقی، بہادر اور قسمت آزما طبقہ کے لوگ ہی ادھر متوجہ ہوئے تھے۔ ملک شام بے صبر اور حریص امیروں کے لئے یہ ترغیب دے رہا تھا کہ شاید مشرق میں وہ ایک ریاست قائم کرسکیں اور اُن تجارت پیشہ لوگوں کو اپنی طرف بلا رہا تھا جو نئے مواقع کی تلاش میں سرگرداں رہا کرتے ہیں اور نیز اُن بے چین لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا جو گھر کی ذمہ داریوں سے بچنا چاہتے تھے۔ اُس کی دلفریب کشش سے مجرم بھی اچھوتے نہ رہے جو اس غرض سے فوج میں بھرتی ہوگئے کہ اُن کو اُن کے گزشتہ کردار کے بُرے نتائج نہ بھگتنے پڑیں۔ یہ بھی قابل الذکر ہے کہ اربن نے اُن لوگوں کو خاص توجہ دلائی جو "اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں کے خلاف لڑ رہے تھے" اور اُن سے باصرار کہا "جو غارت گر اور لیٹرے تھے" "اب وہ حضرت عیسیٰ کے سپاہی بن جائیں۔" بہت سے صلیبی جنگجویوں کے طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ پوپ کی آواز اس طبقہ کے لوگوں میں زیادہ باثر ثابت ہوئی۔ لیکن قسمت آزمائی کی شوق

اور فتوحات کی امید سے بڑھکر بھی کچھ خیالات تھے جنہوں نے بہت سے لوگوں کو مشرق کا رُخ اختیار کرنے کے لئے مجبور کیا۔ بلاشبہ کثیر التعداد اشخاص یروشلم کو "صرف مذہبی جوش کی وجہ سے گئے اور کسی عزت یا نفع کی خاطر نہیں گئے" اور اُن کا خاص مقصد بیت المقدس کو کافروں کے ہاتھ سے چھڑانا تھا۔

صلیبی جنگجویوں کے حقوق

پوپ نے گنہگاروں سے وعدہ کیا کہ یہ سفر خود گناہوں سے تائب ہونے کی برابر ہے۔ دیندار صلیبی جنگجو کو دیندار مسلم کی طرح یقین کامل تھا کہ اگر وہ اس مقدس جنگ میں ہلاک ہوگا تو سیدھا بہشت میں داخل ہوجائے گا۔ بعدازاں کلیسا نے اپنے غیر معمولی اختیارات سے کام لیا جو ہمارے نزدیک تجارتی معاہدوں میں بیجا مداخلت تھی۔ اُس نے اُن لوگوں کو جو خلوص نیت سے اس سفر کو اختیار کریں اُن کے قرضوں پر سود کی معافی دیدی۔ اور یہ بھی اُن کو اجازت دیدی کہ وہ اپنی جائداد کو فیوڈل آقاؤں کی مرضی کے خلاف رہن کردیں۔ صلیبی جنگجویوں کی بیوی، بچے اور جائداد کلیسا کی فوری حفاظت میں آجاتی تھی اور جو انہیں ستاتا تھا اُس کو خارج المذہب کردیا جاتا تھا۔ یہ مختلف امور اس مہم عظیم کی بڑی ہردلعزیزی کو ظاہر کرتے ہیں جو پہلی نظر میں صرف سختیوں اور ناامیدیوں کا ہجوم معلوم ہوتی ہے۔

پیٹر دی ہرمٹ (نقیہ) اور اُسکی فوج

کلرمانٹ کی کونسل ماہ نومبر میں منعقد ہوئی تھی۔ موسم بہار (۱۰۹۶ء) سے قبل اُن لوگوں نے جنہوں نے صلیبی جنگ کا وعظ کرنا شروع کیا تھا اور سب سے بڑھکر مشہور پیٹر دی ہرمٹ (نقیہ) نے جس کو بیشتر تمام صلیبی تحریک کی ابتدا کا فخر حاصل ہو چکا تھا فرانس میں اور دریائے رہائن کے برابر عوام الناس کی ایک غیرمعمولی فوج فراہم کرلی تھی۔ کاشتکار، صناع، خانہ بدوش، اور عورتیں اور بچے تک بھی صلیبی جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے جو سب کے سب مذہبی جوش سے سرشار تھے اور بیت المقدس کو جو دو ہزار میل کے فاصلہ پر تھا آزاد کرانے کے لئے تُلے ہوئے تھے۔ اُن کو کامل یقین تھا کہ حضرت مسیح سفر کی تھکانے والی منزلوں میں اُنکا ساتھ دینگے اور کافروں پر اُن کو فوراً فتح دیں گے۔ یہ فوج چند رسالوں میں بہ ماتحتی پیٹر (نقیہ)

اور بالڈوی پینی لیس (قلاش) اور دیگر حقیر سرداران فوج کی رہنمائی میں روانہ ہوئی۔ بہت سے صلیبی جنگجویوں کو اہل ہنگری نے اس وجہ سے قتل کر ڈالا کہ اس مختلف الاقوام مجمع کی لوٹ اور غارتگری سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اُن میں سے کچھ نیسیا تک پہنچے لیکن اُن کو ترکوں نے ذبح کر ڈالا۔ یہ صرف ایک مثال بڑے پیمانہ پر اُس حالت کی ہے جو بدستور تقریباً ایک صدی تک اس پہلی عظیم تباہی کے بعد بھی جاری رہی۔ منفرد زائرین اور قسمت آزما لوگ اس کوشش میں کہ وہ مقدس سرزمین تک پہنچ جائیں ہر قسم کی مصیبت، گرسنگی، غلامی، بیماری اور موت کے برابر شکار ہوتے رہے۔

پہلی صلیبی جنگ ۱۰۹۶ء

لیکن صلیبی لڑائیوں کے زمانۂ دراز کے بڑے اشخاص، پیٹر فقیہ کے ادنیٰ درجہ کے توابعین میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ فوجی سردار ہیں جو اپنی زرہ بکتروں میں نظر آتے ہیں۔ کلرمانٹ پر طلبی جاری ہونے کے ایک سال بعد جنگجو اشخاص کی بڑی فوجیں مغرب میں امرا کی سرگردہی میں جمع ہوئیں پوپ اُن کی تعداد تین لاکھ بتلاتا ہے۔ مختلف رسالوں میں سے جو قسطنطنیہ پر اکٹھے ہونیوالے تھے حسب ذیل دستۂ افواج نہایت اہم تھے:۔ وہ رضاکار جو پروونس میں جمع ہوئے اور پوپ کے نمائندے اور نیز کاونٹ ریمنڈ اوف ٹولوس کی ماتحتی میں روانہ ہوئے؛ باشندگانِ جرمنی خصوصاً لورین کے باشندے بہ ماتحتی گوڈفری اوف بولن اور اُس کے بھائی بالڈون جو یروشلم کے فرمانروا مقرر ہو چکے تھے اور آخر میں جنوبی اٹلی کے نارمنوں اور فرانسیسیوں کی فوج بہ سرداری بوہمنڈ اور ٹینکریڈ۔

نامور سرداران فوج جنکا ذکر کیا جا چکا ہے حقیقی فوجوں کے دراصل کمانڈر نہ تھے۔ ہر صلیبی جنگجو نے جداگانہ مہم کی تھی اور وہ کسی شخص کے حکم کی تعمیل اُس وقت تک کرتا تھا جب تک وہ ایسا کرنا پسند کرے۔ فوجی سرداران اور سپاہی قدرتی طور پر زیادہ ممتاز رہنماؤں کے گرد جمع ہوگئے اور وہ اپنے سرداروں کے بدل دینے کا اپنے آپ کو مختار سمجھتے تھے۔ سرداران بھی اپنے خاص فوائد کا زیادہ لحاظ رکھتے تھے اور مہم کی بہتری پر اپنے آپ کو قربان کر دینے کی طرف اُن کی کم توجہ تھی۔

Marfat.com

یونانیوں اور صلیبی جنگجوؤں میں مخالفت

قسطنطنیہ میں صلیبی جنگجوؤں کی آمد پر یہ بات بالکل واضح ہوگئی تھی کہ وہ یونانیوں سے بھی اتنے ہی بعید تھے جتنے کہ ترکوں سے اور کسی بات میں بھی اُن سے مشابہ نہ تھے۔ شہنشاہ ایلکزیس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ گاڈفری کی فوج پر حملہ کرے جو اُس کے دار الحکومت کی حوالی میں خیمہ زن تھی۔ کیونکہ اُس کے سردار نے اُس کے فیوڈل احترام کرنے کے حلف اُٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔ شہنشاہ کی لڑکی نے اپنی اُس وقت کی عمدہ تاریخ میں صلیبی جنگجوؤں کے ظالمانہ طرز عمل کی تصویر کا بُرا رُخ دکھلایا ہے۔ برخلاف اس کے وہ یونانیوں کو دغاباز، بزدل اور دروغ گو کہتے ہیں۔

مشرقی شہنشاہ نے اپنے مغربی اتحادیوں کے ذریعے سے ایشیائے کوچک کو دوبارہ فتح کرنے اور ترکوں کو پسپا کرنے کی اُمید کی تھی۔ برخلاف اس کے نامور سرداران فوج نے جو اپنے لیے شہنشاہ کی پہلی مملکت میں ریاستیں بنانے کا خواب دیکھ رہے تھے اُن پر فاتحانہ حق کی رو سے حکومت کرنا تجویز کر رکھا تھا۔ بعد ازاں ہم یونانیوں اور مغربی عیسائیوں کو شرمناک طریقہ پر مسلمانوں کے ساتھ متحد ہو کر ایک دوسرے کے خلاف لشکر آراء دیکھتے ہیں۔ ترکوں کے مشرقی اور مغربی دشمنوں کے تعلقات اس امر سے بخوبی واضح ہو گئے جب کہ صلیبی جنگجوؤں نے اُن کے پہلے شہر نیسیا کا محاصرہ کیا۔ جب یہ شہر اطاعت کے لیے تیار تھا تو یونانیوں نے دشمنوں سے یہ باہم طے کر لیا کہ پہلے اُن کی فوجیں شہر میں داخل ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے مغربی اتحادیوں کے خلاف شہر کے دروازے بند کر دیئے اور اُن سے کہا کہ یہاں سے آگے بڑھ چلو۔

صلیبی جنگجوؤں کے سرداروں میں نااتفاقی

پہلے حقیقی اتحادی جن سے صلیبی جنگجوؤں کو مدد پہنچی عیسائی اہل آرمینیہ تھے جنہوں نے انکی امداد ایشیائے کوچک میں سخت کوچ کرنے کے بعد کی تھی۔ اُن کی استعانت سے بالڈون ایڈیسہ پر قابض ہو گیا اور بعد ازاں اُس کا شہزادہ بن گیا۔ صلیبی جنگجوؤں کی بڑی تعداد کو سرداروں نے یہ ترغیب دی کہ وہ فی الحال یروشلم کی چڑھائی کو ملتوی کر دیں اور ایک سال متواتر اہم شہر انطاکیہ کو حاصل کرنے میں صرف کیا گیا۔ اس کے

بعد خصوصاً نارمن بوہمینڈ، اور کاؤنٹ اوف ٹولوس کے درمیان اس بارہ میں کہ مفتوحہ شہر پر کون قابض ہو ایک سخت ہنگامہ برپا ہوگیا۔ دونوں جوانب کے نہایت خراب طرز عمل کے بعد بوہمینڈ زیادہ کامیاب ہوا اور ریمنڈ اپنے لئے سواحل سمندر پر طرابلس کے قریب ایک علیحدہ ریاست فتح کرنے کے کام میں مصروف ہوگیا۔

یروشلم پر قبضہ

سنہ ۱۰۹۹ء کے موسم بہار میں تقریباً بیس ہزار بہادروں نے آخر کار یروشلم پر حملہ کیا۔ انہوں نے ایسے ملک کے درمیان جہاں آب ودانہ کچھ نہ تھا اور نہ ایسا سامان تھا جو شہر پر قبضہ کرنے کے لئے کام میں لایا جاسکے شہر کی فصیلوں کو خوب مستحکم پایا۔ جافہ پر جینوا سے کچھ جہاز بروقت آگئے جنہوں نے محاصرہ کرنے والوں کو سامان رسد بہم پہنچا دیا اور تمام دقتوں کے باوجود شہر پر دو ماہ کے بعد قبضہ ہوگیا۔ صلیبی جنگجویوں نے اپنی معمولی خون آشامی کے ساتھ باشندگان شہر کو بے دریغ ذبح کیا۔ گوڈفری اوف بولن یروشلم کا فرمانروا منتخب کیا گیا اور اس نے یہ عاجزانہ لقب "محافظ بیت المقدس" اختیار کیا۔ وہ جلد فوت ہوگیا اور اس کا جانشین اس کا بھائی بالڈون ہوا جس نے اڈیسہ سنہ ۱۱۰۰ء میں چھوڑا تاکہ سلطنت یروشلم کی حدود کو وسعت دینے کا کام انجام دے۔

شام میں لاطینی سلطنتوں کا قائم ہونا

یہ امر واضح ہوگیا ہوگا کہ فرنگیوں نے جیسا کہ مسلمان تمام مغربی اقوام کو کہتے ہیں چار ریاستوں کے مرکز قائم کرلئے تھے۔ یہ حسب ذیل تھے: اڈیسہ، انطاکیہ، طرابلس کے گرد و پیش کا ملک جس کو ریمنڈ نے فتح کیا تھا اور یروشلم کی سلطنت۔ آخر الذکر کو بالڈون نے بہت جلد وسعت دی جس کو وینس اور جینوا کے جہازرانوں سے بہت مدد ملی۔ وہ سڈن، ایکرا اور دیگر سواحلی شہروں پر قابض ہونے میں کامیاب ہوا۔

ان عیسائی فتوحات کی خبریں بہت جلد مغرب میں پہنچیں اور سنہ ۱۱۰۱ء میں نئے صلیبی جنگجو ہزاروں کی تعداد میں مشرق کو روانہ ہوئے جن میں سے بہت سے یا تو مر گئے یا ایشیائے کوچک کو پار کرتے ہوئے منتشر ہوگئے اور بہت کم اپنی منزل مقصود پر پہنچے۔ لہٰذا اصلی فاتحین کو مسلمانوں کے خلاف ملک پر قبضہ رکھنا پڑا اور اپنی فتوحات کا نظم و نسق جس طرح ان سے ہوسکا انکو کرنا پڑا۔

بحیرۂ روم کے مشرقی سواحل پر فرنیک کا مستقل قبضہ اُن نوآبادیوں کی طاقت پر منحصر تھا جنکو اُن کے مختلف شہزادوں نے قائم کیا تھا - یہ معلوم کرنا ممکن ہے کہ مغرب کے کس قدر زائرین نے نئی لاطینی ریاستوں میں اپنا مستقل گھر بنالیا تھا - دراصل اُن لوگوں کی زیادہ تعداد جو فلسطین گئے بیت المقدس پر دو زانو ہو کر جھکنے کا اپنا پورا عہد کر کے واپس آ گئی تھی - تاہم کچھ تعداد ایسے سپاہیوں کی ضرور موجود تھی جن پر شہزادے اعتماد کر سکتے تھے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ ہوں اور وہیں قیام کرلیں - علاوہ ازیں ترک ایک دوسرے سے لڑنے میں اس قدر مصروف تھے کہ انہوں نے توقع سے بہت کم مستعدی فرنگیوں کو اس مختصر مملکت سے جو تقریباً ۵۰۰ میل طویل اور ۵۰ میل عریض تھی خارج کرنے میں ظاہر کی، جس کو انہوں نے فتح کر لیا تھا -

ہسپتال والے

صلیبی جنگ کی تحریک کا ایک عمدہ نتیجہ چند عجیب جنگی فرقوں کا قیام تھا - ہسپتال والے، معبد والے، اور ٹیوٹن سرداران، جن میں اُس زمانہ کی سب سے بڑی دلچسپیاں راہب اور سپاہی کی متفقہ طور پر پائی جاتی تھیں، جنگی فرقے پیدا ہو گئے - ایک شخص دو فرقوں میں بھی ہو سکتا تھا، سردار فوج اپنی زرہ بکتر پر راہب کی ٹوپی پہن سکتا تھا - ہسپتال والے، راہبوں کی ایک جماعت سے پیدا ہوئے جو پہلی صلیبی جنگ سے پیشتر غریب اور بیمار زائرین کی امداد کیا کرتے تھے - بعد ازاں اس جماعت نے شریف سرداران فوج کو بھی اُس کا رکن بنانا منظور کر لیا اور یہ ایک جنگی جماعت ہو گئی لیکن اس نے بیماروں کی خبر گیری بدستور جاری رکھی - اس خیراتی جماعت نے ابتدائی خانقاہوں کی مانند مغربی یورپ میں فیاضانہ عطیاتِ اراضی حاصل کئے اور خود مقدس سرزمین میں بہت سی محفوظ خانقاہیں تعمیر کیں اور اُن کی نگرانی کرتی رہی - تیرہویں صدی میں ملک شام کو خالی کرنے کے بعد ہسپتال والوں نے اپنا صدر مقام جزیرۂ رہوڈس اور بعد ازاں مالٹا کو بنا لیا - یہ فرقہ اب تک موجود ہے اور اب تک یہ بات قابلِ فخر سمجھی جاتی ہے کہ کسی شخص کو اس کا نشان یعنی مالٹا کی صلیب پہننا نصیب ہو جائے -

قبل اس کے کہ ہسپتال والے جنگی فرقے میں محسوب ہونے شروع ہوئے، فرانسیسی سرداران

Marfat.com

فوج کے ایک چھوٹے دستہ نے ۱۱۱۹ء میں ایک جماعت بنالی جس کا کام یہ تھا کہ زائرین کی حفاظت اُن کے سفر یروشلم میں کافروں کے حملوں کے خلاف کیجائے۔ اُن کو پہلے معبد حضرت سلیمانؑ کے موقع پر یروشلم کے شاہی محل میں رہنے کے لئے جگہ دی گئی۔

معبد والے

پس اس رعایت سے اُن کا نام معبد والے مشہور ہوگیا اور انہوں نے اس کی عظمت کو بہت ترقی دی۔ کلیسا نے بڑے جوش کے ساتھ "معبد کے غریب سپاہیوں" کو خوش آمدید کہا وہ ایک سفید چغہ پہنتے تھے اور سرخ صلیب اُس پر لٹکاتے تھے۔ اور بہت سخت قوانین خانقاہ کے پابند تھے جن کی وجہ سے اُن سے اطاعت "ناداری اور تجردی کا حلف اٹھوایا جاتا تھا۔ اس فرقہ کی شہرت تمام یورپ میں پھیل گئی اور نہایت معزز اشخاص یہاں تک کہ ڈیوک اور شہزادے دنیا کو ترک کرنے پر رضامند ہوگئے اور حضرت مسیحؑ کی خدمت کرنے کے لئے اُن کے سیاہ اور سفید جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے۔

یہ فرقہ ابتدا ہی سے امرا کا تھا چنانچہ یہ بہت جلد ناقابل یقین طور پر متمول اور خود مختار ہوگیا۔ اس کے جمع کنندگان دولت یورپ کے تمام حصوں میں تھے جو "خیرات" کو جمع کرکے آقائے اعظم کے پاس یروشلم روانہ کردیتے تھے۔ اس فرقہ کو جاگیریں، گرجا اور شہر اور نیز کثیر التعداد دولت بھی دیجاتی تھی۔ ایراگان کے بادشاہ نے اپنی تہائی سلطنت اس فرقہ کو عطا کرنے کی تجویز کی۔ پوپ نے معبد والوں پر حقوق کی بوچھار کردی۔ اُن کو ٹیکس اور عشر سے مستثنیٰ کردیا اور اُن کو اپنے فوری حدود اختیار میں شامل کرلیا۔ اُن کو فیوڈل عہد و پیمان سے بری کردیا اور پادریوں کو ممانعت کردی کہ وہ اُن کو خارج المذہب نہ کریں۔

معبد والوں کے فرقہ کی بدقوتی

یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے اگر وہ گستاخ بن گئے اور شہزادوں اور پادریوں کی نفرت اور حسد کا شکار بن گئے۔ یہاں تک کہ انوسینٹ سوم نے بھی اُنکو اس بات پر سخت ملامت کی کہ انہوں نے اپنے زمرہ میں شریر النفس اشخاص کو بھی شامل کرلیا تھا اور وہ اپنے شمول کے بعد پادریوں کے جملہ حقوق سے محظوظ و مستفیض ہوتے تھے۔ چودھویں

صدی کی ابتدا میں پوپ اور فلپ دی فیر (حسین) شاہ فرانس کی متفقہ کوششوں سے اِس فرقہ کا افسوسناک خاتمہ ہوگیا۔ اُس کے ممبران پر نہایت نفرت انگیز الزامات قائم کئے گئے مثلاً بے دینی، بت پرستی اور حضرت عیسیٰ اور اُن کے مذہب کی باقاعدہ توہین۔ بہت سے ممتاز معبد والے بے دینی کے الزام پر جلا دیئے گئے اور دیگر اشخاص تنگ و تاریک قید خانوں میں سڑ کر مر گئے۔ یہ فرقہ موقوف کر دیا گیا اور اُس کی جائداد ضبط کر لی گئی۔

ٹیوٹن سرداران فوج اہل پروشیا کو فتح کرتے ہیں

رہا تیسرا بڑا فرقہ یعنی ٹیوٹن سرداران فوج کا۔ اُن کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ انہوں نے صلیبی لڑائیوں کے ختم ہونے کے بعد قدیم مذہب کے پیروان اہل پروشیا کو فتح کر لیا۔ بحیرۂ بالٹک کے سواحل پر اُن کی کوششوں سے ایک نئی عیسائی سلطنت قائم ہوگئی جس میں کونز برگ اور ڈینز برگ دو بڑے شہر آباد ہو گئے۔

دوسری صلیبی جنگ

پہلی صلیبی جنگ کے وعظ کے پچاس سال بعد اڈیسہ کے فتح ہونے سے (۱۱۴۴ء) جو مشرق میں عیسائیوں کا ایک سرحدی مقام تھا دوسری بڑی مہم پیدا ہوئی۔ اِس کا اہتمام سینٹ برناڈ نے کیا جو اپنی بے نظیر فصاحت سے رضاکاروں کو صلیب اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہوا اِدھر اُدھر پھرتا تھا۔ جنگ کے ایک خونخوار راگ میں اُس نے معبد والے سردارانِ فوج کی حمایت طلب کی۔ وہ عیسائی جو جہاد میں کافر کو قتل کرے یقیناً اس کا صلہ پائے گا اور اگر وہ خود قتل ہو جائے تو اور بھی زیادہ یقین ہے کہ وہ اس کا اجر پائیگا۔ کافروں کی موت میں عیسائیوں کی نیکنامی ہے کیونکہ خود حضرت عیسیٰ اس بات سے خوش ہوتے ہیں۔ شاہِ فرانس خوشی سے صلیب اُٹھانے کے لئے تیار ہوگیا لیکن شہنشاہ کانرڈ سوئم اُس وقت تک راضی نہ ہوا جب تک کہ خود سینٹ برناڈ نے اُسکے سامنے وعظ نہ کیا اور محشر کے احوال کی ہو بہو تصویر اُس کے سامنے نہ کھینچ دی۔

کبھی قلاکم ممتاز نگر دتوں کے بارہ میں مورخ آٹو اوف فریزنگ لکھتا ہے کہ اِس قدر لٹیرے اور چوروں نے صلیب اٹھانے میں عجلت کی کہ ہر شخص اپنے جوش میں اُسکو خدا کا ہاتھ سمجھا۔ سینٹ برناڈ نے خود بھی جو اِس مہم کا بانی مبانی تھا "عیسیٰ کے سپاہیوں" کی نہایت بچی کیفیت درج کی ہے "اُس

بیشمار انبوہ میں تم بجز نہایت شریر النفس اور توہینِ مذہب کرنے والوں اقاتوں، لیٹروں اور دروغگویوں کے اور لوگ کم دیکھو گے جن کا یہاں سے چلا جانا دو فائدوں سے خالی نہیں ہے۔ یورپ تو اُن کے دفع ہونے سے خوش ہے اور فلسطین اُن کے آنے سے خوش ہے۔ وہ دونوں حالتوں میں کار آمد ہیں۔ یہاں سے اُن کی عدم موجودگی اور وہاں پر اُن کی حاضری ضروری ہے"۔ صلیبی جنگجویوں کی قسمت اور اُن کی نقل و حرکت کا بیان کرنا بالکل غیر ضروری ہے۔ یہ کہنا کافی ہے کہ فوجی نقطۂ خیال سے دوسری صلیبی جنگ ایک نہایت تکلیف دہ ناکامی ثابت ہوئی۔

تیسری صلیبی جنگ | چالیس برس بعد ۱۱۸۷ء میں یروشلم پر سلطان صلاح الدین کا قبضہ ہو گیا جو تمام مسلمان حکمرانوں میں نہایت ممتاز اور دلیر تھا۔ بیت المقدس کے نقصان سے مقدس سرزمین کی تمام فوجی مہمات میں نہایت مشہور مہم کا آغاز ہوا جس میں فریڈرک (سُرخ ریش) انگلستان کا بادشاہ رچرڈ شیر دل اور اُس کا سیاسی رقیب شاہ فرانس فلپ آگسٹس یہ سب شریک ہوئے۔ اس مہم کی حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ بعض عیسائی رہنما ایک دوسرے سے کافی اور دلی نفرت رکھتے تھے لیکن عیسائی اور مسلمان باہم ایک دوسرے کی عزت و احترام کرنے لگے تھے۔ ہم کو دونوں مخالف مذہبوں کے نمائندوں میں نہایت شریفانہ تعلقات کی مثالیں ملتی ہیں۔ ۱۱۹۲ء میں رچرڈ نے صلاح الدین سے صلح کر لی جس کی شرائط کی رو سے عیسائی زائرین کے لئے مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے مواقع پر آرام و حفاظت کی ذمہ داری کی گئی تھی۔

چوتھی اور اُس کے بعد کی صلیبی لڑائیاں | تیرہویں صدی میں صلیبی جنگجویوں نے اپنی مہمات کا رُخ مسلمانوں کی مرکزی طاقت یعنی مصر کی طرف بدل دیا۔ ان میں سے سب سے پہلی مہم نے ایک غیر معمولی طریقہ پر اپنا رُخ بدلا اور اس کے باعث اہلِ وینس ہوئے جنہوں نے قسطنطنیہ کو اپنے نفع کی خاطر مفتوح کرنے کی ترغیب دی۔ فریڈرک دوم اور سینٹ لوئی کی آیندہ مہموں کے بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ یروشلم ہمیشہ کے لئے ۱۲۴۴ء میں ہاتھ سے جاتا رہا تھا اور اگرچہ شہر کو دوبارہ حاصل کرنے کے امکان پر بہت غور و خوض کیا گیا لیکن تیرہویں صدی کے اختتام سے پیشتر ہی صلیبی لڑائیوں

Marfat.com

گویا خاتمہ ہوگیا تھا۔

تجار ان اٹلی کی بستیاں کم از کم ایک طبقہ کے لئے مقدس سرزمین بڑی اور مستقل دلفریبیوں کا باعث تھی یعنی اٹلی کے سوداگروں کے لئے خصوصاً سوداگران جینوا، وینس وپیسا کے لئے اُن کی ابتدائی دلچسپی کے باعث اور جہازوں سے فراہمی سامان رسد کی بدولت مقدس سرزمین کی فتح ممکن ہوگئی تھی۔ یہ سوداگر ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ اُن کو اُن کی خدمات کا کافی صلہ مل چکا ہے یا نہیں۔ جب وہ کسی شہر کے کامیاب محاصرہ میں مدد دیتے تھے وہ اس بات کا انتظام کرتے تھے کہ اُن کو ایک خاص محلہ اُس مفتوحہ مقام کا دیدیا جائے جہاں کہ وہ اپنی اشیائے تجارت فروخت کرسکیں، اُن کی کشتیاں بن سکیں، اور جہاں گرجا بھی ہو الغرض وہ سب باتیں جو اُن کی تجارت کے مستقل مرکز کے لئے ضروری ہوں ہونی چاہئیں۔ یہ محلہ یا ضلع اُسی شہر کا ہوجاتا تھا جسکے باشندگان یہ سوداگر ہوتے تھے۔ یروشلم کی سلطنت میں وینس نے اپنے گورنروں کو اُن محلوں میں رہنے کے لئے بھیجا جو تاجروں کو دی دیے گئے تھے۔ مارسیلس کو بھی یروشلم میں خودمختار اور آزاد موقع دیا گیا تھا اور جینوا کو اُس کا حصہ طرابلس کی ریاست میں دیا گیا تھا۔

مشرقی عیش وعشرت یورپ میں داخل ہوتی ہے اس نئی تجارت کا نہایت اہم اثر مغرب کو مشرق کے ساتھ مستقل تعلقات سے وابستہ کرنا تھا۔ مشرقی پیداوار ہندوستان اور دیگر مقامات سے ریشم، مصالحے، عنبر، مشک، موتی اور ہاتھی دانت، مسلمان جانب شرق سے فلسطین اور شام کے تجارتی شہروں میں لاتے تھے۔ یہ اشیاء پھر اٹلی کے سوداگروں کے ذریعہ فرانس اور جرمنی میں پہنچتی تھیں جو عیش وعشرت کے خیالات کو پیدا کرتی تھیں اور جس کا اب تک نیم وحشی فرنگیس کو خواب وخیال بھی نہ تھا۔

صلیبی لڑائیوں کے نتائج اس بہت مختصر کیفیت سے بھی صلیبی لڑائیوں کے بعض نتائج مغربی یورپ پر پہلے ہی سے منکشف ہوگئے ہونگے۔ ہزاروں، لاکھوں فرانسیسیوں، جرمنوں اور انگریزوں نے خشکی اور تری کی راہ سے مشرق کی طرف سفر کیا۔ اُن میں سے اکثر چھوٹے چھوٹے مواضعات یا قلعہ جات کے رہنے والے تھے جہاں کہ وہ دنیائے اعظم کے بارہ میں بجز اس کے کہ اُن کے دیسی گاؤں یا

صوبہ کی کہاں تک حدود تہیں کچہ نہ معلوم کر سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو یکایک بڑے شہروں میں پایا۔ اور اجنبی لوگوں اور غیر مانوس رواجات کو دیکھا۔ اس سے اُن کی قوت متخیلہ پر اثر پڑا اور وہ نئے خیالات اپنے ساتھ گھر لیگئے۔ صلیبی جنگ نے ایک آزاد تعلیم کی قائم مقامی کی۔ صلیبی جنگجو اُن لوگوں سے دوچار ہوئے جو اُن سے زیادہ جانتے تھے سب سے بڑھکر اہل عرب سے۔ اور اپنے ساتھ عیش و عشرت اور آرام کے نئے خیالات لائے۔

لیکن یہ اندازہ کرنے میں کہ مغرب صلیبی لڑائیوں کا کس قدر مرہون منت ہے یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ نئی چیزوں میں سے اکثر شام پر لشکرکشی بغیر بھی قسطنطنیہ کے ذریعے سے یا سسلی اور اسپین کے عربوں کے ذریعے سے حاصل ہو جاتیں۔ علاوہ ازیں بارہویں اور تیرہویں صدیوں میں یورپ کے شہر تیزی کے ساتھ ترقی کر رہے تھے۔ تجارت اور مصنوعات وسیع ہوتی جارہی تہیں اور یونیورسٹیاں یا جامعہ، قائم ہو رہی تھیں۔ یہ فرض کرنا مہمل ہوگا کہ صلیبی لڑائیوں کے بغیر یہ ترقی وقوع پذیر نہ ہوتی۔ پس ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ دور دراز کی مہمات سے اور اجنبی اور زیادہ بہتر مہذب لوگوں کے ارتباط سے اس سے زیادہ اور کچہ نہوا کہ اُس ترقی میں جو ارین کے یادگار خطبۂ صدارت مقام کلرمانٹ سے پیشتر بھی محسوس ہو رہی تھی اور سرعت پیدا ہو گئی۔

باب شانزدہم

عہدِ وسطیٰ کی کلیسا کا عروج

پچھلے صفحات میں کلیسا اور پادریوں کا متواتر ذکر کرنا کچھ ضروری سا ہوگیا ہے۔ درحقیقت اُن کے ذکر کے بغیر قرونِ وسطیٰ کی تاریخ قریب قریب صفر کے برابر ہے کیونکہ کلیسا بغیر تشبیہہ کے اُس زمانہ کا نہایت اہم شعبۂ زندگی تھی اور اُس کے افسران تقریباً ہر بڑے کام کے روح و رواں تھے۔ ابتدائی ابواب میں کلیسا اور اُس کے سردار پوپ کی ترقی پر تبصرہ کیا جاچکا ہے اور نیز راہبوں کے کام پر بھی جب وہ یورپ میں پھیل گئے نظر ڈالی گئی ہے۔ اب ہم کو قرونِ وسطیٰ کی کلیسا پر ایک مکمل صیغہ کی حیثیت سے جب کہ اُس کی طاقت بارہویں اور تیرہویں صدیوں میں کمال عروج پر تھی غور کرنا چاہئے۔

وہ طریقے جن کے لحاظ سے قرونِ وسطیٰ کی کلیسا موجودہ زمانہ کی کلیساؤں سے مختلف ہے

ہم پیشتر ہی اس امر کا بکثرت ثبوت مشاہدہ کرچکے ہیں کہ قرونِ وسطیٰ کی کلیسا موجودہ زمانہ کی کلیساؤں سے بہت مختلف تھی خواہ وہ کیتھولک ہوں یا پروٹیسٹنٹ۔

(۱) سب سے پہلے ہر شخص کو اُس سے تعلق رکھنا ضرور تھا جس طرح سے کہ آج کل ہم کو کسی نہ کسی سلطنت سے ضرور تعلق رکھنا پڑتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ کوئی شخص کلیسا کے اندر نہیں پیدا ہوتا تھا لیکن اُس کو معمولی طور پر قبل اس کے کہ وہ اس معاملہ میں کوئی رائے قائم کرنے کے قابل ہو اصطباغ دیدیا جاتا تھا۔ تمام مغربی یورپ ایک واحد مذہبی جماعت تھا جس سے بغاوت کرنا ایک جرم تھا۔ کلیسا کی اطاعت سے انکار کرنا یا اُس کی تعلیمات اور

قرونِ وسطیٰ کی کلیسا کا ممبر ہونا لازمی تھا

اُس کے حکم پر اعتراض کرنا خدا سے سرکشی کرنا سمجھا جاتا تھا اور اُس کو سزائے موت دیجاتی تھی۔

کلیسا کا تمول

(۲) قرونِ وسطیٰ کی کلیسا آجکل کی کلیساؤں کی طرح اُس کے ممبروں کے بخوشی چندوں کی آمدنی پر گزر نہیں کرتی تھی۔ علاوہ اپنے وسیع قطعاتِ اراضی کی مالگزاری اور مختلف قسم کی فیس کے اُس کو ایک باقاعدہ ٹیکس کی بھی آمدنی تھی جس کو عشر کہتے تھے۔ جن لوگوں کو یہ ادا

عُشر

کرنا ہوتا تھا اُن سے یہ جبر وصول کیا جاتا تھا جسطرح کہ آجکل ہم سب کو حکومت کے ٹیکسوں کو ادا کرنا پڑتا ہے۔

کلیسا کی مشابہت سلطنت سے

علاوہ ازیں یہ ظاہر ہے کہ قرونِ وسطیٰ کی کلیسا صرف ایک مذہبی جماعت ہی نہ تھی جیسی کہ آجکل کی کلیسائیں ہیں۔ بے شک یہ گرجاؤں کو وظائف دیتی تھی اور نمازیں پڑھانے کا انتظام کرتی تھی اور روحانی زندگی پیدا کرتی تھی۔ لیکن یہ اس سے بھی بڑھکر کام کرتی تھی۔ ایک لحاظ سے یہ ایک سلطنت کی مانند تھی کیونکہ یہ اپنا مکمل آئین[۱] جداگانہ رکھتی تھی اور اس کی خود عدالتیں بہت سے ایسے مقدمات طے کرتی تھیں جو آج کل کی ہماری معمولی عدالتیں[۲] طے کرتی ہیں۔ اس کے زیرِ نگرانی جیل خانے بھی تھے جہاں کہ یہ مجرموں کو عمر بھر رہنے کی سزا دے سکتی تھی۔

---

[۱] آئین کلیسا کینن لا کے نام سے مشہور تھا۔ اس کو بہت سے جامعوں (یونیورسٹیوں) میں پڑھاتے تھے اور بہت سے وکلاء اس کے ذریعہ سے روٹی کماتے تھے۔ اس کی بنیاد نیسیا کی کونسل سے آیندہ زمانہ کی کونسلوں تک کلیسا کی مختلف کونسلوں کے قوانین پر تھی اور سب سے بڑھکر پوپوں کے فرامین اور فیصلوں پر تھی۔

[۲] ان روحانی عدالتوں کے کام کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ کلیسا اُن تمام مقدمات کو طے کرنے کا دعویٰ کرتی تھی جس میں کوئی پادری فریق ہو یا جس کا تعلق کلیسا سے ہو یا اس کی خاص حفاظت میں ہو مثلاً راہب، طلاب علمی جنگجو، بیوائیں، یتیم بچے اور بیکس اشخاص۔ اس کے بعد وہ تمام مقدمات جس میں رسومات کلیسا یا ممنوعات کلیسا کی بحث ہو معمولی طور پر کلیسا کی عدالتوں سے فیصل ہوتے تھے مثلاً جن کا تعلق شادی، وصیت، حلفی معاہدوں، سود، توہین مذہب، جادوگری، بیدینی وغیرہ سے ہوتا تھا۔ مؤلف۔

کلیسا کے نظام کی یکتائی

کلیسا نہ صرف سلطنت کی خدمات ادا کرتی تھی بلکہ اس کا نظام بھی سلطنت کی مانند تھا۔ آجکل کے پروٹیسٹینٹ پادریوں کے برعکس قرونِ وسطیٰ کے یورپ کی تمام مذہبی اور پادریوں کی جماعتیں ایک بڑے سردار کی ماتحت تھیں جو کلیسا کے ہر عہدہ دار کے لئے قانون وضع کرتا تھا اور اُن کی نگرانی کرتا تھا جہاں کہیں وہ ہوتے تھے خواہ وہ اٹلی میں ہوں، یا جرمنی میں، اسپین میں ہوں یا آئرلینڈ میں۔ تمام کلیسا کی ایک سرکاری زبان لاطینی تھی جس میں تمام مراسلات ہوتی تھی اور جس میں ہر جگہ اُس کی نمازیں پڑھائی جاتی تھیں۔

قرونِ وسطیٰ کی کلیسا اپنے اندازِ حکومت کے لحاظ سے ایک شخصی سلطنت تھی

لہٰذا قرونِ وسطیٰ کی کلیسا اپنے اندازِ حکومت کے لحاظ سے بجا طور پر شخصی سلطنت کہی جا سکتی ہے۔ پوپ اُس کا طاقتور اور مطلق العنان سردار تھا اور اُس کی شخصیت میں تمام روحانی اور انتظامی اختیارات مجتمع تھے۔ وہ اعلیٰ اور فایق مقنن تھا۔ کلیسا کی کوئی کونسل خواہ کیسا ہی کوئی معاملہ اہم اور عظیم ہو اُس کی مرضی کے خلاف قانون وضع نہیں کرسکتی تھی کیونکہ اُس کے فرامین پوپ کی منظوری کے بغیر جائز قرار نہیں دئے جا سکتے تھے۔

کسی قاعدہ کو پسِ پشت ڈال دینے کی اجازت

علاوہ ازیں پوپ کو اختیار تھا کہ کلیسا کے کسی قانون کو منسوخ کردے یا اُس سے بازگشت کرے خواہ وہ کتنا ہی قدیم ہو بشرطیکہ مقدس کتابوں میں اُس کا صریح حکم نہ ہو یا قدرت ایسا کرنے کے لئے مجبور نہ کرتی ہو۔ وہ وجوہاتِ مناسب کی بنا پر تمام انسانی قوانین میں مستثنیات کرسکتا تھا مثلاً چچازاد بھائی بہنوں کو شادی کرنے کی اجازت دے سکتا تھا یا کسی راہب کو اُس کے حلفی وعدوں سے بری کرسکتا تھا۔ یہ مستثنیات کسی قاعدہ کو پس پشت ڈالدینے کے نام سے موسوم تھیں۔

پوپ دنیائے عیسائیت کا سب سے بڑا قاضی القضاۃ تھا

پوپ نہ صرف اعلیٰ واضعِ قانون تھا بلکہ وہ قاضی القضاۃ بھی تھا۔ یہ سچ ہے جیسا کہ ایک نامور قانون داں نے لکھا ہے کہ تمام مغربی یورپ ایک آخری عدالت یعنی روما کے پوپ کی عدالت کا ماتحت تھا۔ ہر شخص خواہ وہ پادری ہو یا غیر پادری اور یورپ کے کسی حصّہ میں ہو قریب قریب تمام مقدمات کے فیصلے کے لئے خواہ وہ سماعت کے کسی

درجہ پر یوں اُس سے رجوع کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس طریقہ میں بہت سے نقائص تھے۔ اگر کوئی مقدمہ اڈنبرا یا کالون سے روما پہنچایا جاتا تھا تو سخت نقصان کا احتمال تھا کیونکہ جہاں واقعات بخوبی معلوم ہوں وہاں مقدمہ خوب فیصل ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں متمول اشخاص ہمیشہ نفع میں رہتے تھے کیونکہ صرف وہی اتنی دور دراز عدالت میں مقدمہ دائر کرنے کی حیثیت رکھتے تھے۔

تمام پادریوں پر پوپ کا اقتدار

پادریوں پر پوپ کا اقتدار تمام دنیائے عیسائیت میں پھیلا ہوا تھا اور چند طریقوں سے اُس کو محفوظ بنا رکھا تھا۔ کوئی نیا منتخب شدہ لاٹ پادری اپنے عہدہ کے کسی فرض کو ادا کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا تاوقتیکہ وہ پوپ کی اطاعت اور وفاداری کا حلف نہ اُٹھائے اور اُس سے لاٹ پادری کے عہدہ کی پیٹی نہ حاصل کرے۔ یہ اُون کی ایک پتلی دھجی ہوتی تھی جس کو سینٹ اگنیس مقام روما کی راہب عورتیں بُنتی تھیں۔ پادریوں اور ایبٹوں کو بھی اپنے اپنے انتخاب کی منظوری پوپ سے حاصل کرنی پڑتی تھی۔ وہ یہ بھی حق رکھتا تھا کہ کلیسا کے عہدہ داروں کے بیشمار متنازعہ انتخابات کا تصفیہ کر دے۔ اُس کو یہ بھی اختیار تھا کہ وہ دونوں مخالف امیدواروں کو برطرف کر دے اور اُس عہدہ کو کسی دوسرے کو دیدے جیسا کہ انوسینٹ سوم نے کینٹربری کے راہبوں کو مجبور کیا تھا کہ وہ اسٹیفن لینگٹن کو منتخب کریں۔

گریگری ہفتم کے زمانہ سے پوپ نے اپنی مرضی پر پادریوں کے عزل و تبدیل کے حق کا ادعا کرنا شروع کر دیا تھا۔ روما کا اقتدار عیسائی کلیسا کے تمام حصص یورپ میں پیغام رسانوں کے تقرر سے اور بھی زیادہ ہو گیا۔ یہ پوپ کے سفرا بڑے بڑے اختیارات سے مسلح ہوتے تھے۔ اُن کے سخت برتاؤ سے پادریوں اور فرمانرواؤں کو اکثر غصہ آجاتا تھا لیکن آخر کار انہیں پوپ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑتا تھا مثلاً سفیر پنیڈلف نے جان شاہ انگلستان کی تمام رعایا کو خود اُس کی موجودگی میں بڑی شان کے ساتھ حلف وفاداری سے بری کر دیا تھا۔

روما کی عدالت

پوپ نے تمام مغربی دُنیا پر حکومت کرنے کا کام اختیار کیا تھا لہذا قدرتی طور پر

Marfat.com

یہ بھی لازمی ہو گیا کہ روما میں ایک بڑی جماعت افسران مقرر کی جائے جو مختلف قسم کے کاموں کو انجام دے اور کثیر التعداد قانونی دستاویزات[1] کو تیار کرے اور روانہ کرے۔ کارڈنل پادری اور پوپ کے افسران پوپ کی عدالت کے افراد ہوتے تھے۔

پوپ کی آمدنی کے ذرائع اپنی گورنمنٹ کو چلانے اور شاہی محل اور ملازمین کے اخراجات کو برداشت کرنے کے لئے پوپ کو بڑی آمدنی کی ضرورت تھی۔ یہ آمدنی اس نے مختلف ذرائع سے حاصل کی۔ ان لوگوں سے بھاری فیس وصول کی جاتی تھی جو اس کے فیصلہ کے لئے اس کی عدالت میں مقدمات لاتے تھے۔ لاٹ پادریوں سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ اپنے اعلام عہدہ حاصل کرنے پر زر کثیر دیں گے اور پادریوں اور راہبوں سے ان کی منظوری تقرر کے وقت ان سے روپیہ لیا جاتا تھا۔ تیرھویں صدی میں یورپ کی بہت سی گرجاؤں پر پوپ نے خود بہت سے پادری مقرر کئے اور رواجاً اس سال وہ نصف آمدنی ان سے وصول کرتا تھا۔ چند صدیوں تک قبل اس کے کہ پروٹیسٹنٹ مذہب کے پیروان نے آخر کار پوپ کی اطاعت سے انحراف کیا، پادری اور غیر پادری دونوں کی طرف سے یہ عام شکایت تھی کہ روما کی عدالت نے جو ٹیکس اور فیس قائم کر رکھی ہے وہ بہت زیادہ ہے۔

لاٹ پادری کلیسا کے سردار کے بعد لاٹ پادریوں کا نمبر تھا۔ ایک لاٹ پادری ایسا پادری ہوتا تھا جس کی طاقت خود اسکی گرجا اور اس کی اراضی کے باہر تک وسیع ہوتی تھی اور جو تمام پادریوں پر جو اس کے صوبہ میں ہوں ایک قسم کا اقتدار رکھتا تھا۔ لاٹ پادری کے خاص حقوق میں سے یہ بھی تھا کہ وہ اپنے صوبہ کے تمام پادریوں کو ایک صوبہ کی کونسل میں جمع ہونے کے لئے طلب کر سکتا تھا۔ اس کی عدالت میں پادریوں کی عدالتوں سے اپیل دائر ہوتے تھے۔ تاہم لاٹ

---

[1] پوپ کے بہت سے فرامین، فیصلہ جات اور احکام کو اس مہر کی بنا پر جو ان پر لگائی جاتی تھی بُلس (گوسالہ) کہتے تھے

(مؤلف)

پادری سوائے اپنے خطابی امتیاز اور اس امر کے کہ وہ عام طور پر کسی نہ کسی بڑے شہر میں رہتا تھا اور وہ اکثر اپنا وسیع سیاسی اقتدار رکھتا تھا۔ بحیثیت ایک کلیسا کے عہدہ دار کے دوسرے پادریوں سے بہت زیادہ طاقتور نہ ہوتا تھا۔

اُسقفون کی اہمیت

قرونِ وسطیٰ کی کوئی جماعت غالباً اس قدر اہم نہیں ہے کہ جس کی حیثیت کا حال سمجھنا ایسا ضروری ہو جیسا کہ پادریوں کے عہدوں کا۔ وہ حواریوں کے جانشین سمجھے جاتے تھے جن کے اختیارات الہامی تھے اور اُن کو منتقل کر دیے گئے تھے۔ وہ اپنی اپنی گرجاؤں میں ہمہ گیر کلیسا کے نمائندے تھے اور وہ اپنے بڑے بھائی روما کے پادری کی ماتحتی میں تھے جو ایک خاص الخاص اور بڑے حواری کا جانشین تھا۔ اُن کے عہدہ کی علامت عصائے صلیبی اور خاص ٹوپی سے ہر شخص واقف ہے۔ ہر اُسقف اپنی گرجا رکھتا تھا جو کیتھڈرل (بڑی گرجا) کہلاتی تھی اور اُس کے علاقہ کی دوسری گرجاؤں سے خوبصورتی اور وسعت میں فوقیت رکھتی تھی۔

ایک اُسقف کی خدمات

صرف ایک اُسقف ہی جماعت پادریان میں نئے ممبر داخل کر سکتا تھا یا پُرانے ممبروں کو خارج کر سکتا تھا۔ صرف وہی گرجاؤں کو مقدس بنا سکتا تھا یا بادشاہ کے سر پر تیل ڈال سکتا تھا۔ صرف وہی کسی ممبر کے داخلہ کی منظوری کی رسم کو ادا کر سکتا تھا اگرچہ بحیثیت ایک پادری کے وہ دوسری رسومات بھی ادا کرنے کا مستحق تھا۔ اپنی محض مذہبی خدمات کے علاوہ وہ اپنے علاقہ کے تمام پادریوں اور نیز راہبوں کا بھی نگرانِ حال رہتا تھا۔ وہ عدالت بھی کرتا تھا جہاں کہ مختلف قسم کے مقدمات فیصل ہوتے تھے۔ اگر وہ محتاط پادری ہوتا تھا تو وہ اپنے علاقہ میں دورہ کرتا تھا اور محتاج خانوں کی گرجاؤں کا معائنہ کرتا تھا اور خانقاہوں کو دیکھتا تھا اس خیال سے کہ پادری اپنی خدمات بجا لاتے ہیں یا نہیں اور راہبوں کا برتاؤ مناسب ہے یا نہیں۔

اُسقفوں کے دنیاوی فرائض

علاوہ اپنے علاقہ کے پادریوں کی نگرانی کے یہ بھی اُسقف کا کام تھا کہ وہ آراضیات اور دیگر مقبوضات کی دیکھ بھال کرتا رہے جو گرجاؤں سے متعلق ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں اُس کو وہ خدمات بھی ادا کرنی ہوتی تھیں جو بادشاہ (خصوصاً جرمنی میں) اُس کی تفویض

میں دیدیتا تھا اور وہ مشیرانِ شاہ میں زیادہ اہم سمجھا جاتا تھا۔ نیز اُسقف عموماً ایک فیوڈل آقا ہوتا تھا اور وہ تمام خدمات جو اس منصب سے متعلق تھیں اُس کو ادا کرنی ہوتی تھیں۔ وہ باجگزار اور ماتحت باجگزار بھی رکھتا تھا اور اکثر خود بھی نہ صرف بادشاہ بلکہ کسی قرب وجوار کے امیر کا باجگزار ہوتا تھا جب کوئی اُسقف کے رجسٹروں کو دیکھے تو وہ یہ مشکل سے کہہ سکتا ہے کہ وہ 'سب سے مقدم' پادری کی حیثیت سے رہتا تھا یا فیوڈل آقا کی حیثیت رکھتا تھا۔ مختصر یہ کہ اُسقف کی خدمات اُسی قدر کثرت سے ہیں جسقدر کہ قرونِ وسطیٰ کی خود کلیسا کی تھیں۔

اُسقفوں کا انتخاب

گریگری ہفتم کی اصلاحات نے اُسقف کے انتخاب کو بڑی گرجا کے چیپٹروں کے ہاتھ میں دیدیا تھا یعنی اُس جماعت پادریان کے ہاتھ میں جن کا تعلق اُس بڑی گرجا سے ہوتا تھا۔ تاہم اس سے بادشاہ اپنے اس حق سے محروم نہ ہوجاتا تھا کہ امیدوار کو خود پیش کر سکے کیونکہ یہ جماعت پادریان بادشاہ سے اجازت حاصل کئے بغیر انتخاب نہیں کر سکتی تھی ورنہ وہ منتخب شدہ شخص کو اراضیات اور سیاسی حقوق جو عہدہ سے متعلق ہوتے تھے دینے سے انکار کر سکتا تھا۔

محتاج خانوں کا پادری اور اس کے فرائض

کلیسا کا سب سے ادنیٰ درجہ محتاج خانہ تھا۔ اس کے خاص حدود تھے۔ اگرچہ محتاجوں کی تعداد چند خاندانوں سے لے کر ایک بڑے گاؤں یا کسی شہر کے ایک ضلع تک ہوتی تھی۔ محتاج خانہ کا افسر اعلیٰ محتاج خانہ کا پادری ہوتا تھا جو محتاج خانہ کی گرجا میں نماز پڑھاتا تھا اور اپنے محتاجوں کے گناہ معاف کرتا تھا، بپتسمہ دیتا تھا، شادی کرتا تھا اور مردوں کو دفن کرتا تھا۔ محتاج خانہ کی گرجا کے متعلق جو اراضی ہوتی تھی اور جو عشر سے آمدنی ہوتی تھی اُسی سے پادریوں کی بھی گزر اوقات ہوتی تھی۔ لیکن آمدنی کے یہ دونوں ذرائع اکثر غیر پادریوں کے ہاتھوں میں ہوتے تھے یا کوئی قرب وجوار کی خانقاہ اس کی مہتمم ہوتی تھی اور پادری صرف روزانہ خوراک پاتا تھا جو مشکل سے اُس کے خرچ خوراک کے لئے کافی ہوتی تھی۔

یہ غریبوں کی گرجا دیہاتی زندگی کا مرکز تھی اور اس فرقہ کا قدرتی محافظ پادری ہوتا تھا۔ مثلاً یہ اُس کا کام تھا کہ وہ دیکھے کہ بدمعاش وغیرہ گاؤں میں تو نہیں پھرتے اور بےدین اشخاص، جادوگر یا

Marfat.com

کوڑھی وغیرہ تو جگہ نہیں لگاتے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پادری اپنے گلہ کے اخلاق کا لحاظ کرنے کے علاوہ یہ بھی دیکھتا تھا کہ اُن کی جسمانی صحت قائم رہے۔ اسی وجہ سے وہ اُن لوگوں کو جو صرف متعدی بیماریوں میں مبتلا ہوتے تھے اور قرونِ وسطیٰ[۱] میں جن کے خلاف حفظِ ماتقدم کیا جاتا تھا اپنے علاقے میں نہیں آنے دیتا تھا۔

کلیسا کی طاقت کے دیگر ذرائع

لیکن قرونِ وسطیٰ کی کلیسا کے بے نظیر اختیارات اُس کے عجیب و غریب نظام سے صرف جزواً ظاہر کئے جا سکتے ہیں۔ نوعِ انسان پر جو گرفت اِس کو حاصل تھی اُس کے سمجھنے کے لئے ہم کو پادریوں کی ممتاز حیثیت پر غور کرنا چاہئے اور نجات کے متعلق جو کلیسا کی تعلیمات تھیں اُن کو دیکھنا چاہئے جس کو بالکلیہ وہ اپنے اختیار میں رکھنے کی مدعی تھی۔

پادریوں کی ممتاز حیثیت

پادریوں کی جماعت غیر پادریوں سے چند طریقوں میں مختلف تھی۔ بڑے درجوں کے پادری، اسقف، پادری، ڈیکن اور ماتحت ڈیکن اِن سب کو غیر شادی شدہ رہنے کی ہدایت تھی اور اس طریقہ سے وہ خاندانی زندگی کے تفکرات اور مفاد سے آزاد تھے۔ علاوہ ازیں کلیسا یہ بھی دعویٰ کرتی تھی کہ جب کوئی شخص بڑے درجہ کا پادری باقاعدہ طور پر ہو جاتا ہے تو وہ معصوم ہو جاتا ہے اور پھر وہ معمولی غیر پادری نہیں ہو سکتا خواہ وہ اپنے فرائض انجام دینے سے بالکل روک دیا جائے یا کلیسا سے کسی جرم کی بنا پر خارج کر دیا جائے۔ سب سے بڑھکر یہ کہ صرف پادری ہی وہ مقدس رسوم ادا کر سکتا تھا جس پر ہر فردِ انسان کی روح کی بہتری کا دار و مدار تھا۔

پیٹر لمبرڈ کی اسرار

اگرچہ کلیسا یقین کرتی تھی کہ تمام رسوم حضرت عیسیٰؑ نے جاری کی ہیں لیکن بارہویں

---

[۱] یہ ملحوظِ خاطر رکھنا چاہئے کہ پادریوں کا ایک جزدی گروہ کسی غریب گرجا میں اخلاقی حالت درست کرنے کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ دورہ کرنے والے راہبوں میں بھی بہت سے پادری ہوتے تھے جن کا حال ابھی بیان کیا جائے گا۔ بہت سے ایسے پادری بھی تھے جن کی خاص خدمات مُردوں کی نماز پڑھانا اور اُن کے لئے دعائے مغفرت کرنا تھا خصوصاً اُن گرجاؤں میں جن کے لئے اراضی یا مالگزاری وقف کر دی جاتی تھی تاکہ واقف اور اُس کی اولاد در اولاد کی ارواح آرام سے جنت میں رہیں۔ مؤلف۔

Marfat.com

صدی کے اواسط تک ان کی کامل طور پر تصریح نہیں کی گئی تھی۔ پیٹر لمبرڈ نے ۱۱۶۴ء میں فوت ہوا (جو پیرس میں دینیات کا استاد تھا) کلیسا کے اصول پر ایک کتاب تالیف کی جو اُس نے مقدس کتابوں اور کلیسا کے مقدس باپوں خصوصاً آگسٹائن کی تحریرات سے اخذ کئے تھے۔ یہ پیٹر لمبرڈ کی آرا بہت بااثر ثابت ہوئیں کیونکہ یہ کتاب اُس وقت وجود میں آئی جبکہ دینیات کا نیا شوق پیدا ہو گیا تھا خصوصاً پیرس میں جہاں کہ ایک بڑی یونیورسٹی قائم ہو رہی تھی۔

سات مقدس رسوم

یہ پیٹر لمبرڈ ہی تھا جس نے سب سے پہلے سات مقدس رسوم کا اصول صریح طور پر بیان کیا۔ بے شک اُس کی تعلیمات میں کلیسا کے مقدس باپوں اور مقدس کتابوں کی مختلف آرا کو یکساں دکھلانے اور اُن کو سیدھا سادہ بیان کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا لیکن اُسکی تشریحات اور تعریفات نے عہد وسطیٰ کی دینیات کے لئے ایک نئی بنیاد قائم کر دی تھی۔ اُس کے عہد سے قبل لفظ سیکرامینٹم (یعنی کوئی مقدس چیز یا راز) مختلف چیزوں کے تقدس کے لئے استعمال ہوتا تھا مثلاً اصطباغ، صلیب، آب مقدس، سالانہ چِلّہ صوم وغیرہ۔ لیکن پیٹر لمبرڈ کہتا ہے کہ سات مقدس رسوم ہیں: اصطباغ، گرجا کا ممبر بنانے کی رسم، نازک حالت میں سر پر تیل ملا جانا، شادی، توبہ، پادری ہونا اور مالک حقیقی کا کھانا۔ ان رسومات کے ذریعہ سے یا تو تمام نیکیاں شروع ہوتی ہیں یا اگر شروع ہو جاتی ہیں تو پھر اُن میں اضافہ ہونے لگتا ہے اور اگر کم ہو جاتی ہیں تو پھر دوبارہ مِل جاتی ہیں۔ یہ نجات کے لئے ضروری ہیں اور کوئی شخص ان[2] کے بغیر نجات حاصل نہیں کر سکتا۔

---

[1] تمام مذہبی مدارس میں صدیوں تک یہ کتاب درسی کتاب کے طور پر پڑھی جاتی رہی۔ اس پر شرح لکھکر دینیات کے عالموں نے شہرت حاصل کی۔ لوتھر کی بغاوت کی ابتدا اسی سے ہوئی کہ اُس نے یہ اعتراض کیا کہ اس کتاب کو انجیل پر کیوں ترجیح دی جاتی ہے۔

[2] تمام رسوم مثلاً پادری ہونے کی رسم یا شادی کرنا ہر ایک کے لئے ضروری نہیں ہے۔ علاوہ ازیں صرف خالص نیت ہی کافی ہے بشرطیکہ کوئی شخص ایسی حالت میں ہو کہ عملاً رسوم نہ ادا کر سکے۔ مؤلف۔

اصطباغ | مقدس رسوم کے ذریعہ سے کلیسا دیندار کی ہمیشہ مددگار اور رفیق رہتی تھی۔ اصطباغ سے تمام گناہ جو حضرت آدمؑ کی نافرمانی سے ہوا تھا دُھل جاتا تھا۔ اصطباغ کے دروازے ہی سے صرف ایک شخص روحانی زندگی حاصل کرسکتا تھا۔ مقدس روغن اور خوشبودار چیز سے جو نیکی کی خوشبو پھیلاتے

گرجا کا ممبر ہونا | تھے اور جو لڑکے یا لڑکی کی پیشانی پر ملے جاتے تھے جبکہ اُسقف اُن کو گرجا کا ممبر بناتا تھا نوجوانوں کو اِس قدر تقویت پہنچائی جاتی تھی کہ وہ مالکِ حقیقی کا نام دلیری کے ساتھ لیں۔ اگر دیندار کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہوجاتا تھا تو پادری اُس کے سر پر حضرتِ عیسیٰؑ کا نام لیکر تیل ملتا تھا

نازک وقت میں سر پر تیل ملا جانا | اور نازک حالت میں سر پر تیل ملنے کی مقدس رسم سے تمام پچھلے گناہ دور ہوجاتے تھے اور مرنے والے کی روح تروتازہ ہوجاتی تھی۔

شادی | صرف پادری ہی کے ذریعہ سے شادی متبرک ہوسکتی تھی اور جب یہ تعلق جائز طور سے قائم ہوجاتا تھا تو پھر وہ علیحدہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اگر بُری خواہش سے جس کو اصطباغ کم کردیتا تھا

توبہ | لیکن بالکل دور نہیں کرتا تھا کسی عیسائی کو گناہ کبیرہ کی ترغیب ہوتی تھی جیسا کہ یہ متواتر ہوتا تھا کلیسا توبہ کی مقدس رسم کی بنا پر خدا سے ایک مرتبہ پھر مصالحت کرادیتی تھی اور اُس کو دوزخ کے جبڑوں سے نجات دیدیتی تھی۔

پادری مقرر کرنا | پادری کو اپنے تقرر کی مقدس رسم کے ذریعہ سے گناہ معاف کرنے کا نہایت ممتاز حق حاصل ہوجاتا تھا۔ اُس کو عجیب وغریب طاقت اور کھانے کا معجزہ دکھلانے کا بھی حق

خدا کا کھانا یا اُسکی مقدس رسم | حاصل ہوجاتا تھا یعنی حضرتِ عیسیٰؑ کو از سرنو عاصی کے گناہ معاف کرنے کے لئے خدا کی راہ میں پیش کرنا۔ کھانے کے معجزے کے ساتھ ساتھ توبہ کی مقدس

توبہ کی مقدس رسم | رسم بھی خاص تاریخی اہمیت رکھتی ہے۔ جب کوئی اُسقف کسی کو پادری مقرر کرتا تھا تو وہ اُس سے کہتا تھا "تم مقدس روح حاصل کرو۔ جن کے گناہ تم معاف کردگے، اُنکے گناہ معاف ہوجائیں گے اور جن کے گناہ تم معاف نہ کروگے، اُن کے گناہ معاف نہیں ہونگے"۔ اِس طریقہ سے پادری کو آسمانی بادشاہت کی کُنجی عطا کی جاتی تھی۔ اُس شخص کے لیے جس نے

Marfat.com

نہایت سخت گناہ کیا ہو کوئی امیدِ نجات نہ تھی تا وقتیکہ وہ پادری کی معافی حاصل نہ کرے یا کم از کم اُس کی خواہش نکرے اور اُس کے لئے کوشش نہ کرے۔ کلیسا کی نظر میں وہ شخص جو پادری کے ادائے رسوم کی تضحیک کرتا تھا وہ صرف نہایت خلوصِ دل سے توبہ کرنے کی بنا پر قابلِ معافی نہیں ہو جاتا تھا۔ پادری کے اِس کہنے سے قبل کہ میں نے تیرے گناہ معاف کئے گناہگار کو باقاعدہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا ضروری تھا اور خلوص کے ساتھ اُس کو اپنی نفرت کا اظہار لازمی تھا اور اُس کا یہ اقرار صالح بھی ہوتا تھا کہ وہ پھر آئندہ اُس کا ارتکاب نہ کرے گا۔ یہ ظاہر ہے کہ پادری اُس وقت تک فتویٰ نہیں دے سکتا تھا جب تک کہ اُس سے تمام معاملہ نہ بیان کیا جائے اور نہ وہ کسی مجرم کو اُس کے گناہ سے بَری کرنے کا مستحق سمجھا جا سکتا تھا جب تک کہ وہ اپنے گناہ سے واقعی شرمندہ نہ ہو۔ معافی حاصل کرنے کے لئے اقرارِ گناہ اور توبہ دونوں ضروری شرائط[۱] تھے۔

توبہ اور اعتراف پشیمان گناہگار معافی کی بنا پر اپنے گناہ کے تمام نتائج سے آزاد نہیں ہو جاتا تھا یہ صرف روح کو اُس خرابیِ گناہ سے مصفّیٰ کر دیتی تھی جو دوسری حالت میں اُس کی ابدی سزا کا باعث ہوتی۔ یہ تائب کو دنیاوی سزاؤں سے مستثنیٰ نہیں کرتی تھی۔ یہ سزائیں یا تو اِس دنیا میں پادری خود دیدیتا تھا یا مرنے کے بعد دوزخ کی آگ سے روح کو پاک و صاف کیا جاتا تھا کہ وہ بہشت میں داخل ہونے کے قابل ہو جائے۔

توبہ کی نوعیت جو سزا پادری دیتا تھا وہ کفّارہ کہلاتی تھی۔ یہ رسم مختلف صورتوں میں ادا کیجاتی تھی۔ اور روزے رکھنے، نمازیں دُہرانے، مقدس مقامات کی زیارت کرنے یا اپنی معمولی تفریحوں سے باز رہنے سے ادا ہوتی تھی۔ بیت المقدّس کا سفر اختیار کرنے سے کفّارہ کی اور سب اقسام معاف ہو جاتی تھیں لیکن تائب سے دراصل روزے رکھوانے، زیارات کرانے یا دیگر قربانیاں

---

[۱] اقرارِ گناہ کلیسا کی بہت ابتدائی رسم تھی۔ اِن توسینٹ سوم اور چوتھی مذہبی کونسل نے اِس کو دینداروں کے لئے لازمی قرار دیا تاکہ وہ کم از کم سال بھر میں ایک مرتبہ ایسٹر کے موقع پر اِس رسم کو ادا کیا کریں۔ مؤلف

کرانے کی بجائے جن کو پادری تبلاتا تھا کلیسا نے ابتدا میں تائب کو اپنے کفّارہ کو روپیہ سے بدلنے کی اجازت دیدی تھی کہ وہ کسی نیک کام میں روپیہ صرف کردے۔

کھانے کی رسم

پادری صرف گناہ ہی معاف نہ کرتا تھا۔ اُس کو یہ بھی اختیار دیا جاتا تھا کہ وہ کھانے کا بڑا معجزہ دکھلائے۔ ابتدائی عیسائیوں نے خدا کے کھانے کی مقدس خوراک کی رسم کو مختلف طریقوں میں ادا کیا تھا اور اُس کی نوعیت اور اہمیت کے بارہ میں مختلف خیالات رکھتے تھے۔ بتدریج یہ خیال عام طور پر مسلّمہ قرار دیا گیا کہ روٹی اور شراب کے مقدس ہو جانے سے تمام روٹی حضرتِ عیسیٰ کا جسمِ اطہر بنجاتی ہے اور شراب اُن کے بدن کا خون ہو جاتی ہے۔ کلیسا یہ بھی یقین کرتی تھی کہ اِس مقدس رسم میں حضرتِ مسیحؑ ازسرِ نو خدا کی قربانی کے لیے پیش کئے جاتے تھے جیسا کہ وہ صلیب پر پیشتر نذرِ خدا ہو چکے تھے۔ یہ قربانی حاضر و غیر حاضر اور زندہ اور مردہ سب کے گناہوں کی معافی کے لئے کی جاسکتی تھی۔ علاوہ ازیں حضرتِ مسیحؑ روٹی کی شکل میں پرستش کئے جاتے تھے جس کو روح کہا جاتا تھا اور اُس کی نہایت تزئین کی جاتی تھی۔ اِس روح کو متین جلوس کے ساتھ شہر میں اِدھر اُدھر پھرایا جاتا تھا جبکہ خدا کو خاص طور پر قحط یا طاعون دور کرنے کے لئے خوش کیا جاتا تھا۔

کھانے کو قربانی خیال کرنیکے نتائج

کھانے کو قربانی سمجھنے کا خیال بعض اہم عملی نتائج بھی رکھتا تھا۔ پادری کی یہ نہایت معزز خدمت شمار ہونے لگی اور کلیسا کی نمازوں کا مرکز بن گئی۔ لوگوں کی عام نمازوں کے علاوہ نجی طور پر عموماً کھانے کی مقدس رسم انفرادی فائدہ کے لئے خصوصاً مُردوں کی بہتری کے لئے ادا کی جاتی تھی۔ مستقل اوقاف قائم کئے جاتے تھے جن کی آمدنی اُن پادریوں کو دیجاتی تھی جو معطی کی روح کے لئے یا اُس کے خاندان کی افراد کی ارواح کو آرام دینے کے لئے کھانے کی مقدس رسم روزانہ ادا کرتے تھے۔ یہ بھی ایک عام رواج تھا کہ گرجاؤں اور خانقاہوں کو عطیات اس شرط پر دیتے تھے کہ معطی کے لئے سالانہ یا ماہوار یا روزانہ کھانیکی مقدس رسم ادا کردی جایا کرے۔

Marfat.com

پادری کی برتر حیثیت اور اُس کی طاقت کے ذرائع

کلیسا کے مقدس حقوق اور اُس کے بےمثال نظم و نسق اور اُس کی وسیع دولت نے اُس کے افسران یعنی پادریوں کو قرونِ وسطیٰ کا نہایت طاقتور معاشرتی طبقہ بنا دیا۔ اُن کے پاس جنت کی کنجیاں تھیں اور بغیر اُن کی امداد کے کوئی شخص جنت میں داخلہ کی امید نہیں کر سکتا تھا۔

مذہب سے خارج کرنا اور ترکِ رسوم مذہبی کر دینا

خارجہ سے نہ صرف وہ کسی مجرم کو کلیسا سے علیحدہ کر دیتے تھے بلکہ بنی نوع انسان کو اُس سے ملنے جلنے کو منع کر دیتے تھے کیونکہ وہ ملعون تھا اور اُس کو شیطان کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ مذہبی رسوم کے ترک کرنے سے وہ کسی شہر میں یا ملک میں مذہب کی تسلیوں کو معطل کر سکتے تھے، اس طرح کہ گرجا کے دروازے بند کر دیتے تھے اور تمام عام نمازوں کی ممانعت کر دیتے تھے۔

تعلیم کے فوائد بالکل اُن کے اختیار میں تھے

جماعت پادریان کا اثر اور اقتدار اس امر سے اور بھی زیادہ ہو گیا تھا کہ صرف وہی تعلیم یافتہ فرقہ تھا۔ چھ یا سات صدیوں تک مغرب میں سلطنت روما کے زوال کے بعد بہت کم اشخاص پادریوں کے علاوہ مطالعہ کرنے، پڑھنے اور لکھنا سیکھنے کا خیال کرتے تھے۔ تیرہویں صدی میں بھی ایک مجرم، جو کہتا تھا کہ وہ پادری ہے تاکہ کلیسا کی عدالت اُس کے مقدمہ کی سماعت کرے، صرف ایک سطر پڑھ کر یہ ثبوت دے سکتا تھا کہ واقعی وہ پادری ہے کیونکہ جج مسلمہ طور پر یہ مانتے تھے کہ جس کا تعلق کلیسا سے نہ ہو وہ نہیں پڑھ سکتا تھا۔

لہٰذا یہ امر ناگزیر تھا کہ تقریباً تمام کتب، پادری اور راہب لکھیں اور یہ کہ پادریوں کی جماعت تمام عقلی، فنونی اور ادبی معاملات میں حکمران طاقت ہو اور خاص محافظانِ تمدن اور ترقی دہندگانِ تہذیب بن جائیں۔ علاوہ ازیں شاہی حکومت بھی سرکاری دستاویزات اور اعلانوں کے لئے پادریوں کی محتاج تھی۔ بادشاہ کے لئے پادری اور راہب قلمی خدمت کے لئے تیار رہتے تھے۔ بادشاہ کی کونسلوں میں پادریوں کی جماعت کے نمائندے بیٹھتے تھے اور اُس کے وزراء کا کام دیتے تھے۔ درحقیقت سلطنت کا کاروبار وہی[1] انجام دیتے تھے۔

---

[1] اُسقف اب تک یورپ کے بہت سے ممالک میں دارالامراء کے اہم عناصر ہیں۔ مؤلف۔

Marfat.com

کلیسا کے عہدے تمام طبقوں کے لئے کھلے ہوئے تھے۔

تمام درجوں کے انسانوں کے لئے کلیسا کے عہدے کھلے ہوئے تھے اور بہت سے پوپ نہایت ادنیٰ طبقہ کے لوگوں میں سے ہوئے پس کلیسا متواتر اپنے مناصب پر نئے آدمی بھرتی کرتی رہتی تھی۔ کوئی شخص صرف اس وجہ سے عہدہ دار نہیں ہوتا تھا کہ اس کا باپ بھی اس سے پیشتر عہدہ دار رہا تھا جیسا کہ شاہی حکومت میں ہوتا تھا۔

قرون وسطیٰ کی کلیسا کے متعلق لی صاحب کا بیان

جو شخص کلیسا کی ملازمت میں داخل ہو جاتا تھا وہ "خاندان کے قصوں اور جھگڑوں سے آزاد ہو جاتا تھا اور خاندانی جکڑ بندیوں سے چھوٹ جاتا تھا اس کے لئے کلیسا اس کا ملک اور اس کا گھر تھا اور کلیسا کے اغراض خاص اسی کے ہوتے تھے۔ اخلاقی، عقلی اور جسمانی طاقتیں جو غیر پادریوں میں حب الوطنی، ترقی کے لئے خود غرضانہ نزاع، سرمایہ بر آہل و عیال وغیرہ کے فکر میں منقسم ہو جاتی تھیں، وہ کلیسا کے ایک مشترک مقصد کے لئے مجتمع ہو جاتی تھیں جسکی کامیابی میں سب کا نفع تھا، رہی زندگی کی ضروریات وہ سب لوگوں کو مہیا کردی جاتی تھیں اور ان کو آیندہ کے تفکرات سے آزادی ہوتی تھی"۔ کلیسا اس طریقہ سے "دنیائے عیسائیت کی سرزمین پر ایک خیمہ زن فوج کی طرح تھی جس کی ہر جگہ حفاظتی چوکیاں تھیں، جو نہایت کامل نظم کے زیر نگیں تھیں اور جن میں ایک ہی مقصد کی روح رواں تھی۔ ہر سپاہی معصومیت کے ہتیار سے مسلح تھا اور ان خوفناک ہتیاروں سے مزین تھا جو نفس امارہ کو قتل کر ڈالتے تھے"۔ (لی صاحب)

باب ہفدہم

بیدینی اور فقہا

قرونِ وسطیٰ کے پادریوں کے چال چلن کا سوال

یہاں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُس عظیم لشکر کے سپہ سالاران جس سے کلیسا مرکب تھی بدی کے خلاف ابدی جنگ کرنے میں بہادر رہنما ثابت ہوئے یا نہیں؟ کیا مجموعی طور پر انہوں نے اُن ترغیبات کا جو اُن کی تقریباً غیر محدود طاقت اور دولت ہمیشہ اُن کے رستے میں حائل کرتی رہتی تھی مقابلہ کیا؟ کیا انہوں نے اپنے وسیع ذرائع کو رہنمائے اعظم کے مقصد کو تکمیل پر پہنچانے کے لئے استعمال کیا جس کے عاجز پیروان اور خادمان وہ اپنے آپ کو کہتے تھے؟ یا برخلاف اس کے وہ خودغرض اور عیاش تھے اور تعلیماتِ عیسوی کو اپنے نفع کی خاطر استعمال کرتے تھے اور اُس کے اصول کی بے توقیری لوگوں کی نظر میں ذاتی شریر النفسی اور صریح بدانتظامی سے کرتے رہے۔

مغربی یورپ پر کلیسا کا احسان

اس سوال کا کوئی سیدھا سادہ جواب ممکن نہیں ہے۔ جو شخص اس امر کا احساس کر سکے کہ کس قدر کامل طور پر کلیسا انسانی مفاد پر اپنا اثر رکھتی تھی اور قرونِ وسطیٰ میں زندگی کے ہر شعبہ میں مقتدر تھی وہ اُس کی طرف بھلائی یا بُرائی منسوب کرنے میں تامل نہ کریگا۔ غالباً اس امر پر کوئی معترض نہ ہوگا کہ کلیسا نے مغربی یورپ پر بے حد احسانات کئے۔ اُس کے خاص کام کے علاوہ (یعنی نوعِ انسان) کی ترقی مذہب عیسوی کے ذریعہ سے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ وحشی اقوام کسطرح اس کی وجہ سے مہذب بنیں اور خاندانِ اقوام کے اندر داخل ہوئیں اور کس طرح "خدا کی عارضی صلح" کی بنا پر جبر و تشدد روک دیا گیا اور کس طرح ایک تعلیم یافتہ طبقہ اُن صدیوں میں

Marfat.com

برابر موجود رہا جبکہ چند غیر پادری اشخاص لکھ یا پڑھ سکتے تھے۔ اُس کے کارناموں میں سے یہ صرف ظاہری چند کارنامے ہیں۔ کوئی شخص اِس امر کا اندازہ نہیں کر سکتا کہ کیا کیا تسلیاں، ہمدردیاں اور حفاظتیں اِس نے کمزوروں، آفت زدگان اور زخمی دلوں کے ساتھ کیں۔

پادریوں کا بدرویہ

برخلاف اِس کے کوئی شخص تاریخِ کلیسا کی ہمارے ذرائع معلومات کو یہ دیکھے ہوئے بغیر کہ ہمیشہ بُرے پادری بھی ہوتے تھے جو اپنے بڑے اختیار کو بیجا طور پر استعمال کرتے تھے نہیں پڑھ سکتا۔ بہت سے اُسقف اور پادری اپنے وسیع اختیارات کے اہل نہ تھے اور وہ ایسے غیر محتاط ملازمت کے متلاشی سے بہتر نہ تھے جس کو بعض اوقات ہماری موجودہ سلطنتوں میں بھی بڑی خدمات مِل جایا کرتی ہیں۔

کلیسا کی بُرائی کو غلو کے ساتھ ظاہر کرنے کا رُجحان

لیکن جب ہم پادریوں کی خراب باتوں کی مخالفت نہایت زور و شور کے ساتھ پڑھتے ہیں جو تقریباً ہر زمانہ کی تواریخ میں پائی جاتی ہے تو ہم کو یہ فراموش نہ کر دینا چاہیئے کہ نقاد، کلیسا کی بھلائی کو مسلمہ مان کر، صرف بُرائی پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ یہ بات خصوصاً ایک بڑے مذہبی شعبہ کے لئے صحیح سمجھنی چاہیئے جہاں کہ بداعمالی خاص طور پر دل لرزا دیتی ہے اور ایک شریر النفس اُسقف یا کسی ایک قسم کی بدچلنی اور تشدد جو جماعتِ پادریان میں پایا جائے یکصد متقی اور خدا سے ڈرنے والے پادریوں کی عاجزانہ نیکیوں کی نسبت دماغ پر زیادہ گہرا اثر ڈالتا ہے۔ تاہم اگر ہم اِس کی تاویل بھی کر دیں کہ کیوں بارہویں اور تیرہویں صدیوں کے مصنفین نے کلیسا کی عمدہ باتوں کو چھوڑ دیا، یہ امر مسلمہ ہے کہ جو لوگ اُن کی شہادت اور تصدیق کو پڑھینگے وہ یہ ضرور کہیں گے کہ بہت سے پادریوں اور راہبوں کی زندگی کے حالات اور مختلف بداعمالیوں کی دِل ہلا دینے والی کیفیت جو کلیسا میں ترقی پذیر تھی تصویر کا بدنما رُخ پیش کرتی ہے۔

پادریوں میں بداعمالی کی ترغیبات

گریگری ہفتم نے خیال کیا کہ بُرے پادریوں کے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ اور فیوڈل آقا اپنے اپنے آوردوں کو کلیسا کے عہدوں پر ممتاز کرا دیتے ہیں لیکن اس خرابی کی بنیاد خود کلیسا کی دولت اور طاقت پر رکھی ہوئی تھی۔ کلیسا کو ہمیشہ ولیاں کی ضرورت تھی کہ

Marfat.com

اُن بڑے اختیارات کو جو پادریوں کو حاصل تھے ٹھیک طور پر استعمال کیا جا سکے اور وہ اُن ترغیبات سے علیحدہ رہیں جو اُن کے اختیارات کا لازمی نتیجہ تھیں۔ جب ہم کسی متمول پادری کی حالت پر غور کرتے ہیں تو یہ امر تعجب خیز نہیں ہے کہ اُس میں بداعمالی بے انتہا پائی جاتی ہے۔ کلیسا کے عہدے روپیہ پیدا کرنے کے وہی مواقع پیش کرتے تھے جو حکومت کے عہدے خصوصاً امریکہ کے بڑے شہروں کے عہدے صرف شیخ چلی جیسے خیالات والے آدمیوں کے لئے آجکل بھی پیش کرتے ہیں۔ بارہویں اور تیرہویں صدیوں کے بعض پادریوں کی خصوصیات سے اُن کا ایک پیشہ ور سیاسی مدبر ہونا بہ نسبت ایک موجودہ پادری کے خواہ وہ کیتھولک ہو یا پروٹسٹینٹ زیادہ ثابت ہوتا ہے۔

کلیسا میں خاص اقسام کی بداعمالیاں

کلیسا کے خلاف بغاوتوں اور مختلف قسم کی بے دینیوں کے سمجھنے کے لئے کم از کم زیادہ بدنام قسم کی بداعمالیوں کا خاکہ کھینچنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ بارہویں صدی میں انہوں نے واقعی کلیسا کی طاقت کو گھٹا دینے کی دہمکی دی اور آخرکار سولہویں صدی کی پروٹسٹینٹ بغاوت کامیاب ہوئی۔ پادریوں کی بُرائیاں فرانسسکنس اور ڈومینکنس فقیر راہبوں کو وجود میں لائیں اور اس سے اُس بڑی اصلاح کی ضرورت بھی ثابت ہوتی ہے جو انہوں نے تیرہویں صدی میں اختیار کی۔

سیمونی

سب سے پہلے سیمونی تھی۔ یہ بیماری ایسی جڑ پکڑ گئی تھی اور مستقل ہو گئی تھی کہ ان کو سینٹ سویم نے اس کو ناقابل علاج سمجھا۔ اس کا ذکر پہلے کسی باب[۱] میں کیا جا چکا ہے۔ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے اثر سے لڑکوں کو بھی اُسقف اور ایبٹ بنا دیا جاتا تھا۔ فیوڈل رؤسا متمول اُسقف کی گرجاؤں اور خانقاہوں کو ایک قابلِ تعریف ذریعۂ آمدنی اپنے چھوٹے بیٹوں کے لئے سمجھتے تھے

اکثر اُسقفوں اور ایبٹوں کی بادی اور مخرب اخلاق زندگی

کیونکہ عام طور پر صرف بڑا بیٹا اُن کی جاگیر کا وارث ہوتا تھا۔ جس طرح کوئی فیوڈل شہزادہ زندگی بسر کرتا تھا اُسی طرح قریب قریب اُسقف اور ایبٹ

---

[۱] دیکھو باب [illegible] مترجم۔

رہتے تھے۔ اگر کوئی پادری جنگ کا شائق تھا تو وہ فتوحات کے لئے فوجی مہمات کا انتظام کرتا تھا یا کسی ہمسایہ کے خلاف اپنا کینۂ دیرینہ نکالتا تھا ٹھیک اُسی طرح جسطرح کہ اُس زمانہ کے جھگڑالو غیر پادری اشخاص کرتے تھے۔

پادریوں کی عدالتوں میں رشوت کی گرم بازاری

سیمونی اور بہت سے پادریوں کی شرمناک زندگی کے علاوہ دیگر قسم کی بُرائیاں بھی تھیں جن سے کلیسا بدنام ہوگئی۔ اگرچہ پوپ خود بارہویں اور تیرہویں صدیوں میں عام طور پر اچھے آدمی تھے اور بعض اوقات ممتاز مدبر ثابت ہوئے جنہوں نے نیک نیتی سے اپنے وسیع شعبہ کو جس کے وہ افسرِ اعلیٰ تھے نیکنام بنانے کی کوشش کی لیکن اُن کے ماتحت افسران جو اُن کی عدالتوں کے بیشمار مقدمات فیصل کرتے تھے سخت رشوت ستانی کے لئے بدنام تھے۔ یہ عام طور پر یقین کیا جاتا تھا کہ ہمیشہ فیصلہ اُس کے موافق ہوگا جو سب سے زیادہ رشوت دیگا اور یہ کہ غریب آدمی کی طرف کچھ توجہ نہیں کیجاتی۔ اُسقفوں کی عدالتیں اپنے ظلم وجبر کے لئے یگانۂ روزگار تھیں کیونکہ اُسقف کی آمدنی کا بڑا حصہ ایک فیوڈل رئیس کی طرح اُس جرمانہ سے آتا تھا جو مجرموں کو دینا پڑتا تھا۔ ایک ہی شخص بعض اوقات مختلف عدالتوں میں ایک ہی وقت میں طلب کیا جاتا تھا اور ایک یا دوسری عدالت کی غیر حاضری پر اُس پر جرمانہ کر دیا جاتا تھا۔

غریب گرجاؤں کے پادری اپنے برتروں سے بہتر نہ تھے

رہے غریب گرجاؤں کے پادری، وہ بھی اپنے برتروں کے بُرے نمونہ کی تقلید کرتے تھے۔ کلیسا کی کونسلوں کے قوانین ظاہر کرتے ہیں کہ بعض اوقات پادری اپنی گرجا کو دوکان بنا لیتا تھا اور شراب اور دیگر اشیاء فروخت کرتا تھا۔ وہ اپنی آمدنی میں جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اس طرح بھی اضافہ کر لیتا تھا کہ اصطباغ، اقرار گناہ، معافیِ گناہ، شادی اور مُردوں کے دفن کرنے کے وقت جو اُس کے فرائض میں سے تھے لوگوں سے فیس وصول کرتا تھا۔

بارہویں صدی کے راہبوں نے بعض خاص صورتوں کے علاوہ دنیاوی پادریوں کے نقائص کو دور نہیں کیا۔ لوگوں کو تعلیم دینے اور اُن کے سامنے پاکیزہ اور مقدس زندگی کے نمونے پیش کرنے کی بجائے وہ بھی اُسقفوں اور پادریوں کی طرح بدنام تھے۔ لیکن گیارہویں اور بارہویں

Marfat.com

صدیوں میں نئے طبقوں کو قائم کر کے کوشش کی گئی تھی کہ راہبوں کی اصلاح کی جائے مثلاً ایک طبقہ سسٹرسین کا تھا جس میں سینٹ برناڈ بھی شامل تھا۔

خود پادریوں کی جماعت کے بہتر عنصر نے بداعمالیوں اور بدعنوانیوں کو تسلیم کیا اور اُن پر ملامت کی

اُس زمانہ کی بے شمار تحریرات میں اُس عام خود غرضی اور بداخلاقی کا نمایاں اثر جو بُرے پادری تمام لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیتے تھے پایا جاتا ہے۔ پوپ کے خطوط میں، مقدس اشخاص مثلاً سینٹ برناڈ کے مواعظ میں، کونسلوں کے قوانین میں، شاعروں کی ہجوؤں میں، اور درباری شاعروں کی نظموں میں ہر جگہ اِن کا ذکر ہے۔ یہ سب تحریرات پادریوں کی ناانصافی، اُن کی حرص وطمع اور اُن کی اپنے مقدس فرائض سے کم توجہی کو بُرا کہنے میں متفق اللفظ ہیں۔ سینٹ برناڈ رنج کے ساتھ سوال کرتا ہے "تم پادریوں میں کس شخص کو پیش کر سکتے ہو جو اپنے گلہ کی جیبیں خالی کرانے کی فکر نہیں کرتا بلکہ اُن کی بُرائیوں کو دور کرنے کی فکر کرتا ہے؟"

کلیسا کے غیر پادری نقادان

غیر پادریوں کی نکتہ چینی اور نظر سے وہ بُرائیاں جن کو پادری خود صفائیِ قلب کے ساتھ تسلیم کرتے تھے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھیں لیکن جہاں پادریوں کی جماعت کے بہتر افراد نہایت زور و شور کے ساتھ موجودہ بُرائیوں کے انسداد کی ضرورت سمجھتے تھے کسی پادری کو بھی کلیسا کے اصول کی صداقت یا اُس کی رسوم کے عمدہ ہونے میں شک نہیں تھا۔ البتہ غیر پادریوں میں چند مشہور رہنما اُٹھے جنہوں نے کلیسا کو شیطان کی جماعت سمجھا اور باعلان کہا کہ کسی شخص کو اب اپنی نجات کے لئے کلیسا پر بھروسہ نہیں رکھنا چاہئے۔ اُس کی تمام رسوم نہایت خراب اور فضول ہیں، اُس کے کھانے کی رسم، مقدس پانی اور مقدس تبرکات یہ سب بداخلاق پادریوں کے روپیہ پیدا کرنے کی ترکیبیں ہیں اور کسی کو یہ جنت الفردوس میں نہیں پہنچا سکتیں۔ کلیسا کے اِن گستاخ باغیوں نے قدرتاً اپنے ہم خیال اشخاص اُن لوگوں میں پائے جو یہ احساس کرتے تھے کہ ایک شریر النفس پادری کی نمازوں سے کسی گنہگار کی امداد نہیں ہو سکتی اور نیز اُن لوگوں کو بھی اپنا ہم خیال پایا جو عُشر اور دیگر مذہبی ٹیکس ادا کرتے کرتے تھک گئے تھے۔

Marfat.com

بے دینی | جو لوگ کلیسا کی تعلیمات پر اعتراض کرتے تھے اور اُس کے اختیارات کو اُس سے علیحدہ کرنا چاہتے تھے، اُس زمانہ کے مسلمہ خیال کے مطابق وہ بے دینی کے بڑے جرم کے مرتکب سمجھے جاتے تھے۔ کسی پکے عیسائی کے نزدیک اُس شخص کے جرم سے کوئی گناہ زیادہ نہیں ہو سکتا تھا جو خدا کے خلاف بغاوت کرے اور اُس مذہب کو ترک کر دے جو رومن کلیسا کے ذریعے سے اُس کی بیٹے کے (نعوذ باللہ من ذالک۔ مترجم) فوری توابعین نے ہم تک پہنچایا تھا۔ علاوہ ازیں تشک اور بیدینی نہ صرف گناہ تھے بلکہ وہ اُس زمانہ کے نہایت طاقتور معاشرتی صیغہ کے خلاف بغاوت بھی تھے جو اُس کے بعض افسران کی بداعمالیوں کے باوجود عام طور پر تمام مغربی یورپ کے لوگوں کی نزدیک لائق احترام تھا۔ بارہویں اور تیرہویں صدیوں کی بیدینی کا طریقہ، اُس کی وسعت اور اُس کے اخراج کی کوششیں جو کلیسا نے وعظ، آگ، تلوار اور تحقیق مذہب کی سخت عدالتوں کے ذریعہ سے کیں قرون وسطیٰ کی تاریخ کا دہشت ناک اور عجیب و غریب باب ہے۔

بے دینوں کی دو قسمیں | بے دین دو قسم کے تھے۔ ایک قسم تو صرف رومن کیتھولک کلیسا کے بعض اصول اور رواجات سے منحرف تھی لیکن وہ اپنے آپ کو عیسائی کہتے تھے اور حضرت مسیح اور اُن کے حواریوں کی سادہ زندگی کی تقلید کرنے کی حتی الوسع کوشش کرتے تھے۔ برعکس اس کے کچھ ایسے مشہور اور ہر دلعزیز رہنما بھی تھے جو یہ تعلیم دیتے تھے کہ مذہب عیسوی دروغ مذہب ہے۔ وہ کہتے تھے کہ دنیا میں دو اُصول ہیں۔ ایک اچھا اور ایک بُرا اور یہ دونوں اپنی اپنی کامیابی کے لئے ہمیشہ جنگ و جدل کرتے رہتے ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ توریت مقدس کا خدا دراصل بُرائی کا سرچشمہ ہے اور چونکہ رومن کیتھولک کلیسا اُس کی پرستش کرتی ہے اس لئے یہ بھی بُری ہے۔

ایلبی جنیسز | یہ آخر الذکر قسم کی بے دینی بہت قدیم تھی اور سینٹ آگسٹائن بھی اپنے ابتدائی زمانہ میں اس سے متاثر ہو گیا تھا۔ اٹلی میں یہ گیارہویں صدی میں دوبارہ پیدا ہوئی اور بارہویں صدی میں بہت کثرت سے خصوصاً جنوبی فرانس میں پھیل گئی۔ اس کے ماننے والے اپنے آپ کو کتھاری یعنی پاکیزہ کہتے تھے لیکن ہم اُن کو ایلبی جنیسز کہینگے۔ یہ نام جنوبی فرانس کے شہر ایلبی سے

یا گیا ہے جہانکہ یہ لوگ کثیر تعداد میں تھے۔

والڈین سینس

اُن لوگوں میں جو عیسائی مذہب کے پیرو رہے لیکن پادریوں سے اُنکی تن پرورانہ نفسی کے باعث منحرف تھے سب سے زیادہ اہم فرقہ والڈین سینس کا تھا۔ یہ لوگ شہر لائینز کے پیٹر والڈو کے متبعین تھے جو اپنی تمام جائداد کو خیرات کر دیتے تھے اور حواریوں کے افلاس جیسی زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ انجیل مقدس کا وعظ کرتے پھرتے تھے اور مقدس کتابوں کی تشریح کرتے تھے جنکا ترجمہ انہوں نے لوگوں کی زبان میں کر دیا تھا۔ انہوں نے بہت سے پیروان جمع کر لئے اور بارہویں صدی کے اختتام سے قبل مغربی یورپ میں ہر جگہ اُنکی کثیر تعداد ہو گئی تھی۔

کلیسا اچھے اور سادہ آدمیوں کی کوششوں کو جو حضرت مسیحؑ اور اُن کے حواریوں کی زندگی کی حتی الامکان تقلید کرنا چاہتے تھے ضائع کرنا نہیں چاہتی تھی لیکن یہ غیر پادری اشخاص جو وعظ کرنے اور اقرار گناہ کرانے کے حقوق کے مدعی تھے اور جو کہتے تھے کہ نماز درست طور پر ادا ہو جاتی ہے خواہ وہ پلنگ پر یا اصطبل میں یا گرجا میں پڑھی جائے اِس عام یقین کی کہ صرف کلیسا ہی ذریعۂ نجات ہے صریح طور پر تردید کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور کلیسا کے اثر کو جو لوگوں پر تھا مخاطرہ میں ڈالتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

بے دینی کے خلاف جنگ کی ابتدا

بارہویں صدی کے اختتام سے قبل دنیاوی فرمانرواؤں نے بیدینی کی طرف توجہ مبذول کی۔ ہنری دوم شاہِ انگلستان نے ۱۱۶۶ء میں حکم دیا کہ انگلستان میں کوئی شخص بیدینوں کو پناہ نہ دے۔ اور جس گھر میں اُنکا پتہ چلے وہ جلا کر خاکِ سیاہ کر دیا جائے۔ اراگان کے بادشاہ نے یہ فرمان جاری کیا (۱۱۹۴ء) کہ جو شخص والڈین سینس کی تعلیمات سُنیگا یا اُنہیں خوراک دیگا وہ بغاوت کی سزاؤں کو برداشت کرے گا اور سلطنت اُس کی جائداد کو ضبط کر لے گی۔ یہ بیرحمانہ فرمانوں کے سلسلہ کی شروعات ہیں جنکو تیرہویں صدی کے نہایت روشن خیال بادشاہوں نے اُن سب کے خلاف جاری کیا جو ایلبی جینسیز یا والڈین سینس سے تعلق رکھتے تھے۔ کلیسا اور شاہی حکومت اِس پر متفق ہو گئیں کہ دونوں کی بہتری کے لئے بیدین خطرناک تھے اور وہ ایسے مجرم تھے

Marfat.com

جو زندہ جلائے جانے کی سخت سزا کے مستحق تھے۔

بے دینی بغاوت سمجھی جاتی تھی

ہم لوگوں کے لئے جو ایسے وسیع النظر زمانہ میں رہتے ہیں یہ سمجھنا دشوار ہے کہ عام اور گہرے مظالم بیدینی جو نہ صرف بارہویں اور تیرہویں صدیوں میں تھے بلکہ کم از کم اٹھارویں صدی تک رہے کس قدر مہیب اور دہشتناک ہیں۔ اس امر پر ضرورت سے زیادہ زور نہیں دیا جاسکتا کہ بیدینی ایک ایسے صیغہ کے خلاف بغاوت سمجھی جاتی تھی جسکو علی طور پر سب لوگ خواہ وہ جاہل ہوں یا عالم متفقانہ صرف ذریعۂ نجات سمجھتے تھے بلکہ تہذیب اور امن وامان کے لئے بھی ضروری سمجھتے تھے۔ پادریوں کی بُری زندگیوں کی صاف اور صریح نکتہ چینی جس سے کہ خود پوپ بھی مستثنی نہیں تھا کافی طور پر عام تھی۔ مگر یہ بیدینی نہیں تھی۔ ایک شخص یقین کرسکتا تھا کہ پوپ اور نصف جماعت اسقف خراب ہے لیکن کسی صورت میں بھی کلیسا کے وجود کی ضرورت پر اعتراض نہیں کرسکتا تھا جس طرح کہ آجکل ہم خاص حکمرانوں اور سرکاری عمّال کو بیوقوف یا بدمعاش کہہ سکتے ہیں تاہم ہماری طرف یہ شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ ہم گورنمنٹ کے بالکل خلاف ہیں۔ ایک بیدین قرونِ وسطی کا انارکسٹ (بربادکن) تھا۔ وہ کلیسا کے افسران کی بدچلنی ہی کو صرف بُرا نہ کہتا تھا بلکہ وہ اس امر کا مدعی بھی تھا کہ کلیسا بالکل فضول اور بیکار شے ہے۔ وہ کوشش کرتا تھا کہ لوگ کلیسا سے منحرف ہوجائیں اور اُس کے قوانین اور احکام کی پابندی نہ کریں۔ کلیسا اور شاہی حکومتوں نے نتیجتاً اُن کے خلاف احکامات صادر کئے اور اُن کو دشمنِ امن وامان اور عدوئے سوسائٹی سمجھا۔ علاوہ ازیں بے دینی ایک متعدی مرض تھا جو تیزی کے ساتھ خفیہ طور پر پھیلتا گیا یہانتک کہ اُس زمانہ کے حکمرانوں نے اُن کے خلاف سخت سے سخت تدابیر کو بھی اُس کی اشاعت کو روکنے کے لئے مناسب اور مبنی بر انصاف سمجھا۔

بے دینی کے خلاف مختلف تدابیر

بیدینی کو روکنے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کی جاسکتی تھیں۔ اوّل پادریوں کے چال چلن کی اصلاح اور کلیسا میں خراب طریقوں کی ممانعت سے اُس بے چینی اور غیر اطمینان حالت کا انسداد ہوسکتا تھا جس کو اُس زمانہ کے مصنفین بیدینی کی پیدائش کا سبب قرار دیتے ہیں۔ لیکن اِنّوسینٹ سوم کی سعی جو کلیسا کی حالت درست کرنے

کیلئے کی گئی اور اسی غرض سے ایک بڑی کونسل روما میں ۱۲۱۵ء میں طلب کی گئی ناکام ثابت ہوئی۔

اندرونی اصلاح

اور اُس کے جانشین کے بیان کے مطابق معاملات بد سے بدتر ہو گئے۔

تلوار کے زور سے اخراج

دوسری ترکیب ایک مہم کو ترتیب دیکر باغیوں پر حملہ کرنا تھا اور اُن کو تلوار کے ذریعہ سے نیست و نابود کردینا تھا۔ یہ حکمتِ علی اُس وقت ممکن ہوسکتی تھی کہ بیدینوں کی بڑی جماعت کسی خاص ضلع میں ہوتی۔ جنوبی فرانس میں البی جنسیز اور والڈین سینس دونوں کے متبعین خصوصاً ٹولوس کے صوبہ میں بکثرت تھے۔ تیرہویں صدی کے آغاز میں اس حصۂ مملکت میں کھلم کھلا کلیسا کی تحقیر کی جاتی تھی اور بڑے بڑے طبقوں کے لوگ بھی بے دینی کی تعلیمات کی بہادرانہ حمایت کرتے تھے۔

البی جنسین کے خلاف صلیبی جنگ

اس مرفہ الحال سرزمین کے باشندوں کے خلاف انوسینٹ سوم[1] نے ۱۲۰۸ء میں ایک صلیبی جنگ کا وعظ کیا۔ ایک لشکرِ جرار سائمن ڈی مانٹ فورٹ کی ماتحتی میں شمالی فرانس سے روانہ ہو کر اس بدنصیب حصۂ ملک میں پہنچا اور تاریخ کی ایک بڑی خونریز اور نہایت بیرحم لڑائی کے بعد قاطبتہ سب کو ذبح کرکے بے دینی کو روک دیا۔ اُسی وقت اس جنگ نے تہذیب کی ترقی کو بھی روکا کیونکہ فرانس کے نہایت روشن خیال حصہ کی مرفہ الحالی کو برباد کردیا گیا تھا۔

محکمہ احتساب عقائد

تیسرا اور نہایت مستقل طریقہ حفاظت پوپ کی ماتحتی میں بے دینی کے خلاف ایک قسم کی عدالتوں کا قیام تھا جو بے دینی کے خفیہ معاملات کی ٹوہ لگاتی تھیں اور مجرموں کو سزا دیتی تھیں۔ یہ ماہرانِ فن کی عدالتیں جو اپنی تمام توجہ بیدینی کے کھوج لگانے اور بے دینوں کو سزا دینے میں صرف کرتی تھیں، مقدس انکیوزیشن (محکمہ احتساب عقائد) سے مرکب تھیں جس نے رفتہ

---

[1] اُس کے بیٹے نے ایک انگریزی خاتون سے شادی کرلی تھی چنانچہ وہ انگریز امرا کا سردار بن گیا اور اُسی نے اوّل اوّل عوام الناس کو پارلیمنٹ میں طلب کیا تھا۔ مؤلف۔

رفتہ رفتہ ایسی جنسین صلیبی جنگ کی شکل اختیار کرلی تھی۔ ہم ان عدالتوں کا ذکر کرنے کے لئے توقف نہیں کرسکتے جنہوں نے خصوصاً اسپین میں اپنے قیام کی دو صدیوں کے بعد مقدمات کی سماعت کی بعنوانی اور اُس بیرحمانہ سلوک سے، جو مشتبہ بے دینوں کے ساتھ طویل سزائے بید یا سخت سزاؤں کے ذریعہ سے اس امید پر کہ وہ اپنے جرم کے معترف ہوں گے یا دوسروں کو اُس میں شامل کرلیں گے کیا جاتا تھا محکمۂ احتساب عقائد کے نام کو بدنام کردیا ہے۔

اس خیال کے بغیر کہ اُن طریقوں کی جو استعمال کئے گئے حمایت کی جائے یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ ایسی عدالتوں کے افسران اکثر سچے اور ایماندار آدمی تھے جن کے احساسات نے انگلستان کے کسی ایسے جج سے غیر مشابہ نہ تھے جو سترہویں صدی میں کسی جادوگر کے مقدمہ کی سماعت کررہا ہو۔ انکویزیشن (محکمۂ احتساب عقائد) کا ضابطہ اُس زمانہ کی دنیاوی عدالتوں کے ضابطے سے زیادہ بیرحمانہ نہ تھا۔

کسی مشتبہ شخص کا یہ کہنا کہ وہ بیدین نہیں ہے قابلِ توجہ نہ تھا کیونکہ یہ تسلیم کرلیا گیا تھا کہ وہ قدرتاً اپنے قصور سے انکار کریگا جیسا کہ کوئی دوسرا مجرم کرتا ہے۔ پس ایک شخص کا اعتقاد اُس کے ظاہری افعال سے دیکھا جاتا تھا۔ لہذا ایک شخص محکمۂ احتسابِ عقائد کے ہاتوں میں صرف اس بنا پر پہنچ جاتا تھا کہ وہ کسی بے دین سے بلا خیال اس امر کے گفتگو کرتا ہوا پایا جائے کہ وہ کلیسا کی رسوم کی مناسب عزت و احترام نہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یا اُس کے خلاف اُس کے ہمسایے حاسدانہ شہادت دیدیں۔ واقعی محکمۂ احتساب عقائد کی اور اُس کے ضابطہ کی یہ نہایت خطرناک حالت تھی۔ اس نے قصہ کہانیوں کو یقین کیا اور نہایت بیرحمانہ طریقوں سے کام لیا اور اُن لوگوں کو سزائیں دیں جو نہایت سرگرمی کے ساتھ اس بات سے انکار کرتے تھے کہ اُن کے خیالات کلیسا کے خیالات سے مختلف ہیں۔

سزا یافتہ بیدین کی قسمت اگر مشتبہ شخص اپنے قصور کا اعتراف کرتا تھا اور اپنی بے دینی کے ترک کرنے کا حلف اُٹھاتا تھا اُس کا قصور معاف کردیا جاتا تھا اور پھر کلیسا میں داخل کرلیا جاتا تھا لیکن عمر بھر کی قید کا کفارہ اُس سے ادا کرایا جاتا تھا کیونکہ اُس کے ناگفتہ بہ گناہ کا یہی مناسب علاج تھا۔ اگر وہ بغیر توبہ

کے رہتا تھا تو وہ دنیاوی حکومت کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جاتا تھا یعنی کلیسا جس کا قانون اُس کو خون بہانے کی اجازت نہیں دیتا وہ مجرم کو دنیاوی حکومت کے حوالے کر دیتی تھی جو اُس کو مزید تحقیقات کے بغیر زندہ جلا دیتی تھی۔

فقیہوں کے طبقوں کا قیام

اب ہم زیادہ خوفناک اور مؤثر طریقہ کی طرف اپنی توجہ منعطف کرتے ہیں جو کلیسا نے اپنے مخالفین کے خلاف اختیار کیا اور جس کو کہا جا سکتا ہے کہ اسی سی کے سینٹ فرانسس نے دریافت کیا تھا۔ اُس کی تعلیمات اور اُس کی عمدہ زندگی کے نمونے نے غالباً کلیسا کی اطاعت کو بدستور روحوں میں جاگزیں کرنے کے لئے محکمہ احتساب عقائد کی تمام خوفناک اور مہیب ترکیبوں سے زیادہ کام لیا۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ کس طرح والڈین سینس نے دنیا کو سادہ زندگی بسر کرنے اور انجیل مقدس کا وعظ کرنے سے بہتر بنا دیا تھا۔ کلیسا کے حکام کی نفرت کی وجہ سے جنہوں نے انکی تعلیمات کو غلط اور خوفناک ظاہر کیا اُن کو اپنا کام کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ تاہم تمام نیک دل لوگ والڈین سینس سے متفق ہو گئے کہ دنیا سخت اور بُری مصیبت میں مبتلا ہے اس وجہ سے کہ پادری عدم توجہی سے کام لیتے ہیں اور مخرب اخلاق کام کرتے ہیں سینٹ فرانسس اور سینٹ ڈومینک نے اپنے زمانہ کی ضروریات کو ایک نئی قسم کے پادریوں کی جماعت ایجاد کر کے پورا کیا جو بھیک مانگنے والے بھائی یا سادھو تھے۔ اُسقفوں اور چھوٹے پادریوں سے جو کام نہیں ہوتا تھا وہ اُس کام کو کرتے تھے یعنی وہ ایثار نفس کی پاک زندگی بسر کرتے تھے۔ بے دینوں کے حملوں اور ملامتوں سے پختہ اعتقادات کی حمایت کرتے تھے اور لوگوں کو نئی روحانی زندگی کی طرف مائل کرتے تھے۔ ان فقیہوں یا فقراء کے طبقوں کی ایجاد قرون وسطیٰ کے نہایت اہم اور دلچسپ واقعات میں سے ہے۔

اسی سی کا سینٹ فرانسس ۱۱۸۲ء۔۱۲۲۶ء

تمام تاریخ میں سینٹ فرانسس سے زیادہ خوبصورت اور بامروت کوئی شخص نہیں ہے۔ وہ (غالباً ۱۱۸۲ء میں) اسی سی میں پیدا ہوا تھا جو وسطِ اٹلی میں ایک چھوٹا قصبہ ہے۔ وہ ایک متمول سوداگر کا بیٹا تھا اور اپنی نوجوانی کے عالم میں وہ

Marfat.com

نہایت فرحناک زندگی بسر کرتا تھا اور اپنے باپ کا روپیہ خوب خرچ کرتا تھا۔ وہ اُس زمانہ کے فرانسیسی قصص پڑھتا تھا اور اُن شجاع فوجی سرداروں کی نقل کرنے کے خواب دیکھا کرتا تھا جن کے حالات اُن قصوں میں تھے۔ اگرچہ اُس کے رفقا جنگی اور غیر محتاط تھے لیکن فرانسس کی ساخت میں ایک قسم کی نزاکت اور بہادری پائی جاتی تھی جس کی وجہ سے وہ سب خراب اور بیرحم چیزوں کو نفرت سے دیکھتا تھا۔ جب بعد ازاں اُس نے بخوشی فقیری اختیار کرلی، اُس کا موٹا جھوٹا لباس اُس وقت بھی ایک حقیقی شاعر اور بہادر کو ظاہر کرتا تھا۔

فرانسس اپنی عیش و عشرت کی زندگی اور اپنی وراثت کو خیر باد کہتا ہے اور ایک فقیر بن جاتا ہے

اس کی اپنی زندگی کی عیش و عشرت اور غربا کی خراب حالت کے موازنہ نے ابتداً اُسے بہت تکلیف پہنچائی۔ جب وہ تقریباً بیس برس کا تھا اور مزمن اور مہلک بیماری سے شفایاب ہوا تھا جس سے اُسکی فرحناک زندگی میں رکاوٹ ہوگئی تھی اور اُس کو غور کرنے کا موقع ملا تھا اُس نے یکایک اپنی قدیم دلچسپیوں کے شوق سے کنارہ کشی اختیار کی اور بھوکے ننگوں سے، اور سب سے بڑھکر یہ کہ کوڑھیوں سے میل جول رکھنے لگا۔ اب فرانسس چونکہ نازک بدن تھا اور نازونعم کا پلا ہوا، خاص طور پر ان بدنصیبوں کو نفرت سے دیکھتا تھا لیکن اُس نے اپنے آپ کو مجبور کیا کہ وہ اُن کے ہاتوں کو بوسہ دے گویا کہ وہ اُس کے دوست تھے اور اُن کے زخموں کو دھوتا تھا۔ پس اُس نے اپنے نفس پر قابو پایا اور پیشتر وہ جو اُسے بُرا اور تلخ معلوم ہوتا تھا خود اُس کے بیان کے مطابق خوشگوار اور اچھا ہوگیا۔

اُس کے باپ کو فقیروں سے کسی قسم کی محبت نہ تھی اور اُس کے اور اُس کے بیٹے کے درمیان تعلقات کشیدہ ہوتے گئے۔ جب آخرکار اُس نے اپنے نوجوان بیٹے کو اپنے ترکہ سے محروم کرنے کی دھمکی دی تو فرانسس خوشی سے اپنے تمام حقوق دربارہ وراثت چھوڑنے پر آمادہ ہوگیا۔ اپنے کپڑے اُتار کر اور انہیں اپنے باپ کو واپس دیکر اُس نے ایک مالی کے پُرانے کپڑے پہن لئے اور بے خانماں فقیر بن گیا اور اُسی بستی کے قریب کی گرجا کی دوبارہ تعمیر میں جو کھنڈر بن گئی تھی مصروف ہوگیا۔

Marfat.com

وہ یقین کرتا تھا کہ اُس نے آسمان سے براہ راست پیغام حاصل کیا۔

ایک دن فروری ۱۲۰۸ء میں جبکہ وہ پادری کی نماز سُن رہا تھا' پادری نے اُس کی طرف اتفاق سے مخاطب ہو کر پڑھا " اور جب تم سفر کرتے ہو' وعظ کرو یہ کہکر کہ آسمانی بادشاہت قریب ہے۔ تم کوئی سونا' چاندی یا پیتل اپنی تھیلیوں میں نہ ڈالو' اپنے سفر کے لئے کوئی تھیلا نہ لو' نہ دو کوٹ لو' نہ جوتے پہنو' نہ ڈنڈا لو کیونکہ مزدور صرف غذا کھانے کا مستحق ہے"۔ اُمیدوار فرانسس کو یہ خود حضرت عیسیٰ کا جواب اُس کی خواہشات رہنمائی کے بارہ میں محسوس ہوا۔ اُس نے اپنی چھڑی پھینک دی' جھولی پھینک دی اور جوتے نکال ڈالے اور اس کے بعد مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ لفظاً اور معنیاً حواریوں جیسی زندگی لبسر کریگا۔

فرانسس وعظ کرنا شروع کرتا ہے اور بہت سے اُس کے تابعین ہوتے ہیں

اُس نے سادگی کے ساتھ وعظ کرنا شروع کیا اور بہت جلد اُس کے ایک متمول ہموطن نے ٹھان لی کہ سب کچھ فروخت کر کے خیرات کر دوں اور فرانسس کی مثال کی تقلید کروں۔ دیگر اشخاص نے بھی جلد انکا ساتھ دیا اور یہ خوش باش تابعین جو دنیاوی تفکرات سے آزاد تھے اور اپنے آپ کو خدا کی محبت کے نشہ سے سرشار کرتے تھے ننگے پاؤں سفر کرتے تھے اور بغیر کسی معاوضہ کے وسط اٹلی میں انجیل مقدس کا وعظ کرتے ہوئے پھرتے تھے۔ جن لوگوں سے انہیں سابقہ پڑا اُن میں سے بعض" اُن کے مواعظ خوشی سے سنتے تھے اور بعض اُن پر ہنستے تھے اور زیادہ تعداد اُن سے بکثرت سوالات کرتی تھی" تم کہاں سے آتے ہو" "تم کس طبقہ میں داخل ہو" اور اگرچہ بعض اوقات اُن کو جواب دینا ناگوار گزرتا تھا وہ سادگی سے کہدیتے تھے "ہم تابعین ہیں اور شہر اسی سی کے باشندے ہیں"۔

وہ پوپ کی پسندیدگی کی جستجو کرتا ہے اور اُسے حاصل کرتا ہے

جب فرانسس نے مع اپنے ایک درجن تابعین کے ۱۲۱۰ء میں پوپ سے درخواست کی کہ وہ اُس کی تجویز کو پسند کرے' اِن نوسینٹ سوم نے تامل کیا۔ اُس کو یہ یقین نہ تھا کہ کوئی شخص بالکل ناداری کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ پھٹے پرانے کپڑے پہننے والے خانہ بدوش اشخاص متمول اور آرام دہ پادریوں کی زندگی سے بالکل مختلف حالت اختیار کر کے کلیسا پر اعتراض کرنے لگیں۔ لیکن اگر اُس نے راہبانہ

زندگی ناپسند کی تو وہ گویا حضرت مسیحؑ کی ہدایات جو انہوں نے اپنے حواریوں کو کی تھیں ناپسند کرتا ہے۔ آخر کار اُس نے یہ طے کیا کہ وہ انہیں اپنی زبانی منظوری دیدے اور "برادران" کو اجازت دیدے کہ وہ اپنا کام جاری رکھیں۔ اُن کو سر منڈانا پڑتا تھا اور اِس طریقہ سے وہ رومن کلیسا کے روحانی دائرہ میں داخل ہو جاتے تھے۔

انہوں نے اشاعت مذہبی عیسوی کا کام اختیار کیا

سات سال بعد جب فرانسس کے تابعین کی تعداد میں بہت اضافہ ہو گیا، اشاعت مذہب عیسوی کا کام بڑے پیمانہ پر شروع ہوا اور یہ "برادران" جرمنی، ہنگری، فرانس، اسپین اور شام میں بھی بھیجے گئے۔ اِس کے بعد فوراً ہی ایک انگریزی مورخ نے اپنے ملک میں ان ننگے پاؤں پھرنے والے آدمیوں کی آمد کا حال تعجب سے لکھا ہے کہ وہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے اور کمر سے رسیاں باندھے ہوئے آئے اور مذہب عیسوی کے لحاظ سے اُن کو خیالِ فردا قطعی نہ تھا کیونکہ وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ اُن کا آسمانی باپ اُن کی ضروریات سے واقف ہے اور وہ اُن کو اُن کے واسطے مہیا کر دیگا۔

فرانسس کی یہ خواہش نہ تھی کہ وہ ایک طاقتور فرقہ کی بنیاد رکھے

ان فقیروں کے ساتھ جو بُرا برتاؤ اُن کے دور دراز سفر میں کیا گیا اُس نے مجبور کیا کہ وہ پوپ سے درخواست کریں کہ اُن کو اِس مضمون کی چٹھی دیدیا کرے کہ دیندار وں کو چاہیئے کہ اُن کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کریں کیونکہ وہ نیک ہیں اور کیتھولک مذہب کے پابند ہیں۔ پوپ سے بے انتہا مراعات حاصل کرنے کی یہ ابتدا تھی لیکن فرانسس کو یہ دیکھکر رنج ہوا کہ اُس کے رفقاء کا چھوٹا دستہ ایک بڑا اور طاقتور طبقہ ہو گیا۔ اُس نے پہلے ہی سے یہ سمجھ لیا کہ وہ جلد اپنی سادہ اور مقدس زندگی بسر کرنا ترک کر دینگے اور حریص اور غالباً متمول ہو جائیں گے۔ وہ لکھتا ہے "میں چھوٹا بھائی فرانسس حضرت عیسیٰؑ کی ناداری کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں اور اِس پر آخر تک کاربند رہوں گا اور میں تم سب سے درخواست کرتا ہوں اور تم سب سے باصرار کہتا ہوں کہ یہ نہایت مقدس زندگی ناداری کی بسر کرو اور اسکا خیال رکھو کہ کبھی تم اِس سے علیحدہ نہ ہو خواہ تمہیں کوئی کیسی ہی اصلاح دے اور اپنی تعلیمات سے آگاہ کرے"۔

فرانسس بادل ناخواستہ اپنے فقراء کی رہنمائی کے لئے ایک نیا قاعدہ بناتا ہے

فرانسس نے رنج کے ساتھ ایک نیا اور زیادہ واضح نظام بنایا جو چند انجیل مقدس کی آیات کی بناء پر تھا اور جس کو ابتداءً وہ اپنے ہمراہ اپنی رہنمائی کے لئے لایا تھا بہت سی ترمیمات کے بعد تاکہ پوپ اور کارڈنل پادریوں کے خیالات کے موافق اور مناسب ہو جائے، فرانسس کا قاعدہ ہانوریس سوم نے (۱۲۲۳ء) منظور کر لیا۔ اس نظام باقاعدہ میں تحریر ہے کہ "برادران اپنے لئے کوئی چیز استعمال نہ کریں گے خواہ مکان ہو یا کوئی جگہ ہو یا کوئی اور چیز ہو۔ البتہ زائرین کی حیثیت سے رہیں گے اور اس دنیا میں مسافرانہ زندگی بسر کریں گے، ناداری کی حالت میں رہیں گے اور عاجزانہ طور پر خدا کی عبادت کرینگے اور دیانت کے ساتھ خیرات حاصل کریں گے اور ان کو اس حالت سے شرمانے کی کچھ حاجت نہیں، کیونکہ مالک حقیقی نے ہمارے واسطے اپنے آپ کو اس دنیا میں غریب اور ناداری رکھا" تاہم فقیروں کو اگر ان سے ہو سکے محنت کرنی چاہیئے بشرطیکہ خیراتی اور مذہبی خدمات سے انہیں ایسا کرنے کے لئے وقت ملے۔ اُن کو اس محنت کا معاوضہ خود اپنی یا اپنے بھائیوں کی ضرورت پورا کرنے سے ملے گا لیکن اُن کو کوئی سکہ یا روپیہ کبھی نہیں دیا جائے گا۔ وہ لوگ جوتی پہن سکتے ہیں جو بغیر اُس کے سفر نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے لباس کو تھیلوں کے ٹکڑوں اور دوسرے پیوندوں سے درست کر سکتے ہیں۔ اُن کو اپنے سردار کی کورانہ اطاعت کرنی چاہیئے۔ انکو شادی کی اجازت نہیں اور نہ وہ اس طبقہ کو ترک کر سکتے ہیں"۔

سینٹ فرانسس کی وفات (۱۲۲۶ء) کے بعد اس طبقہ کے بہت سے لوگ جنکی تعداد اب کئی ہزار ممبران تک پہنچ گئی تھی نہایت ناداری کے سادہ اُصول کو قائم رکھنا چاہتے تھے لیکن بعض ممبران معہ اپنے نئے سردار کے یہ یقین کرتے تھے کہ دولت کے ذریعہ سے بہت کچھ نفع پہنچایا جا سکتا ہے جس کو لوگ انہیں دینے کے لئے تیار تھے۔ انہوں نے یہ بحث اٹھائی کہ منفرداً فقراء اب بھی بالکل کسی چیز کی ملکیت کے بغیر رہیں گے اگرچہ یہ فرقہ خوبصورت گرجائیں اور آرام دہ خانقاہیں بھی بنا لے۔ اسی ہی میں ایک نہایت شاندار گرجا تعمیر کی گئی تاکہ اُس میں اُن کے خاکسار بانی کی ہڈیاں دفن کر دی جائیں جس نے اپنی زندگی میں ایک سنسان غار اپنی سکونت کے لئے اختیار کیا تھا چنانچہ کلیسا

میں ایک بڑا صندوق نذریں جمع کرنے کے لئے رکھا گیا۔

سینٹ ڈومی نیک

سینٹ ڈومی نیک (۱۱۷۰ء میں پیدا ہوا) جو دوسرے بڑے فقراء کے طبقہ کا بانی تھا اور فرانسس کی طرح ایک سیدھا سادہ غیر پادری نہ تھا۔ وہ پادری تھا اور اُس نے اسپین کی ایک یونیورسٹی میں دس برس تک باقاعدہ دینیات کا درس لیا تھا پھر وہ (۱۲۰۵ء) اپنے اسقف کے ہمراہ جنوبی فرانس میں آیا جبکہ ایلبی جنیسز کی صلیبی جنگ شروع ہونے والی تھی اور وہ بے دینی کے عام ہونے سے نہایت متاثر ہوا۔ اتفاق سے اُس کا میزبان ٹولوس میں ایلبی جنسین تھا اور ڈومی نیک نے اُس کو اپنا ہم خیال بنانے میں رات بسر کی۔ تب اُس نے اُسی موقع پر مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ اپنی زندگی بیدینی کے اخراج کے لئے وقف کر دیگا۔ اُس کا جو کچھ مختصر حال ہم کو معلوم ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مستقل ارادہ کا آدمی تھا اور گہرے مذہبی خیالات رکھتا تھا اور مذہب عیسوی کے جوش و خروش سے سرشار تھا لیکن خوش مزاج اور نرم دل تھا اور اُس کا برتاؤ نہایت ملائم تھا۔

ڈومی نیک فرقہ کا قائم ہونا

۱۲۱۴ء تک صرف چند ہمدرد اشخاص یورپ کے مختلف حصص سے ڈومی نیک کے شریک حال ہوئے تھے اور انہوں نے اِن نوسینٹ سوئم سے التجا کی تھی کہ وہ اُن کے نئے فرقہ کی بھی منظوری دیدے۔ پوپ نے پھر تامّل کیا لیکن کہا جاتا ہے کہ اُس نے ایک خواب دیکھا جس میں اُس نے بڑی لاطینی رومن کلیسا کو زوال پذیر دیکھا جو بالکل گرنے کے قریب تھی اگر ڈومی نیک اُسکو اپنے کندھوں سے سہارا نہ دیتا۔ پس اُس نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ نیا فرقہ ایک زمانہ میں ممکن ہے پوپ کی طاقت کا بڑا معین و مددگار ثابت ہو چنانچہ پوپ نے اُس کو اپنی منظوری عطا کر دی۔ ڈومی نیک نے جس قدر جلد ممکن ہو سکا اپنے تابعین کو جو صرف سولہ تھے دنیا کو فرشتہ صفت بنانے کے لئے بھیجا بالکل اُسی طرح جس طرح فرانسسکنس (تابعین فرانسس) نے اپنے پہلے سفر اشاعت مذہب کے لئے کئے تھے۔ ۱۲۲۱ء تک ڈومی نیکن فرقہ کامل طور پر مرتب ہو گیا اور اُس کی ساٹھ خانقاہیں مغربی یورپ میں مختلف مقامات پر موجود تھیں۔ "یورپ بھر میں پیدل سفر کرتے ہوئے، سخت گرمی یا جاڑے میں، روپیہ کی خیرات لے انکار کرتے ہوئے لیکن معمولی غذا شکریہ کے ساتھ

قبول کرتے ہوئے جو مسافر کے سامنے رکھدی جائے، صبر و تحمل کے ساتھ بھوک برداشت کرتے ہوئے فردا کا کچھ خیال نہ کرتے ہوئے، لیکن روحوں کو شیطان سے چھڑانے کے کام میں ہمیشہ مصروف اور روزانہ زندگی کے ذلیل و پست تفکرات سے آدمیوں کو بلند کرتے ہوئے، اُن کی کمزوریوں کا مداوا کرتے ہوئے اور اُن کے سیاہ قلوب کو "آسمانی نور سے منور کرتے ہوئے" (لی صاحب)۔ اس طریقہ سے ابتدائی فرانسسکنس اور ڈومی نیکنس نے لوگوں کی محبت اور احترام کو حاصل کیا۔

پرانے طبقوں اور فقرا میں موازنہ

بینی ڈکٹن راہبوں کے برعکس ہر ایک فقیر نہ صرف اپنی خاص خانقاہ کے سردار کے زیر فرمان تھا بلکہ تمام طبقہ کے سردار کے بھی ماتحت تھا۔ وہ ایک فوجی سپاہی کی طرح ہر کام پر جیسی ضرورت ہو اپنے کمانڈر کے حکم سے بھیجا جا سکتا تھا۔ فقرا واقعی اپنے آپ کو "حضرت مسیحؑ کے سپاہی" سمجھتے تھے۔ دنیا سے علیحدہ ہو کر عرفان کی زندگی بسر کرنے کی بجائے جیسا کہ ابتدائی راہب کرتے تھے اُن کو عادی کیا گیا تھا اور اُن سے یہ توقع کیجاتی تھی کہ وہ انسانوں کے تمام طبقوں سے میل جول رکھیں۔ اُن کو نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ اپنے برادران نوع کو قعر دوزخ سے بچانے کے لئے سب کچھ قربان کرنے اور ہر قسم کی تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا پڑتا تھا۔

ڈومی نیکنس اور فرانسسکنس میں موازنہ

ڈومی نیکنس وعظ کرنے والے فقرا کہلاتے تھے اور اُن کو دینیات کی عمدہ تعلیم دیجاتی تھی تاکہ بے دینوں کے دلائل کو عمدہ طور پر رد کر سکیں۔ پوپ نے انکو اِن کیوزیشن کا خاص کام سپرد کر دیا تھا۔ انہوں نے ابتدا میں اپنا اثر یونیورسٹیوں پر قائم کرنا شروع کر دیا تھا اور دو نہایت ممتاز فاضل دینیات اور تیرھویں صدی کے عالم البرٹس میگنس اور تھامس ایکی ناس ڈومی نیکنس تھے۔ برعکس اِس کے فرانسسکنس میں ہمیشہ ایک معتدبہ فریق ایسا تھا جو علمیت کو شبہ کی نظر سے دیکھتا تھا اور جو ڈومی نیکنس کی نسبت بالکل نادار رہنے کا زیادہ متمنی رہتا تھا۔ لیکن بحیثیت مجموعی فرانسسکنس نے ڈومی نیکنس کی طرح دولت کو قبول کر لیا جو انہیں ملی اور انہوں نے بھی یونیورسٹیوں میں ممتاز اہل علم بھیجے۔

نئے طبقوں کی اہمیت اور انکا اثر

اِن نئے طبقوں کی اہمیت کو پوپ نے فوراً تسلیم کر لیا۔ اُس نے

Marfat.com

اُن کو متواتر حقوق مرحمت کئے جس سے وہ اُسقفوں کے تمام قبضہ و اقتدار سے باہر ہوگئے اور بالآخر یہ اعلان کر دیا کہ وہ صرف اپنے قوانین کے پابند ہیں گے۔ ایک بات اس سے بھی زیادہ اہم تھی وہ یہ کہ ان کو یہ حق بھی دیدیا گیا کہ وہ اگر پادری ہوں تو کھانے کی مقدس رسم کو ہر جگہ منا سکتے ہیں اور چھوٹے پادریوں کی معمولی خدمات کو بجا لا سکتے ہیں اور وعظ کر سکتے ہیں مثلاً ان کو اختیار ہے کہ وہ اقرار گناہ سنیں، گناہگاروں کو گناہ سے معافی دیں اور مُردوں کو دفن کریں۔ فقراء ہر گرجا میں جاتے تھے اور بہت سے چھوٹے پادریوں کی بجائے وہ خود کام کرتے تھے۔ غیر پادری اُن کو دنیاوی پادریوں سے زیادہ مقدس سمجھتے تھے اور اس لئے انکی نمازوں اور دعاؤں کو زیادہ بابرکت سمجھتے تھے۔ بمشکل سے چند شہر ہوں گے جو بغیر بھورے فقراء (یعنی تابعین فرانسس) یا سیاہ فقراء (یعنی تابعین ڈومی نیک) کے گھروں کے ہوں۔ تقریباً تمام شہزادے ایک ڈومی نیکن یا فرانسسکن پادری رکھتے تھے جن کے سامنے وہ اقرار گناہ کرتے تھے۔

دنیاوی پادریوں کی مخالفت | یہ کہنا ضروری نہیں ہے کہ دنیاوی پادریوں نے اس مداخلت سے بہت بُرا مانا۔ انہوں نے بار بار پوپ سے درخواست کی کہ وہ ان طبقوں کو موقوف کر دے یا کم از کم ان کو روک دے کہ وہ چھوٹے پادریوں کے صرفہ پر اپنے آپ کو متمول نہ بنائیں، لیکن اُن کو کوئی قابلِ اطمینان جواب نہ ملا۔ ایک مرتبہ پوپ نے نہایت آزادی سے کارڈنل پادریوں، اُسقفوں اور چھوٹے پادریوں کے ایک بڑے وفد سے کہا کہ یہ خاص انکی بیکار اور دنیاوی زندگی ہے جس نے اپنے برادران "فقراء" سے نفرت کرنے پر آمادہ کیا۔ وہ دصیتوں کو جو اُنہیں مرنے والوں سے حاصل ہوتی ہیں خدا کی عظمت کے لئے صرف کرتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ عیش و عشرت میں اُنہیں ضائع کریں۔

ان طبقاتِ فقراء میں نہایت ممتاز اور قابل اشخاص بھی شریک ہوگئے تھے۔ ان میں عالم مثل تھامس اکی ناس کے تھے، مصلح مثل سیونرولا کے تھے، صناع مثل فرا اینجلیکو اور فرا بارٹو لومیو کے تھے اور سائینس داں مثل راجر بیکن کے تھے۔ تیرہویں صدی کی مشغول دنیا میں فقراء سے زیادہ کوئی اور فرقہ بھلائی کرنے کے لئے چست و چالاک نہ تھا۔ لیکن اُن کی خانہ بدوش زندگیاں

Marfat.com

جو کلیسا کے معمولی قبضہ و اقتدار سے آزاد تھیں اور وہ دولت جو اُن پر برستی تھی بہت سی ترغیبات دلاتی تھیں جن کا وہ زیادہ عرصہ تک مقابلہ نہ کر سکے ۔ بونادین ٹیورا جو ۱۲۵۶ء میں فرانسسکن طبقہ کا سردار بنایا گیا تھا تسلیم کرتا ہے کہ عام نفرت ، حرص ، کاہلی اور اُس کے مخرب اخلاق ممبروں کی بدکاری سے پیدا ہو گئی تھی اور نیز اُن کے بہ جبر دستِ سوال نے جس نے مسافر کے لئے ایک فقیر کو لٹیرے سے زیادہ تکلیف دہ بنا دیا تھا اُن کو نفرت انگیز کر دیا تھا ۔ تاہم فقرا ر کو معمولی پادریوں پر امیر و غریب سب یکساں طور پر ترجیح دیتے تھے ۔ درحقیقت انھیں کی بدولت نہ کہ دنیاوی پادریوں کی وجہ سے شہر اور دیہات میں دونوں جگہ مذہبی زندگی قائم رہی اور اُس کو ترقی ہوئی ۔

Marfat.com

باب ہژدہم

دیہاتی اور شہری زندگی

قرونِ وسطیٰ کے آدمیوں کی زندگی کا حال بہت کم معلوم ہے

نئے علم الاقتصاد کی ترقی کے وقت سے، قرونِ وسطیٰ کے کاشتکار، تاجر اور صناع کی حالت اور عادات وخصائل معلوم کرنے میں مورخ بہت زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے خواہ کتنی ہی تلاش وجستجو کیوں نہ کی جائے ہم کو پانچویں یا چھٹی صدیوں کے لوگوں کا حال جو وحشیوں کے حملوں کے بعد گزریں صحیح صحیح اور مکمل طور پر معلوم نہیں ہوسکتا۔ قرونِ وسطیٰ کے کسی مورخ کے دل میں یہ بات کبھی نہ گزری کہ وہ اپنے گردوپیش کی اشیاء کا حال تحریر کرے مثلاً کس طریقہ سے کاشتکار رہتے تھے اور کس طرح وہ آراضی کو جوتتے اور بوتے تھے۔ صرف بڑے بڑے اشخاص اور متحیر کردینے والے واقعات نے اُس کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کیا۔ تاہم قرونِ وسطیٰ کی دیہاتی ریاستوں اور شہروں کا اِس قدر حال معلوم ہے کہ عام تاریخ کے طالب علم کے واسطے اُن کو اہم مضمون بنانے کے لئے کافی ہے۔

ابتدائی عہد وسطیٰ کی شہری زندگی کی غیر اہمیت

بارہویں صدی سے قبل مغربی یورپ میں شہری زندگی کچھ نہ تھی۔ رومیوں کے شہروں کی آبادی جرمن حملوں سے پیشتر کم ہوتی جارہی تھی اُس بدامنی نے جو حملوں کے بعد پھیلی اُن کے فوری زوال میں مدد دی اور وہ کثیر تعداد میں بالکل معدوم ہوگئے۔ شہر جو باقی رہے اور ایسے نئے شہر جو آباد ہوئے مورخوں کے نزدیک عہدِ وسطیٰ میں کوئی اہمیت نہ رکھتے تھے۔ پس ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ تھیوڈرک سے لیکر فریڈرک باربروسا (سُرخ ریش) تک انگلستان، جرمنی اور شمالی ووسطی فرانس کا کثیر التعداد حصۂ آبادی گانوں میں رہتا تھا یعنی اُن بڑی

ڑی ریاستوں میں جو فیوڈل رؤسا، ایبٹ اور اسقفوں[۵] کے قبضہ میں تھیں۔

ریاست یا بڑا گاؤں | یہ عہدِ وسطیٰ کی ریاستیں وِل یا مینر کہلاتی تھیں اور رومی قریوں سے جن کا ذکر ایک پہلے باب میں کیا جا چکا ہے بہت زیادہ مشابہ تھیں۔ ریاست کا ایک جزو رئیس اپنے استعمال کے لئے خاص کر لیتا تھا اور باقی حصّہ کاشتکاروں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا اور وہ عام طور پر بڑی بڑی قطعات ہوتے تھے جنہیں سے ہر کاشتکار کئی ایک پر جو قریہ کے ادھر اُدھر ہوتے تھے قابض ہوتا تھا۔ کاشتکار عام طور پر سرف کہلاتے تھے جو کھیتوں کے مالک نہیں ہوتے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اراضی سے اُس وقت تک محروم نہیں کئے جا سکتے تھے جب تک کہ وہ اپنے رئیس کا کام کرتے رہیں اور کچھ واجبات اُس کو ادا کرتے رہیں۔ وہ اراضی سے متعلق ہوتے تھے اور جب جائداد منتقل ہو جاتی تھی تو وہ بھی اُسی کے ساتھ چلے جاتے تھے۔ یہ سرف اُن کھیتوں کو بھی جو اُن کا آقا اپنے لئے محفوظ کر لیتا تھا جوتتے اور بوتے تھے اور اُن کی پیداوار کو اُس کے لئے جمع کرتے تھے۔ وہ اپنے آقا کی مرضی کے بغیر شادی نہیں کر سکتے تھے۔ اُنکے بیوی اور بچے ایسے کام انجام دیتے تھے جنکی دارالریاست میں ضرورت ہوتی تھی۔ زنانخانوں میں سرف کی لڑکیاں کاتنے، بننے، سینے، پکانے اور شراب بنانے میں مصروف رہتی تھیں اور اس طرح کپڑے، خوراک اور شراب تمام فرقہ کے استعمال کے لئے تیار ہو جاتی تھی۔

سرف کی ذمہ داریاں | ریاستوں کے قدیم حالات سے جن میں اس امر کی پوری کیفیت مندرج ہی کسی فرقہ کے ہر فرد پر اُس کے آقا کی کیا کیا خدمات واجب تھیں ہم کو نہایت واضح طور پر سرف کی حالت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ پیٹر بارو کا ایبٹ ایک ریاست کا مالک تھا جس پر بہیو ملر اور دیگر سترہ سرف جو نام بنام درج ہیں تمام سال ہر ہفتہ میں تین روز اُس کا کام کرتے تھے لیکن بڑے دن کا ہفتہ، ایسٹر کا ہفتہ اور روہٹ سن ٹائڈ کا ہفتہ معاف تھا۔ ہر سرف اپنے آقا ایبٹ کو ایک بُشل

---

[۵] اٹلی اور جنوبی فرانس میں شہری زندگی بلا شبہ زیادہ عام تھی۔ مؤلف۔

Marfat.com

گیہوں اور اٹھارہ بوری جو، تین مرغیاں اور ایک مرغ ہر سال دیتا تھا اور ایسٹر کے موقع پر پانچ بیضے اُس کے حوالے کرتا تھا۔ اگر وہ اپنا گھوڑا دس شلنگ (معہ) سے زائد کو فروخت کرتا تھا تو وہ چار پنیں (۴) ایبٹ مذکور الصدر کو دیتا تھا۔ دیگر پانچ سرف جن کا نام بیان کیا گیا ہے اُس سے نصف اراضی پر قابض تھے جسقدر کہ اراضی ہیو اور اُس کے دیگر رفقا کے پاس تھی اور وہ تمام صورتوں میں اُن سے نصف خدمت اور نصف ادائیگی کرتے تھے۔

بعض اوقات کسی ریاست میں بہت کم ایسے آدمی ہوتے تھے جو کاشتکاروں کی بڑی جماعت سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔ ریاست اور گرجا کے حدود بعض اوقات ایک دوسرے پر منطبق ہو جاتے تھے ایسی صورت میں ایک پادری ہوتا تھا جو منتشر طور پر چند ایکڑ زمین رکھتا تھا اور اُس کی حیثیت قدرتاً اُس کے گردوپیش کے لوگوں سے برتر و فائق ہوتی تھی۔ اُس کے بعد آٹا پیسنے والا جو میدہ پیستا تھا اور ایک معقول رقم رئیس کو ادا کرتا تھا عام طور پر اپنے ہمسایوں سے بہتر ہوتا تھا اور یہی حال لوہار کا بھی تھا۔

ریاست بیرونی دنیا سے آزاد ہوتی تھی

ریاست کی ممتاز خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بقیہ دنیا کی محتاج نہ تھی۔ جو کچھ اُس کے افراد کو ضرورت ہوتی تھی وہ خود تمام ضروری اشیا پیدا کرتی تھی اور اُن لوگوں سے مراسلت کئے بغیر جو اُس کی سرحدوں پر رہتے تھے ایک لامحدود زمانہ تک قائم رہ سکتی تھی۔ روپیہ کے بغیر سب کاروبار چلتے تھے۔ کیونکہ کاشتکاران اپنے رئیس کو کھیتوں کی پیداوار اور محنت کے ذریعہ سے جو کچھ اُس کا واجب ہوتا تھا ادا کر دیتے تھے۔ نیز وہ ایک دوسرے کی ضروری امداد کر دیتے تھے اور اُن کو کسی شے کی خرید و فروخت کا موقع ہی نہ پڑتا تھا۔

کاشتکاروں کی زندگی کی بدمزہ یکسانیت اور مصیبت

کسی شخص کے لئے اپنی حالت بہتر کرنے کا قریب قریب کوئی موقع نہ تھا اور دیہات کے ایک حصۂ اعظم میں زندگی ایک اکتا دینے والے قاعدہ پر نسلاً بعد نسلٍ جاری تھی۔ زندگی نہ صرف بے لطف یکسانی پر مبنی تھی بلکہ یہ ایک قسم کی مصیبت بھی تھی۔ خوراک بہت معمولی اور خراب تھی اور مختلف اقسام کی غذائیں نہیں ہوتی تھیں کیونکہ کاشتکار یہ تکلیف نہیں گوارا کرتے تھے کہ وہ نئی نئی ترکاریاں بوئیں۔ مکانات میں عموماً صرف ایک کمرہ ہوتا تھا

جس میں صرف ایک چھوٹی کھڑکی ہوتی تھی اور اُس سے کافی روشنی نہیں آتی تھی اور کوئی انگیٹھی بھی نہیں ہوتی تھی۔

تاہم ایک دوسرے کی مدد کے انحصار نے ایک برادرانہ برتاؤ اور باہمی امداد کی روح ہر گروہ میں پیدا کردی تھی۔ یہ بیرونی دنیا سے نہ صرف علیحدہ فرقہ تھا بلکہ اُس کے افراد ہمیشہ اپنے ملے جلے کھیتوں کی وجہ سے، ایک گرجا میں نماز پڑھنے کی وجہ سے اور ایک آقا کے محکوم ہونے کی وجہ سے

عدالت الریاست

متحد رہتے تھے۔ تمام آدمیوں سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ کچہری میں حاضر ہوں جو ہر ریاست میں ہوتی تھی جہاں کہ ریاست کا کام آقا کے نمائندہ کی نگرانی میں انجام دیا جاتا تھا۔ مثلاً یہاں جھگڑے طے کئے جاتے تھے، ریاست کے رواجات کے توڑنے کی سزائیں جرمانے کئے جاتے تھے اور قطعاتِ اراضی کو دوبارہ تقسیم کرنے کا کام عمل میں آتا تھا۔

سرف ایک گھٹیا کاشتکار تھا جو اپنی زندگی اُس وقت تک قائم رکھ سکتا تھا جب تک کہ اراضی بکثرت ہو

سرف معمولی طور پر ایک گھٹیا کاشتکار اور ادنیٰ درجہ کا کاریگر تھا۔ وہ زمین کو بہت خراب طریقہ سے کاشت کرتا تھا اور نتیجتاً اُسکی پیداوار بھی گھٹیا اور کم ہوتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے کاشتکار اسی وقت تک رہ سکتے تھے جب تک کہ اراضی بکثرت دستیاب ہوتی رہے لیکن بارھویں اور تیرھویں صدی میں مغربی یورپ میں مستقل طور پر آبادی میں اضافہ ہونا شروع ہوا۔ پس سرف کاشتکاروں کا وجود بھی قدرتی طور پر معدوم ہونے لگا۔ کیونکہ آبادی میں اس قدر اضافہ ہونا شروع ہوا کہ جن کھیتوں کو بے پروائی سے کاشت کیا جاتا تھا وہ روزافزوں آبادی کی خوراک کو مہیا نہیں کرسکتے تھے۔

مبادلۂ اشیاء کی جگہ لین دین نے لی

بارھویں اور تیرھویں صدیوں میں روپیہ کے بکثرت استعمال نے جو تجارت اور صنعت وحرفت کی ترقی کے ساتھ ساتھ آیا ریاست کے معاملات کو درہم وبرہم کردیا۔ مبادلۂ اشیاء کا پرانا طریقہ جو روپیہ کی مدد کے بغیر جاری تھا معدوم ہونے لگا۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا نہ آقا اور نہ سرف قدیم ابتدائی انتظام سے مطمئن رہے جس نے سٹارلمین کے زمانہ میں اُسوقت کی ضروریات کو باحسن وجوہ پورا کیا تھا۔ ایک طرف تو سرف نے قرب وجوار کے شہروں کی منڈیوں

میں پیداوار کو فروخت کر کے روپیہ حاصل کرنا شروع کیا، انہوں نے اس کو زیادہ نفع کی چیز سمجھا کہ وہ کچھ روپیہ بجائے اس کے کہ اپنے آقا کے لئے کچھ دنوں کام کریں ادا کر دیا کریں کیونکہ اس صورت میں وہ اپنی تمام توجہ اپنے کھیتوں کی طرف مبذول کر سکتے تھے۔ دوسری طرف مالکانِ اراضی نے اس میں اپنا نفع سمجھا کہ وہ اپنے کاشتکاروں کی خدمات کے بجائے روپیہ وصول کر لیا کریں۔ اس روپیہ سے زمیندار اپنے کھیتوں کی کاشت کے لئے مزدوروں کو اُجرت پر رکھ سکتا تھا اور اُن عیش و عشرت کے سامان کو جو تجارت کی افزونی سے اُس کی نظر کے سامنے آتے تھے خرید سکتا تھا۔ پس یہ اِس طرح واقع ہوا کہ آقاؤں نے رفتہ رفتہ اپنے کاشتکاروں پر اپنا قبضۂ و اقتدار کم کرنا شروع کیا اور اب سرف آزاد آدمی سے جو اپنی اراضی کے لئے باقاعدہ لگان[1] ادا کرتا تھا مشکل سے ممیز ہو سکتا تھا۔ ایک سرف کسی شہر کو فرار ہو کر اپنی آزادی حاصل کر سکتا تھا۔ اگر وہ ایک سال اور ایک دن تک چھپا رہتا تھا یا اُس کا آقا اُس کا تعاقب نہ کرتا تھا تو وہ آزاد آدمی ہو جاتا تھا۔

سرف کا معدوم ہونا

مغربی یورپ میں سرف کا آہستہ آہستہ معدوم ہونا بارہویں صدی کے آغاز سے شروع ہوتا ہے۔ تیرہویں صدی کے اختتام کے قریب فرانس میں ایک بہت عام آزادی ہو گئی تھی (اور انگلستان میں اس کے کچھ عرصہ بعد) اگرچہ اُس وقت تک بھی فرانس میں کچھ سرف موجود تھے جب ۱۷۸۹ء میں انقلابِ عظیم برپا ہوا۔ اس بارہ میں جرمنی اور بھی پھسڈی ملک تھا۔ ہم کاشتکاروں کو اپنی بدنصیب حالت کے خلاف لوتھر کے زمانہ میں بغاوت کرتے ہوئے پاتے ہیں اور انیسویں صدی کے آغاز تک پروشیا میں سرف آزاد نہیں کئے گئے تھے۔

شہری زندگی کی اہمیت

اس کہنے کی حاجت نہیں ہے کہ مغربی یورپ میں بتدریج شہری زندگی کا دوبارہ جنم لینا تاریخ کے طالب علم کے لئے نہایت دلچسپ ہے۔ یہ شہر یونانی اور رومی تہذیب کے مرکز بن گئے تھے اور خاص ہمارے زمانہ میں بھی یہ دنیا کے تجارتی اغراض، شائستگی اور زندگی پر قابو

---

[1] وہ طریقہ جس سے انگلستان میں سرف معدوم ہو گئے بعد ازاں بیان کیا جائے گا۔ مؤلف

Marfat.com

یافتہ ہیں۔ اگر یہ معدوم ہوجاتے تو ہماری تمام زندگی یہاں تک کہ دیہات میں بھی لازمی طور پر ایک گہری تبدیلی اختیار کرتی اور پھر از سرِ نو ابتدائی زندگی ہوجاتی جیسی کہ شارلمین کے زمانہ میں ہوگئی تھی۔

عہدِ وسطیٰ کے شہروں کی اصلیت

عہدِ وسطیٰ کے شہروں کا بڑا حصّہ جن کے حالات کی واقفیت ۱۰۰۰ء سے ہمیں کسی قدر حاصل ہونی شروع ہوجاتی ہے فیوڈل آقاؤں کی ریاستوں میں پیدا ہوا یا کسی خانقاہ یا کسی قلعہ کے اِرد گِرد آباد ہونا شروع ہوا۔ شہر کے لئے فرانسیسی نام وِلی، وِل سے لیا گیا ہے جو ریاست کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ غالباً عام وجہ حفاظت کی ضرورت تھی جو کسی شہر کے قیام کا مع اُس کی فصیل کے باعث ہوئی تاکہ قرب وجوار کی دیہاتی لوگ اُس میں حملہ کے وقت محفوظ رہ سکیں۔ وہ طریقہ جس سے عہدِ وسطیٰ کا شہر تعمیر کیا جاتا تھا

عہدِ وسطیٰ کے شہر کا گنجان ہونا

اس نتیجہ کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اپنے زیادہ آرام دہ رومی پیشروؤں کے مقابلہ میں یہ عام طور پر گنجان اور مِلا جلا ہوتا تھا منڈی کے علاوہ کشادہ مقامات کم ہوتے تھے۔ نہ ایمفی تھیٹر (ایک بیضوی یا گول عمارت جس کے سامنے کشادہ میدان ہو) اور نہ حمام ہوتے تھے جیسا کہ رومی شہروں میں رواج تھا۔ سڑکیں اکثر صرف گلیاں ہوتی تھیں جن پر اونچے مکانات کی باہر کو نکلتی ہوئی منزلیں قریب قریب ملجاتی تھیں۔ بلند اور چوڑی فصیل جو اُس کے گرد ہوتی تھی اُس کی توسیع میں جو باسانی اور بہ زود ہوجاتی رخنہ انداز تھی جیسی کہ آجکل ہمارے شہروں میں ہوتی رہتی ہے۔

شہری دراصل سرف تھے

ظاہر ہے کہ گیارہویں اور بارہویں صدیوں میں اٹلی سے باہر تمام شہر چھوٹے تھے اور ریاستوں کی طرح جنکی جگہ وہ آباد ہوگئے تھے وہ بھی بیرونی دنیا سے بہت کم اُسوقت تجارت کرتے تھے۔ وہ تقریباً تمام ضروری اشیاء کو جن کی ضرورت اُن کے باشندگان کو ہوتی تھی مہیا کرتے تھے۔ صرف اراضی کی پیداوار قرب و جوار کے دیہات سے آتی تھی۔ اُن میں کوئی توسیع اُسوقت تک ممکن نہ تھی جب تک کہ یہ شہر

کسی ایک رئیس یا خانقاہ کے قابو میں کلّی طور پر رہے خنکی اراضی پر یہ آباد ہو گئے تھے۔ شہر کے لوگ مشکل سے سرف سے بہتر تھے بجز اس کے کہ وہ ایک فصیل کے اندر رہتے تھے اور بجائے کاشت کے صنعت وحرفت میں مشغول تھے۔ وہ اپنے رؤسا کو سخت سے سخت واجبات ادا کرتے تھے گویا کہ وہ اب تک کاشتکاری کے فرقہ سے متعلق تھے۔ شہری زندگی کی آزادانہ ترقی کے لئے شہری لوگوں کی ان کے رؤسا سے آزادی اور اُن کے شہر کے لئے مناسب حکومت ابتدائی ضروریات میں سے تھیں۔

شہروں کی ترقی تجارت کی زیادتی سے ہوتی ہے۔

تجارت کی زیادتی کے ساتھ اس آزادی کی خواہش پیدا ہوئی، کیونکہ جب نئی اور دلفریب اشیاء مشرق اور جنوب سے آنے لگیں تو مال پیدا کرنے کے لئے شہریوں کی حوصلہ افزائی کیجانے لگی تاکہ اُس سے کسی قرب وجوار کے میلہ میں دور دراز ممالک کی ساختہ اشیاء سے تبادلہ کیا جا سکے لیکن جب شہریوں کو مال تیار کرنے میں انہماک ہوا اور بیرونی دنیا سے اُن کو واسطہ پڑا تو وہ یہ سمجھنے لگے کہ وہ اپنی نصف غلامانہ حالت کی وجہ سے ترقی نہیں کر سکتے جبکہ اُن سے بہت سی اشیاء بجبر لیجاتی ہیں اور جبکہ بہت سی رکاوٹیں اُن کے رستہ میں حائل کیجاتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بارھویں صدی میں شہروں نے بہت سی بغاوتیں اپنے آقاؤں کے خلاف کیں اور یہ عام مطالبہ کیا کہ رؤسا شہریوں کو اسناد عطا کریں جنمیں دونوں فریق کے حقوق واضح طور پر تحریر کئے جائیں۔

کمیونس

فرانس میں شہریوں نے ایک جماعت بنائی جسکو کمیونس کہتے ہیں۔ یہ وہ اتحادات تھے جو اپنی آزادی حاصل کرنے کی غرض سے پیدا ہو گئے تھے۔ رؤسا کو یہ لفظ کمیون ایک نیا اور نفرت انگیز معلوم ہوتا تھا کیونکہ اُن کے نزدیک سرف کی جماعت کے لئے یہ صرف دوسرا نام تھا جو اپنے مالکوں کے خلاف مجتمع ہو گئے تھے۔ امرا نے بعض اوقات اپنے شہریوں کی بغاوتوں کو بڑی بے رحمی سے فرو کیا۔ برعکس اس کے اکثر رؤسا نے یہ محسوس کیا کہ وہ اپنے شہروں کی مرفہ الحالی میں اُن کو حسب دلخواہ ٹیکس سے آزادی عطا کرنے اور اُنکو

خود اختیاری حکومت کا حق دیدینے سے ترقی کا باعث ہوں گے۔ انگلستان میں شہروں نے اپنے حقوق بتدریج اپنے آقاؤں سے خرید لئے تھے۔

شہر کی اسناد — شہر کی اسناد تحریری معاہدے تھے جو رئیس اور کسی شہر کی تجارتی کمپنیوں میں باہم ہو جاتے تھے۔ اس سند میں شہر کی پیدائش اور اُس کی ساخت کا ثبوت مل سکتا تھا۔ رئیس یا بادشاہ کی طرف سے یہ عہد اُس میں درج ہوتا تھا کہ وہ سوداگروں کی کمپنیوں کے اتحادات کو تسلیم کرتا ہے۔ اس نے رئیس کے اُن حقوق کو جو شہریوں کو اپنے دربار میں طلب کرنے اور انپر جرمانہ کرنے کے متعلق تھے محدود کر دیا اور اُن ٹیکسوں کی وضاحت کر دی جنکو وہ شہریوں سے وصول کر سکتا تھا۔ قدیم واجبات اور خدمات یا تو موقوف کر دی گئیں یا اُنکا روپیہ سے تبادلہ کر دیا گیا۔

انگلستان کے بادشاہ ہنری دویم نے ولنگ فورڈ کے باشندوں سے وعدہ کیا کہ "بحیثیت سوداگراں جہاں کہیں وہ میری تمام سلطنت انگلستان، نارمنڈی، ایکیٹین، آنژو میں براہِ خشکی یا تری جائیں گے وہ ٹیکس اور راہ داری کی فیس سے آزاد ہوں گے اور اُن سے یہ چنگی لیجائے گی اور نہ انپر کسی قسم کا تشدد یا جبر کیا جائے گا اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو اُس پر دس پونڈ جرمانہ ہوگا۔" شہر ساؤتھمپٹن کے معاملہ میں اُس نے یہ آزادی دی کہ "میری رعایائے ہیمپٹن اپنے اتحاد کو قائم اور برقرار رکھے گی اور تمام اپنی آزادیاں اور رسوم جاری رکھے گی خشکی اور تری کی راہ سے وہ باطمینان تمام آزادی اور عزت و مساوات کے ساتھ سفر کریں گے جسطرح کہ اُن کو یہ حقوق میرے دادا شاہ ہنری کے زمانہ میں حاصل تھے وہی اب بھی برقرار رہیں گے اور کسی شخص کو انہیں نقصان پہنچانے یا اُن کی توہین کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

اسناد میں رسوم کا ذکر — اس زمانہ کے رسوم جیسا کہ اسناد سے ظاہر ہوتا ہے ہم کو بہت ابتدائی معلوم ہوتے ہیں سینٹ عمر کے فرانسیسی شہر کی سند میں ۱۱۶۸ء میں اس قسم کے شرائط درج تھے:- "وہ شخص جو شہر میں قتل کرے گا اُس کی فصیل کے اندر کوئی جائے پناہ نہ پائے گا اگر

وہ سزا سے فرار ہونے کے باعث بچ جائے گا اُس کی عمارات منہدم کردی جائیں گی اور اُس کا مال ضبط کرلیا جائے گا۔ وہ شہر میں پھر واپس نہیں آسکتا تاوقتیکہ وہ پہلے اپنے مقتول کے اعزا سے صلح نہ کرلے اور دس پونڈ جرمانہ ادا نہ کردے جس میں سے نصف رئیس کے قائم مقاموں کو دیا جائے گا اور نصف کمیون کو دیا جائے گا تاکہ شہر کے حفاظتی سامان پر صرف کیا جائے۔ جو کوئی کسی شخص کو شہر میں مارپیٹ کرے گا وہ یک صد لحم الخنزیر کے ٹکڑے دیگا اور جو کوئی کسی شخص کے بال اُکھاڑ دیگا وہ چالیس لحم الخنزیر کے ٹکڑے دیگا"۔

اکثر شہروں میں اُن کی آزادی کی صریح علامت کے طور پر ایک گھنٹہ گھر ہوتا تھا جو ایک بلند عمارت ہوتی تھی اور اسمیں گھڑی کا گنبد ہوتا تھا جہاں ایک محافظ رات دن رہتا تھا تاکہ کسی آنے والے خطرہ کے وقت گھنٹہ بجا دیا کریں۔ اس میں ایک بڑا کمرہ آدمیوں کے جمع ہونے کے لئے ہوتا تھا جہاں کہ کمیون اپنا اجلاس کرتی تھی اور ایک قیدخانہ بھی ہوتا تھا جو دہویں صدی میں عجیب وغریب ٹاؤن ہال (دارالبلدہ) تعمیر ہونے لگے جو کیتھڈرل (بڑی گرجا) اور دیگر گرجاؤں کو مستثنیٰ کرکے عام طور پر نہایت قابل تعریف عمارات ہیں جنکو ایک سیاح یورپ کے پُرانے تجارتی شہروں میں آجکل بھی دیکھ سکتا ہے۔

صناعی کی اتحادی جماعت قرون وسطیٰ کے شہروں میں تجارت پیشہ لوگ صناع اور سوداگر دونوں وہ خود ہی ہوتے تھے۔ وہ نہ صرف اشیا بناتے تھے بلکہ اُن کو اپنی دکانوں میں فروخت بھی کرتے تھے۔ سوداگروں کی اصلی اتحادی جماعت کے علاوہ جس نے شہروں کو اپنے حقوق حاصل کرنے اور انکو برقرار رکھنے میں مدد دی۔ تاجروں کی بہت سی حفاظتی جماعتیں قائم ہوگئیں جنکو وہ صناعی کی اتحادی جماعت کہتے تھے۔ پیرس کی ایک اتحادی جماعت کے نہایت قدیم قوانین چراغ سازوں کے موجود ہیں جو ۱۰۶۱ء میں وضع کئے گئے تھے۔ اقسام تجارت کی تعداد مختلف شہروں میں مختلف ہوتی تھی لیکن انکی اتحادی جماعت کا ایک ہی مقصد ہوتا تھا یعنی جو شخص اُس اتحادی جماعت میں داخل نہیں ہوتا تھا وہ ہر قسم کی تجارت سے

Marfat.com

ممنوع ہوتا تھا۔

اتحادی جماعت کا طریقہ

اپنا پیشہ سیکھنے کے لئے ایک نوجوان کو چند سال صرف کرنے پڑتے تھے۔ وہ اپنے استاد کاریگر کے مکان پر رہتا تھا لیکن اُس کو کچھ معاوضہ نہیں جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ "کرایہ کا کاریگر" ہوجاتا تھا اور مزدوری کما سکتا تھا اگرچہ وہ اب بھی صرف اپنے استاد کے لئے کام کرسکتا تھا اور بلاواسطہ پبلک کا کام نہیں کرسکتا تھا۔ ایک سیدھا سادھا پیشہ تین برس میں حاصل ہوسکتا تھا لیکن سُنار بننے کے لئے اُس کو دس برس تک کام سیکھنا پڑتا تھا ایک استاد کاریگر کے پاس امیدواران کی ایک محدود تعداد رہتی تھی تاکہ "کرایہ کے کاریگروں" کی تعداد ضرورت سے زائد نہوجائے۔ وہ طریقہ جس سے ہر پیشہ اختیار کیا جاسکتا تھا بڑے غور کے ساتھ باقاعدہ مرتب کیا گیا تھا اور کام کے روزانہ اوقات بھی مقرر کردیئے گئے تھے۔ اتحادی جماعت کے طریقہ سے اتفاقی ترقی کا دروازہ بند ہوگیا لیکن ہر جگہ یکساں قابلیت قائم رہی۔ اگر یہ اتحادی جماعتیں قائم نہ ہوتیں تو غیر محفوظ منفرد کاریگران کے لئے جونکہ وہ پہلے سرف رہ چکے تھے آزادی اور میونسپل خودمختاری فیوڈل رؤسا سے (جو بیشتر اُن کے آقا رہ چکے تھے) حاصل کرنا ناممکن تھا۔

ابتدائی عہد وسطیٰ میں تجارت عملی طور پر معدوم تھی۔

شہروں کی پیدائش اور اُن کی روزافزوں مرفہ الحالی کی خاص وجہ تجارت کی بڑی ترقی تھی جو تمام مغربی یورپ میں ہوگئی تھی۔ رومی سڑکوں کے خراب ہوجانے سے اور عام بدامنی اور ابتری سے جو وحشیوں کے حملوں سے پیدا ہوگئی تھیں تجارت بھی قریب قریب معدوم ہوگئی تھی۔ عہد وسطیٰ میں قدیم رومی سڑکوں کی مرمت کے لئے کسی کو توجہ نہوئی۔ ایران سے برطانیہ تک جو شاہراہوں کا بڑا جال پھیلا ہوا تھا معدوم ہوگیا جبکہ خودمختار امرا یا غریب مقامی فرقوں نے ایک عظیم الشان طاقت کی جگہ لے لی۔ تمام تجارت بند ہوگئی کیونکہ شمالی رومن فرقے جو عیش و عشرت کی اشیا جنوب سے حاصل کرتے تھے اب اُن کی کچھ مانگ نہ رہی

Marfat.com

قریب قریب روپیہ بالکل نہ تھا اور مشکل سے عیش و عشرت کا خیال ذہن میں آتا تھا کیونکہ امراء اپنے یکہ و تنہا اور خراب طریقے سے سجے ہوئے قلعوں میں زیادہ زندگی بسر کرتے تھے۔

اٹلی کے شہر مشرق سے تجارت کرتے ہیں

لیکن اٹلی میں تجارت بالکل بند نہیں ہوئی تھی۔ وینس جینوا امالفی اور دیگر شہروں نے بحیرۂ روم کی تجارت کو صلیبی لڑائیوں سے پیشتر بھی خوب ترقی دی تھی۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اُن کے سوداگروں نے بھوکے صلیبی جنگجویوں کو یروشلم کی فتح کے سامان ضروری سے مسلح کر دیا تھا۔ مقدس مقامات کی زیارتوں کے شوق نے اٹلی کے سوداگروں کو یہ بھی ترغیبات دیں کہ وہ مشرق کی طرف سیاحت و تجارت کریں جہاں کہ وہ زائرین کو لے جاتے تھے اور وہاں سے مشرق کی پیداوار اور مصنوعات لاتے تھے۔ اٹلی کے شہروں نے مشرق میں تجارتی مقامات قائم کرلئے اور کاروانوں سے بلاواسطہ تجارت کرنے لگے جو بحیرۂ روم کے کناروں پر عرب، ایران اور ہندوستان اور نیز مصالحہ کے جزائر کی پیداوار لاتے تھے۔ جنوبی فرانسیسی شہر اور بارسیلونا (اسپین کا شہر) شمالی افریقیہ کے مسلمانوں سے تجارتی معاہدات اور تعلقات رکھنے لگے۔

تجارت نے صنعت و حرفت میں ترقی کی

جنوب کی اس ترقی نے بقیہ یورپ کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ نئی تجارت نے صنعت و حرفت میں انقلاب پیدا کر دیا جبتک ریاست کا طریقہ قائم تھا اور ہر شخص صرف اُس قدر اشیار تیار کرتا تھا جو اُس کے لئے اور اُس کے فرقہ کے دیگر ممبران کے لئے کافی ہو۔ کوئی چیز نہ باہر روانہ کیجا سکتی تھی اور نہ عیش و عشرت کے سامان سے اُس کا تبادلہ کیا جاسکتا تھا لیکن جب سوداگر دلفریب اشیاء لانے لگے تو ہر فرقہ کے ممبران کی حوصلہ افزائی کیجانے لگی کہ وہ اپنی ضرورت سے زائد اشیاء تیار کریں تاکہ زائد از ضرورت سامان کو فروخت کرکے یا تبادلہ کرکے وہ اشیار حاصل کرلی جائیں جو باہر سے آتی تھیں۔ تاجر اور صناع رفتہ رفتہ اپنی طاقتوں کو دوسروں کی ضرورت کی اشیار تیار کرنے میں اور نیز اپنے فرقہ کی ضرورتوں کو جس سے وہ تعلق رکھتے

تھے فراہم کرنے میں صرف کرنے لگے۔

مشرق کے سامانِ عیش و عشرت یورپ میں داخل ہو گئے

بارہویں صدی کے قصوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مغرب، مشرق کے سامانِ عیش و عشرت، عمدہ کپڑے، مشرقی فرش و فروش، قیمتی جواہرات خوشبوئیں، دوائیاں (مثل کافور اور افیون کا عرق)، ریشم اور چین کے چینی کے برتن، مصالحہ جات ہندوستان سے اور روئی مصر سے ان سب اشیاء سے متحیر اور محظوظ ہوا۔ وینس نے ریشم کے کپڑے بنانے کی صنعت جاری کی جس کو وہ مشرق سے لایا تھا اور شیشہ کی اُن اشیاء کی ساخت جاری کی جنکو ایک سیاح اب تک وینس کی دوکانوں سے خرید سکتا ہے۔ مغرب نے ریشم، مخمل نیز ہلکی اور چمکدار روئی اور باریک ململ کے بنانے کا طریقہ سیکھا۔ مشرقی رنگ نے بھی رواج پایا اور پیرس نے جلد اہلِ عرب کے بیل بوٹوں کی نقل کرنی شروع کر دی۔ اُس سامانِ عیش و عشرت کے تبادلہ میں جس کو وہ نہیں بنا سکتے تھے بلدان فلیمش نے اپنے اونی کپڑے مشرق کو روانہ کرنے شروع کئے اور اٹلی نے اپنی شرابہائے ناب بھیجیں لیکن ظاہر ہے کہ مشرقی سوداگروں کو ہمیشہ ایک معتدبہ رقم وصول ہوتی تھی کیونکہ مغرب کی مصنوعات اتنی کافی نہیں ہوتی تھیں کہ جو کچھ اُسے مشرق سے لینا پڑتا تھا اُس کا پورا معاوضہ کر سکے۔

بعض اہم تجارتی مرکز

شمالی سوداگر زیادہ تر وینس سے معاملہ کرتے تھے اور اپنا سامانِ تجارت درہ برینر سے اور دریائے رہائن کے ذریعہ سے لاتے تھے یا اُن کو سمندر کی راہ سے فلانڈرس میں تبادلہ کے لئے بھیج دیتے تھے۔ تیرہویں صدی تک تجارت کے اہم مرکز وجود میں آ گئے تھے، جنمیں سے بعض اب تک دنیا کے بڑے تجارتی شہروں میں سے ہیں۔ ہیمبرگ، لوبیک اور برلین ان ممالک سے جو بحیرۂ بالٹک پر ہیں اور نیز انگلستان سے براہِ راست تجارت کرنے لگے۔ جرمنی کے جنوب میں آگسبرگ اور نوریمبرگ تجارت کی شاہ راہ پر جو اٹلی اور شمال کے درمیان تھی واقع ہونے سے اہم بن گئے۔ بروجیس اور گھینٹ اپنی مصنوعات

Marfat.com

ہر جگہ روانہ کرنے لگے۔ بحیرۂ روم کے بڑے بندرگاہوں کے مقابلہ میں ابتک انگلستان کی تجارت نسبتاً غیر اہم تھی۔

تجارت میں رکاوٹیں

قرون وسطیٰ میں تجارت کے رستہ میں جو کثیر التعداد اور تقریباً ناقابل یقین رکاوٹیں حائل تھیں اُن کا ایک نہایت مختصر اجمالی بیان کر دینا ضروری ہے۔ کسی کامیاب تجارت کے لئے جس آزادی کو ہم آجکل ضروری سمجھتے ہیں اُس کا اُسوقت پتہ نہ تھا۔ قرون وسطیٰ میں ہمارے آڑتی ایک قابلِ نفرت چیز سمجھے جاتے تھے۔ وہ اشخاص جو کسی شے کی کوئی بڑی تعداد اس غرض سے لاتے تھے کہ اُس کو بڑی شرح پر فروخت کریں گے بُری ناموں سے موسوم کئے جاتے تھے۔

مناسب قیمت کا خیال

یہ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ ہر شے کی ایک مناسب قیمت ہوتی ہے جو صرف اُس کی ساخت کے سامان کی قیمت کو پورا کرنے کے لئے اور بنانے والے کی مزدوری کے لئے کافی ہوتی تھی۔ یہ بات نہایت نفرت انگیز سمجھی جاتی تھی کہ کسی چیز کو اُس کی مناسب قیمت سے زائد پر فروخت کیا جائے خواہ خریدار کو اُس کے خریدنے کی کتنی ہی خواہش اور ضرورت کیوں نہ ہو۔ ہر صنّاع ایک دوکان رکھتا تھا جس میں وہ تمام اپنی مصنوعات کو خوردہ فروشوں کی طرح فروخت کرتا تھا۔ وہ اشخاص جو شہروں کے قریب رہتے تھے انکو اجازت تھی کہ وہ اپنی مصنوعات کو اُس کی دیواروں کے اندر اس شرط پر فروخت کردیں کہ وہ اُن کو براہ راست استعمال کرنے والوں کو دیدیں۔ اُن کو چاہیئے کہ وہ ایک سوداگر کے حوالہ اپنا تمام مال نہ کریں اس خوف سے کہ اگر ایک شے کسی ایک ہی شخص کے پاس ہوگی تو وہ اُس کی مناسب قیمت سے زائد وصول کرے گا۔

روپیہ پر سود ادا کرنے کی مانعت تھی

کسی شے کی تھوک فروشی کے خلاف جو تعصبات تھے اُنہی سے مشابہ یہ تعصب بھی تھا کہ روپیہ پر سود نہ دیا جائے۔ روپیہ کو مردہ اور ناقابل پیداوار چیز سمجھا جاتا تھا اور کوئی شخص یہ حق نہیں رکھتا تھا کہ اُس کو قرض

دینے کی بنا پر اُس کا معاوضہ طلب کرے۔ سُود کو بہت بُرا سمجھا جاتا تھا کیونکہ اِس کو وہ لوگ وصول کرتے تھے جو دوسروں کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے فائدہ اُٹھانا چاہتے تھے کلیسا کے قوانین نے سختی کے ساتھ سخت شرح سود کی، جیسا کہ اُس وقت نہایت معتدل اور مناسب شرح سود بھی کہلاتی تھی، ممانعت کردی تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کلیسا کی کونسلوں نے یہ حکم دیدیا تھا کہ جو لوگ سود خوار مریں اُن کو عیسائی طریقہ سے نہ دفن کیا جائے اور اُن کی وصیتوں کو منسوخ کردیا جائے۔ پس روپیہ قرض دینے کا کام جو تمام بڑے تجارتی اور صنعتی کاموں کے لئے ضروری ہے یہودیوں کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا جن سے عیسائی طرزِ عمل کی اُمید نہیں کیجاتی تھی۔

یہودی بحیثیت قرضخواہوں کے — اس بدنصیب قوم نے یورپ کی اقتصادی ترقی میں نہایت نمایاں حصّہ لیا لیکن اُن کے ساتھ عیسائیوں نے نہایت بُرا سلوک کیا۔ انھوں نے یہودیوں کو حضرت مسیحؑ کو دار پر کھینچنے کا سخت مجرم قرار دیا۔ تاہم تیرہویں صدی سے قبل یہودیوں پر واقعی ظلم و جبر کرنے کا مشغلہ عام نہیں ہوا تھا جبکہ اُن کو اوّل اوّل ایک قسم کی خاص ٹوپی یا پٹی پہننے کی ہدایت کیگئی تھی جس سے وہ باآسانی پہچانے جاسکتے تھے اور متواتر اُن کی توہین کیجاتی تھی۔ بعد ازاں اُن کو بعض اوقات شہر کے ایک خاص محلہ میں بند کردیا جاتا تھا جس کو محلۂ یہودیاں کہتے تھے۔ چونکہ وہ شہروں کی اتحادی جماعت سے خارج کردئے گئے تھے پس وہ قدرتاً سود پر روپیہ دینے کے کام میں مصروف ہوگئے اور یہ کام کوئی عیسائی نہیں کرسکتا تھا۔ بلاشبہ اُن کا پیشہ اُن کی غیر ہر دلعزیزی کا باعث ہوا۔ بادشاہوں نے اُن کو قرضہ دینے کی اجازت اکثر نہایت بڑی شرح سود پر دیدی۔ فلپ آگسٹس نے اُن کو چھیالیس (۴۶) فیصدی سود لینے کی اجازت دیدی تھی لیکن اُن کے منافع میں سے (اگر خزانہ شاہی خالی ہو تو) بادشاہ اُن سے بجبر روپیہ لینے کا مستحق تھا۔ انگلستان میں معمولی شرح ہر ہفتہ کے لئے فی پونڈ (۲۰ شلنگ) ایک پنیس (۱ د) تھا۔

اہلِ لمبرڈ بحیثیت بنک والوں کے

تیرھویں صدی میں اہلِ اطالیہ (لمبرڈ) نے بنک قائم کرنے شروع کر دیئے اور ہنڈیوں کے استعمال کو بہت ترقی دی۔ وہ بلاسود قرض دیتے تھے لیکن ادائگی میں اگر تاخیر ہو جاتی تھی تو اُس کا ہرجہ لیتے تھے۔ یہ امر اُن لوگوں کو بھی جو معمولی سود کو برا کہتے تھے مناسب اور معقول معلوم ہوا۔ علاوہ ازیں دولت مند اشخاص اپنا روپیہ کسی کام میں دے سکتے تھے اور منافع میں شریک ہو سکتے تھے بشرطیکہ اُس میں سود نہ لیا گیا ہو۔ اس طرح اور نیز دیگر طریقوں سے جو رکاوٹیں سود کے خلاف تعصب سے پیدا ہو گئی تھیں بہت کم ہو گئیں اور بڑی بڑی تجارتی کمپنیاں خصوصاً اٹلی میں وجود میں آنے لگیں۔

ٹول چنگیاں اور دیگر تکالیف جنسے سوداگران کو خشکی پر سابقہ پڑتا تھا

دوسرا بڑا نقصان جس سے عہد وسطیٰ کے سوداگر کو سابقہ پڑتا تھا یہ تھا کہ اُسے بے انتہا اقسام کا ٹول، چنگی وغیرہ دینا پڑتا تھا اور انہیں وہ رؤسا وصول کرتے تھے جنکی مملکت میں سے یہ لوگ گزرتے تھے۔ یہ چنگیاں نہ صرف مشاہراہوں، پلوں اور بند ہونے والے پلوں پر لیجاتی تھیں بلکہ وہ امرا بھی جو ایسے خوش نصیب تھے کہ جن کے قلعے ایسے دریاؤں پر واقع تھے جو جہازرانی کے لائق تھے دریا کو اس طرح بند کر دیتے تھے کہ سوداگر اپنے جہاز کو اس حق کے ادا کئے ہوئے بغیر نہیں لیجا سکتا تھا۔ چنگیاں عام طور پر کم قیمت کی ہوتی تھیں لیکن اُس طریقہ سے جس کے ذریعہ سے یہ وصول کیجاتی تھیں اور بار بار کی تاخیر سے، سوداگروں کو غصہ بھی آتا تھا اور انہیں نقصان بھی پہنچتا تھا۔ مثلاً ایک خانقاہ نے جو پیرس اور سمندر کے درمیان واقع تھی یہ حکم دیدیا تھا کہ جو لوگ تازی مچھلی لے کر شہر میں داخل ہوں اُن کو توقف کرنا چاہیئے اور راہبوں کو اُسمیں سے تین پنیں کی برابر مال لے لینا چاہیئے اور اس کا مطلق خیال نہیں کیا جاتا تھا کہ مال کی کیا حالت ہو جائیگی۔ جب ایک کشتی جس پر شراب لدی ہوئی ہو دریائے سین سے پیرس کو جاتی تھی تو رئیس پوآئی سی کا ایجنٹ تین پیپوں کو تڑوا سکتا تھا۔ اور اُن سب کو چکھنے کے بعد وہ ایک پیمانہ اُس شراب کا جس کو وہ سب سے

بتر خیال کرے بھر سکتا تھا۔ منڈیوں میں تمام قسم کے واجبات ادا کرنے پڑتے تھے۔ مثلاً رئیس کی ترازو کے استعمال یا اُس کے ناپنے کے آلہ کے استعمال کے واجبات ادا کرنے ہوتے تھے۔ علاوہ اس کے مختلف قسم کے سکے جو فیوڈل یورپ میں بکثرت تھے نہایت تاخیر اور پریشانی کا باعث ہوتے تھے۔

بحری خطرات — بحری تجارت اپنی خاص دشواریوں سے مملو تھی۔ صرف طوفان اور باد مخالف، چٹان اور کم گہرے پانی ہی کی دقتیں نہ تھیں۔ بحیرۂ شمال میں بحری غارتگر اور لٹیرے بکثرت تھے۔

بحری لٹیرے — وہ اکثر بالترتیب اور باقاعدہ ہوتے تھے اور اُن کے افسران اعلیٰ قابلیت کے اشخاص ہوتے تھے جو اس کام کو بُرا نہیں سمجھتے تھے۔ اس کے بعد اُن قوانین تباہی جہاز کا نمبر تھا جنکے مطابق ایک جہاز مع اپنے تمام مال و اسباب کے مالک سواحل کا مال ہو جاتا تھا جن پر

قوانین تباہی جہاز — یہ جہاز تباہ ہوا ہو یا کم گہرے پانی میں پہونچکر کنارہ سے آلگا ہو۔ روشنی کے مینار اور خطرات سے آگاہی دینے والے نشانات بہت کم تھے اور سواحل سمندر خطرناک تھے۔ علاوہ ازیں قدرتی خطرات کی تعداد میں جھوٹے نشانات میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ جہاز کے تباہ کنندہ اشخاص جہازوں کو کم گہرے پانی میں لانے کی ترغیب دیتے تھے تاکہ ان کو لوٹ لیں۔

ہینسیاٹک جماعت — ان بکثرت خطرات کو کم کرنے کی غرض سے اوّل اوّل شہروں نے باہمی حفاظت کے لئے اتحادی جماعت بنانی شروع کی۔ اِن میں سب سے مشہور جرمن شہروں کی جماعت تھی جس کو ہینسیاٹک لیگ (انجمن) کہتے تھے۔ شہر لوبیک ہمیشہ ان معاملات میں پیشرو ہوتا تھا لیکن سنتر شہروں میں جو وقتاً فوقتاً اتحادی جماعت میں شریک کرلئے گئے تھے کالون۔ برنزوک، ڈینزگ اور دیگر بڑی اہمیت کے مرکز شامل تھے۔ اس اتحادی جماعت نے لندن میں (جس کو اسٹیل یارڈ (صحن آہنی) کہتے ہیں اور جو لندن برج (پل) کے قریب ہے) وسبی، برجن اور دور دراز روس کے شہر نووا گراڈ میں مقامات سکونت خرید لئے اور اُنکا انتظام کیا۔ انہوں نے تقریباً تمام تجارت بحیرۂ بالٹک و بحیرۂ شمال پر صلحناموں کے ذریعہ سے یا اُس اقتدار سے جو اُن کا تھا بالکلیہ قبضہ کرلیا۔

Marfat.com

لیگ (انجمن) نے سمندر کے لٹیروں سے جنگ شروع کی اور تجارت کے خطرات کو کم کرنے کی بہت کوشش کی۔ بجائے اس کے کہ وہ علیحدہ اور غیر محفوظ تجارتی جہازات روانہ کریں، اُن کے جہازات کا بیڑہ ایک جنگی جہاز کی حفاظت میں جانے لگا۔ ایک موقع پر لیگ نے شاہ ڈنمارک کے خلاف ایک کامیاب جنگ کی جس نے انکے مفاد پر مداخلت کی تھی۔ دوسرے موقع پر اس نے انگلستان کے خلاف جنگ کا اعلان کیا اور اُس کو صلح پر مجبور کیا۔ امریکہ کے دریافت ہونے سے دوسو برس قبل تک مغربی یورپ کے تجارتی معاملات میں لیگ نے نمایاں حصہ لیا لیکن اس کا زوال شروع ہوگیا تھا بیشتر اس کے کہ مشرقی اور مغربی جزائر ہند کے رستوں کی دریافت نے تجارت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کیا۔

تجارت کو شہروں نے نہ کہ قوموں اور منفرد اشخاص نے باقاعدہ بنایا (تیرہویں صدی سے پندرہویں صدی تک)

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں صدی میں تجارت قوموں کے درمیان جاری نہ تھی بلکہ مختلف شہروں مثل وینس، لیوبیک، گھینٹ، برجیس، کولون وغیرہ کے ذریعہ ہوتی تھی۔ ایک سوداگر نہ مثل ایک خود مختار فرد کے کام کرتا تھا اور وہ اپنے شہر کی حفاظت سے اور اُن صلحناموں سے مستفیض ہوتا تھا جو اُس کے شہر نے کر رکھے تھے۔ اگر کسی شہر کا کوئی سوداگر قرض ادا نہیں کرتا تھا تو اُس کا ہموطن گرفتار کیا جا سکتا تھا جبکہ قرض واجب تھا۔ جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں اُسوقت ایک باشندۂ لندن، شہر برسٹل میں ایک غیر ملکی یا بدیسی سمجھا جاتا تھا جس طرح کہ آجکل کوئی سوداگر کالون یا اینٹورپ کا سمجھا جاتا ہے۔ صرف رفتہ رفتہ یہ شہر اُن قوموں میں جذب ہوگئے جن سے اُن کے باشندے متعلق تھے۔

شہری یا عوام ایک مقتدر طبقہ بنجاتے ہیں

سوداگروں کی روز افزوں دولت اُن کو سوسائٹی میں اعلیٰ رتبہ پر پہنچانے میں جو اُن کو ابتک حاصل نہ تھا ناکام نہ رہی۔ انکی مرفہ الحالی نے انکو تعلیم میں پادریوں کے ہم پلہ کردیا اور عیش و عشرت کے مکانات اور گرد و پیش کی اشیاء میں اُمراء کے ہم رتبہ کردیا۔ انہوں نے پڑھنے کی طرف کسی قدر توجہ شروع کی اور چودہویں صدی

کے آغاز تک بہت سی کتابیں اُن کے مذاق اور انکی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے لکھی گئیں۔ شہروں کے نمایندے بادشاہ کی کونسلوں میں طلب کئے جانے لگے جو اُن کی صلاح لینے کے لئے مجبور ہوا اس وجہ سے کہ وہ اپنی گورنمنٹ چلانے کے لئے اُن سے روپیہ وصول کرتا تھا۔ تیرھویں صدی کی یہ نہایت نمایاں تبدیلیوں میں سے ہے کہ شہری طبقہ نے پُرانے طبقوں یعنی پادری اور امرا کی برابر، جو اتنے عرصہ تک مغربی یورپ کی زندگی پر حاوی رہتے تھے، جگہ حاصل کرلی۔

Marfat.com

باب نوزدہم

قرونِ وسطیٰ کی شائستگی

عہدِ وسطیٰ کی دلچسپی کسی طرح بھی بادشاہوں اور شہنشاہوں کے تدبر، اُن کی فتوحات اور شکستوں، پوپوں اور اسقفوں کی حکمتِ عملیوں یا فیوڈلزم اور اُس سے یورپ کی نجات تک محدود نہیں ہے۔ اگرچہ یہ سب امور اہم ہیں لیکن ہم کو اُس زمانہ کا نہایت ہی نامکمل خاکہ معلوم ہوگا جس کا حال ہم مطالعہ کر رہے ہیں اگر ہم اُس زمانہ کی عقلی زندگی اور فنون پر غور کئے بغیر گزر جائیں اور ان کتابوں کو جو تصنیف ہوئیں، اُن یونیورسٹیوں کو جو قائم ہوئیں اور اُن بڑی گرجاؤں کو جو تعمیر ہوئیں نظرانداز کر دیں۔

عہدِ وسطیٰ میں لاطینی کا عام استعمال

لیجئے! عہدِ وسطیٰ بلحاظ کثرتِ استعمال لاطینی زبان تحریر اور تقریر دونوں میں ہمارے زمانہ سے بالکل مختلف ہے۔ تیرہویں صدی میں اور اُس کے بہت بعد تک تمام کتابیں جو علمیت کا پہلو لئے ہوتی تھیں لاطینی[1] زبان میں لکھی جاتی تھیں۔ یونیورسٹیوں میں پروفیسر لاطینی زبان میں تعلیم دیتے تھے۔ دوست آپس میں ایک دوسرے کو لاطینی میں خطوط لکھتے تھے اور سرکاری کاغذات، صلحنامے اور قانونی دستاویزات تمام اسی زبان میں تحریر ہوتی تھیں۔ ہر تعلیم یافتہ شخص کے لئے لاطینی زبان اور نیز اپنی مادری زبان کے

---

[1] جرمنی میں جو سالانہ کتابیں جرمن زبان میں شائع ہوتی تھیں وہ ۱۶۸۰ء کے بعد تک لاطینی کتابوں سے زائد نہ ہوتی تھیں۔ مؤلف

Marfat.com

استعمال کی قابلیت رکھنا اُس وقت جبکہ مختلف قوموں کے باہمی ارتباط میں بہت سی رکاوٹیں تھیں سود مند تھا۔ اس امر سے مثلاً یہ بات بھی بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے کہ کس طرح پوپ نے مغربی دنیائے عیسائیت کے تمام پادریوں سے اُس قابل تعریف طریقہ پر اپنا تعلق قائم رکھا اور کس طرح بآسانی طلاب، فقرار اور تجار ایک ملک سے دوسرے ملک میں چکر لگایا کرتے تھے۔ اُس انقلاب سے زیادہ اہم اور دلچسپ کوئی انقلاب نہیں ہے جس سے مختلف یوروپین ممالک میں لوگوں کی زبان نے بتدریج قدیم زبان کو خارج کر دیا اور اس کی جگہ پر خود اپنا قبضہ کر لیا، یہانتک کہ اب علماء بھی لاطینی زبان میں کتابیں تحریر کرنے کا مشکل سے خیال کرتے ہیں۔

یہ امر سمجھنے کی غرض سے کہ کس طرح دو زبانیں، لاطینی اور دیسی زبان، عام طور پر تمام عہد وسطیٰ میں مغربی یورپ کے تمام ممالک میں مستعمل ہوتی رہیں، ہم کو موجودہ زبانوں کی اصلیت پر ایک نظر ڈالنی چاہئے۔ یہ سب زبانیں دو بالکل مختلف قسموں جرمنک اور رومینس میں تقسیم ہو سکتی ہیں۔

جرمنک زبانیں جرمن وحشیوں کی زبانوں سے اخذ کی گئیں۔

وہ جرمن اقوام جو رومی سلطنت کے باہر رہتی رہیں یا جو حملوں کے زمانہ میں اُس کی حدود کے اندر کافی دور تک آباد نہیں ہوئی تھیں جس طرح کہ فرینک گال میں آباد ہو گئے تھے تاکہ ان کو اپنے مفتوحین کی زبان اختیار کرنے کی ترغیب ہوتی قدرتاً اسی زبان کے استعمال پر جمی رہیں جسکو وہ ہمیشہ استعمال کرتی رہی تھیں یعنی اُسی خاص جرمن زبان کو جس کو اُن کے آبا و اجداد لامحدود نسلوں سے بولتے رہے تھے۔ جرمن وحشیوں کی مختلف زبانوں سے موجودہ جرمن، انگریزی، ڈچ، سوویڈش، نارویجین، ڈینش آئس لینڈک زبانیں نکلی ہیں۔

رومینس زبان تحریری لاطینی زبان سے نکلی ہیں۔

زبانوں کی دوسری قسم وہ ہے جو اُس مملکت میں ترقی پذیر ہوئی جو رومی سلطنت کا جزو تھی اور جس میں موجودہ زبانیں، فرانسیسی، اٹالین، اسپینش اور پرتگیزی شامل ہیں۔ الفاظ کی پرانی صورتوں کے پرغور و خوض مطالعوں سے اب یہ بات واضح طور پر ثابت ہو گئی ہے کہ یہ رومینس زبانیں ایک تھیں اور یہ سب تقریری لاطینی زبان سے نکلی ہیں جس کو لشکری، سوداگر اور عام لوگ بولتے تھے۔ یہ زبان نفیس اور عمدہ تحریری لاطینی زبان سے

بالکل مختلف تھی جسکو مثلاً سسرو اور سیزر استعمال کرتے تھے - بلا شبہ اسکی قواعد زیادہ سادہ تھی اور مختلف ممالک میں بے شک یہ بہت مختلف ہوگئی تھی - مثلاً ایک باشندۂ گال تلفظ الفاظ اٹلی کے ایک باشندہ کی طرح نہیں کر سکتا تھا - علاوہ ازیں دوران گفتگو میں لوگ ہمیشہ کتابی الفاظ نہیں استعمال کرتے تھے - عام طور پر مثلاً گھوڑے کو کیبالس بولتے تھے اور مصنفین لفظ ایکواس استعمال کرتے تھے - اب لفظ کیبالس سے اسپینش زبان میں کیبالو، اٹالین زبان میں کیوالو اور فرانسیسی زبان میں جیوال استعمال ہونے لگا -

جوں جوں زمانہ گزرتا گیا تقریری زبان تحریری زبان سے مختلف ہوتی رہی - لاطینی زبان بلحاظ اپنی پیچیدہ گردان اور قواعد کے جنپر بہت دنوں کے مطالعہ کے بعد عبور حاصل کیا جاسکتا ہی تکلیف دہ زبان معلوم ہوتی ہے - رومی صوبوں کے لوگوں نے اور آنے والے وحشیوں نے قدرتاً نحو کی باریکیوں پر بہت کم توجہ کی اور اظہار[۱] مطالب کے لئے آسان طریقے دریافت کرلئے - لیکن جرمن حملوں کے بعد بھی چند صدیاں گزر گئیں بیشتر اس کے کہ باہمی گفتگو کرنے کی زبان میں کوئی چیز لکھی گئی - جب تک کہ غیر تعلیم یافتہ شخص کتابوں کی صحیح لاطینی زبان سمجھ سکتا تھا جب کہ وہ اُسے پڑھتا ہوا یا بولتا ہوا سنتا تھا تو کوئی چیز اُس کی مانوس روزانہ گفتگو کی زبان میں لکھنے کی حاجت نہ تھی لیکن شارلمین کے زمانہ میں تحریری اور تقریری زبان کے درمیان اس قدر بڑی خلیج ہوگئی تھی کہ اُس نے یہ مشورہ دیا کہ اب آئندہ لوگوں کی زبان میں وعظ و پند یعنی نماز ادا کیجایا کرے - جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لاطینی زبان نہیں سمجھ سکتے تھے - تاہم اسٹراس برگ کے عہد و پیمان[۲] کی پہلی مثال جو ہم تک پہنچی ہے اُس تقریری زبان کی ہے جو بعد ازاں فرانسیسی زبان بنگئی -

---

[۱] یہاں تک کہ راہب اور دیگر اشخاص بھی جو قرون وسطیٰ میں لاطینی زبان لکھتے تھے زبان کے قاعدوں کی پوری پابندی نہیں کر سکتے تھے - علاوہ ازیں انہوں نے بہت سے نئے الفاظ داخل کرلئے تاکہ زمانہ کی ضروریات اور نئی حالتوں کو بیان کر سکیں -

[۲] اس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے (مؤلف)

Marfat.com

جرمنک زبانوں کے ابتدائی نمونے

رہا جرمنک زبانوں کا معاملہ سلطنتِ روما کے منتشر ہو جانے سے پیشتر بھی کم از کم اُن میں سے ایک تحریری زبان ہو گئی تھی۔ ایک مشرقی اسقف الفلاس نے (۳۸۳ء میں فوت ہوا) قوم گاتھ کو عیسائی بنانے کا کام اپنے ذمے لیا تھا جب کہ وہ جنگ ایڈریانوپل سے قبل دریائے ڈینیوب کے شمال میں اُس وقت تک آباد تھے۔ اپنا کام چلانے کی غرض سے الفلاس نے انجیل مقدس کے بڑے حصے کا ترجمہ گاتھک زبان میں کیا اور

گاتھک زبان

آواز ظاہر کرنے کے لئے یونانی حروف استعمال کئے۔ گاتھک زبان کے علاوہ شارلمین کے وقت سے پیشتر کسی جرمن زبان کی تحریر کا نمونہ موجود نہیں ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ جرمنوں کے پاس ایک غیر تحریر شدہ علم ادب تھا جو صدیوں تک زبانی طور پر منتقل ہوتا رہا قبل اسکے کہ وہ ضبط تحریر میں آیا۔ شارلمین نے بعض پرانی نظموں کو جمع کرایا جو غالباً جرمن سورماؤں کے کارناموں پر حملوں کے زمانہ میں لکھی گئی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بیش بہا قدیم جرمن زبان کے نمونے لوئی مقدس کے حکم سے خاک سیاہ کر دئے گئے جن کے قدیم مذہب کے خیالات نے اُس کے دل کو سخت صدمہ پہنچایا تھا۔ بڑی جرمن رزمیہ نظم جس کا نام "نیبلنگس کا ترانہ" ہے بارھویں صدی کے اختتام تک ضبط تحریر میں نہیں آئی تھی اور بہت سی نسلوں تک صرف زبانی طور پر منتقل ہوتی رہی تھی۔

قدیم انگریزی یا اینگلو سیکسن

انگریزی زبان کی نہایت قدیم طرز کو عام طور پر اینگلو سیکسن کہتے ہیں اور وہ اس زبان سے جس کو ہم استعمال کرتے ہیں اس قدر مختلف ہے کہ اس کو سمجھنے کی غرض سے ضرورت ہے کہ اُس کو ایک غیر ملکی زبان کی طرح حاصل کیا جائے۔ ہم ایک انگریزی شاعر سیڈمن کا نام بیڈے کے زمانہ کے قریب قریب سنتے ہیں جو شارلمین سے ایک صدی پیشتر ہو گزرا ہے۔ ایک اینگلو سیکسن رزمیہ نظم کی غیر مطبوعہ نقل جس کا نام بیوولف ہے محفوظ ہے جو آٹھویں صدی کے خاتمہ سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ دلچسپی جو شاہ الفریڈ نے اپنی مادری زبان سے ظاہر کی بیان کیجا چکی ہے۔ ہماری زبان کی پرانی طرز نارمن فتح کے بعد تک قائم رہی۔ تاریخ اینگلو سیکسن جو ۱۱۵۴ء تک کی ہے ٹھیٹھ اینگلو سیکسن زبان میں ہے۔ اس کے بعد زبان میں تبدیلیاں شروع ہو گئیں جو اس زمانہ کی کتابوں سے ظاہر

ہوتی ہیں اور قرن بہ قرن زبان تبدیل ہوتے ہوتے اُس درجہ پر پہنچ گئی جس کو ہم آجکل بولتے ہیں۔

اگرچہ انگریزی کی پہلی سرکاری دستاویز (۱۲۵۶ء) جس کا تعلق ہنری سوئم کے عہد سے ہے بغیر مطالعہ کئے مشکل سے سمجھ میں آسکتی ہے لیکن ایک نظم جو اُس کے بیٹے کے زمانہ میں لکھی گئی بآسانی سمجھی جاسکتی ہے۔

یہ مقدر ہوچکا تھا کہ انگریزی علم ادب ایک دن جنیل بار کے لوگوں کی تعریف کا خراج وصول کرے گا اور دیگر زبانوں کے علم ادب پر نہایت اہم اثر ڈالے گا۔ مگر قرون وسطیٰ میں فرانسیسی نہ کہ انگریزی زبان مغربی یورپ کی زبانوں میں نہایت اہمیت رکھتی تھی۔ بارہویں اور تیرہویں صدیوں کے مابین فرانس میں ایک وسیع علم ادب لوگوں کی خاص زبان میں پیدا ہوگیا تھا جس کا گہرا اثر اٹلی، اسپین، جرمنی اور انگلستان کی کتابوں پر ہوا۔

فرانسیسی اور پرووینسل زبانیں

سلطنت روما کی تقریری لاطینی زبان سے فرانس میں بتدریج دو بالکل مختلف زبانوں کا رواج ہوگیا تھا۔ اگر نقشہ پر ایک خط لاروشیل سے جو بحر اٹلانٹک پر ہے مشرق کی طرف کوہ ایلپس تک دریائے رہون کو وار پار کرتے ہوئے کسی قدر شہر لائینس کے کچھ حصہ جنوب تک کھینچا جائے تو اس سے دونوں زبانوں کی حدود کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے۔ جانب شمال فرینچ زبان بولی جاتی تھی، جانب جنوب اُس علاقہ میں جو کوہ ایلپس اور کوہ پرنیز سے محدود تھا پرووینسل زبان جاری تھی۔

عہد وسطیٰ کے فرانسیسی قصے

قدیم فرانسیسی زبان میں جو کچھ ۱۱۰۰ء سے قبل لکھا گیا تھا اب محفوظ نہیں ہے۔ مغربی فرہنگ بلاشبہ اپنے سورماؤں کی بہت پہلے سے تعریف کرنے لگے تھے اور کلوڈس، ڈیگوبرٹ، اور چارلس مارٹل کے کارناموں کے ترانے گانے لگے تھے لیکن یہ مشہور فرمانروا بعدازاں شارلمین کی شخصیت کے سامنے ہیچ ہوگئے جو عہد وسطیٰ کی نظم اور قصے کا بلاتشبیہ سورما بن گیا۔ یہ یقین کیا جاتا تھا کہ اُس نے ایک سو چھبیس برس تک حکومت کی اور اُس سے اور اُس کے سپہ سالاروں سے نہایت عجیب وغریب مہمات منسوب کیجاتی تھیں۔ مثال کے طور پر اُسکی

Marfat.com

نسبت یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اُس نے یروشلم پر ایک صلیبی جنگ کی تھی۔ ایسے مضامین جیسے کہ یہ جو تاریخ کی نسبت زیادہ تر صرف قصے کہانیاں تھے، بڑی رزمیہ نظموں میں بیان کئے گئے جو قوم فرنگ کے تحریری علم ادب میں اولیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان نظموں نے جو قسمت آزما مہمات کے قصوں سے مملو ہیں فرانسیسیوں میں حب الوطنی کا جوش پیدا کر دیا اور وہ خوبصورت فرانس کو خدا کی خاص حفاظت میں سمجھنے لگے۔

نغمۂ رولینڈ یہ تعجب خیز امر نہیں ہے کہ ان طویل نظموں میں جو سب سے بہتر تھیں فرانسیسی لوگوں کے قومی راگ بن گئیں۔ یہ نغمۂ رولینڈ بھی ایسا ہی ہے جو غالباً پہلی صلیبی جنگ سے کچھ پیشتر لکھا گیا تھا۔ اس نظم میں اسپین سے شارلمین کی واپسی کا ذکر ہے جس میں اُس کے ایک سپہ سالار رولینڈ نے اپنی عزیز جان کوہ پرنیز کے دروں میں بہادرانہ مقابلہ کر کے کھو دی تھی۔

(نغمۂ رولینڈ)

"وہ خوب جانتا تھا، ہے موت اُس کے سر پر
دل اور دماغ دونوں دیتے تھے یہ شہادت
تھا فرش سبزہ، جس پر تھا سایۂ صنوبر
وہاں منہ کے بل وہ لیٹا جیسے کریں عبادت
ناقوس و تیغ کو پھر اس نے زمیں پہ رکھ کر
افواج کافراں کو دیکھا بصد حقارت
اس سے کیا یہ اُس نے ظاہر بہادروں پر
خود کارل[1] اور اُس کے وابستگان دولت
"یہ جان لیں کہ وہ خود فاتح مرا یہاں پر"

---

[1] شارلمین سے مراد ہے (مترجم)

بادشاہ آرتھر اور گول میز کے بہادروں کے قصے

بارھویں صدی کے آخری حصہ میں بادشاہ آرتھر اور اس کے سپہ سالاران دو ڈارمیز کے قصے شائع ہونے شروع ہوتے ہیں۔ صدیوں تک اِن قصوں نے تمام مغربی یورپ میں ہر دلعزیزی حاصل کر لی تھی اور وہ اب تک بھی دل سے فراموش نہیں کئے گئے۔ آرتھر جس کے تاریخی وجود کا کسی کو بھی ذرا یقین نہیں ہے برطانیہ کا بادشاہ خیال کیا جاتا ہے جو سکیسنس کے جزیرہ میں قدم رکھنے کے بعد فوراً سریر آرائے سلطنت ہوا۔ اُس زمانہ کی دیگر بڑی نظموں میں سکندر اعظم، قیصر اور دیگر قدیم قابل اشخاص بطور سورماؤں کے ظاہر ہوتے ہیں۔ تاریخی واقعات سے اُن کی بالکل بے اعتنائی نے اور ٹرائے اور روما کے بہادروں کو عہد وسطیٰ کے سورماؤں میں ظاہر کرنے کے رجحان نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ قرون وسطیٰ کا دماغ اس امر کے سمجھنے کے لئے ناقابل تھا کہ ماضی، زمانۂ حال سے بالکل مختلف ہوگا۔ یہ تمام قصے دلچسپ مہمات سے پُر ہیں اور اصلی سپہ سالار کی وفاداری اور شجاعت اور نیز اُس کی بے پروائی اور اُس کی انسانی زندگی سے نفرت کی تصویر ہو بہو آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔

بزمیہ نظمیں اور کہانیاں

علاوہ طویل اور واضح رزمیہ نظموں مثل رولینڈ کے اور نظم و نثر کے قصوں کے بے انتہا چھوٹی چھوٹی کہانیاں نظم میں تھیں جنکو بزمیہ نظمیں کہا جاتا تھا اور جنہیں عام طور پر روزانہ زندگی کے واقعات، خصوصاً جن کا تعلق خوشی اور راحت سے ہوتا تھا، بیان کئے جاتے تھے۔ اِس کے بعد کہانیوں کا نمبر آتا تھا جن میں سب سے زیادہ مشہور رینارڈ لومڑی کی کہانیاں ہیں جو دراصل اُس زمانہ کی رسوم کی ہجو میں ہیں اور جنہیں خصوصاً راہبوں اور پادریوں کی کمزوریوں کو خوب دکھلایا ہے۔

ٹروبے ڈورس

اب جنوبی فرانس کی طرف متوجہ ہوجیئے۔ ٹروبے ڈورس (عشقیہ نظموں کے شعراء) کے خوبصورت اور مرغوب طبع ترانے جو پروونسیل زبان کے لئے مایۂ فخر و ناز ہیں کثیر التعداد فیوڈل شہزادوں کے درباروں کی ہشاش بشاش اور ٹیپ ٹاپ والی سوسائٹی کو ظاہر کرتے ہیں۔ فرمانروا نہ صرف شعراء کی حفاظت کرتے تھے اور انکی حوصلہ افزائی فرماتے تھے بلکہ

وہ خود بھی شاعر ہونے کی آرزو کرتے تھے اور عشقیہ نظموں کے شعرا کے زمرے میں داخل ہونا چاہتے
تھے جیساکہ ان نفیس نظموں کے ناظموں کو کہا جاتا تھا۔ یہ نغمات ہمیشہ کسی باجے پر اور عموماً طنبورہ
پر گائے جاتے تھے۔ وہ لوگ جو صرف ان کو گانا جانتے تھے اور خود شاعر نہ تھے جانگلیرس کہلاتے
تھے۔ عشقیہ نظموں کے شعرا اور قوال ایک دربار سے دوسرے دربار تک نہ صرف فرانس میں بلکہ
شمال کی جانب جرمنی میں اور جنوب کی جانب اٹلی میں اپنے ساتھ جنوبی فرانس کی شاعری اور وہاں
کے رسوم لیکر سفر کرتے رہتے تھے۔ ہمارے پاس ۱۱۰۰ء کے قبل کی پروونسل زبان کے نمونے
موجود نہیں ہیں لیکن اُس وقت سے آئندہ دو صدیوں تک بے شمار نغمات لکھے گئے اور بہت سے
عشقیہ نظموں کے شعرا نے بین الاقوامی شہرت حاصل کرلی تھی۔ خوفناک ایلبی جنیسین صلیبی جنگ
نے ان فرحناک حلقوں میں جو کاؤنٹ اوف ٹولوس اور دیگر اشخاص کے گرد جمع ہوگئے تھے
جنھوں نے بیدینوں کے ساتھ نہایت نرمی کا برتاؤ کیا تھا، موت اور مصیبت پھیلادی۔ لیکن
ادبی نقاد پروونسل نظم میں تنزل کے آثار کا کھوج اس مصیبت سے پیشتر بھی لگا سکتا ہے۔

بہادری | تاریخ کے طالب علم کے لیے شمالی فرانس کی رزمیہ نظمیں اور جنوبی فرانس کے نغمات
اس لیے خصوصیت کے ساتھ مفید ہیں کہ ان سے اُس فیوڈل زمانہ کی زندگی اور خواہشات کا
بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔ یہ دونوں امور لفظ بہادری میں عام طور پر مجتمع ہیں جس کے بارہ میں
ہم بیان کچھ مختصراً بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا حال ہم کو قطعی نہ معلوم ہوتا اگر یہ ادبی ذخیرہ
جس کا ذکر ہم کر رہے ہیں ہمارے پاس نہ ہوتا۔ تمام قرون وسطیٰ کے قصص میں بہادران یا سرداران
فوج نمایاں حصہ لیتے ہیں اور چونکہ عشقیہ شاعری کے شعرا سرداران فوج میں سے تھے لہذا اپنے
نغمات میں وہ بہادری کا قدرتاً ذکر کرتے تھے۔

بہادری کوئی باقاعدہ صیغہ نہ تھا جو کسی خاص وقت پر قائم کیا گیا ہو۔ فیوڈلزم کی طرح
جس کا اس کا بھی بہت تعلق ہے۔ اس کا کوئی بانی نہ تھا لیکن یہ تمام مغربی یورپ میں قدرتاً پیدا
ہوگئی تاکہ زمانہ کی ضروریات اور خواہشات کو پورا کرے۔ ہم نے ٹے سی لس مورخ سے یہ بات

حاصل کی ہے کہ اُس کے زمانہ میں بھی جرمن اُس لمحہ کو نہایت قابل قدر سمجھتے تھے جبکہ نوجوان بہادر ایک لشکری کے ہتھیاروں سے پہلے پہل مسلح کیا جاتا تھا" یہ اس بات کی علامت تھی کہ کہ نوجوان بالغ ہوگیا ہے اور یہ اُس کا پہلا اعزاز تھا" غالباً اسی احساس کا یہ بقیہ ہے جو ہم "سر" کے خطاب میں بھی خیال موجود پاتے ہیں۔ جب کسی شریف خاندان کا نوجوان گھوڑے کی سواری اچھی طرح سیکھ لیتا تھا، تلوار کے کرتب حاصل کر لیتا تھا اور شکار میں اپنے باز کو اچھی طرح چھوڑ سکتا تھا تو وہ ایک رسم کے ساتھ جس میں کلیسا شرکت کرتی تھی "نائٹ" بنا دیا جاتا تھا اگرچہ یہ سرداری کسی پُرانے نائٹ (سردار فوج) سے حاصل کی جاتی تھی۔

سردارانِ فوج کے طبقہ کی نوعیت

سردار فوج ایک عیسائی سپاہی ہوتا تھا اور وہ اور اُس کے توابعین ایک لحاظ سے ایک جداگانہ فرقہ میں ہوتے تھے جن کا طرز عمل علیٰ پیمانہ کا ہوتا تھا اور جوان کے طبقہ کے مناسب حال ہوتا تھا لیکن سرداری فوج کسی جماعت کی ممبری نہ تھی جس میں افسران (عہدہ داران) بھی ہوں اور ایک تحریری دستور العمل بھی ہو۔ یہ ایک بلند خیال اور نصف مفروضہ سوسائٹی تھی، ایسی سوسائٹی تھی جس میں بادشاہوں اور ڈیوکوں کو بھی شامل ہونے کا فخر تھا۔ کوئی شخص پیدائشی سردار فوج نہیں ہوتا تھا جیسا کہ وہ ڈیوک یا کاؤنٹ ہوتا تھا اور وہ یہ امتیاز اُسی وقت حاصل کر سکتا تھا جبکہ وہ رسم جس کا ذکر اوپر کیا گیا ادا کر دی گئی ہو۔ ایک شخص ممکن ہے کہ امیر ہو لیکن اس فوجی سرداران کے طبقہ میں شامل نہ ہو۔ برعکس اس کے ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک ادنیٰ درجہ کا آدمی کسی بہادری کے کام کو بجا لانے میں فوجی سردار بنا دیا جاتا تھا

بہادر کا معیار ذہنی

بہادر کے لئے ضرور تھا کہ وہ عیسائی ہو اور تمام مواقع پر کلیسا کی حفاظت کرے اور اُس کے احکام بجا لائے۔ ہر قسم کے کمزور آدمیوں کی عزت کرے اور بیکسوں کی امداد کرے جہاں کہیں وہ اُن سے دوچار ہو۔ اُسے چاہیئے کہ کافروں سے بیرحمی کے ساتھ برابر جنگ کرتا رہے اور دشمن کی کبھی اطاعت قبول نہ کرے۔ اُسے چاہیئے کہ وہ اپنی تمام فیوڈل خدمات ادا کرے۔ اپنے آقا کا جملہ امور میں مطیع رہے۔ کبھی جھوٹ نہ بولے اور کبھی اپنے عہد کے خلاف نہ کرے۔ اُسے چاہیئے کہ

Marfat.com

وہ فیاض ہو اور حاجتمند کو آزادی کے ساتھ اور بے دریغ مال و دولت دے۔ بیوی کے ساتھ خالص محبت رکھے اور اُسکی ذات اور اُس کی آبرو پر خواہ کچھ ہو کوئی حرف نہ آنے دے۔ ہر جگہ ظلم اور ناانصافی کے خلاف حق کی حمایت کرے۔ مختصر یہ کہ بہادری عیسائی شدہ پیشۂ جنگ تھا۔ بادشاہ آرتھر اور اُس کے نائیٹوں کے قصوں میں ایسے فرضی نائٹ کی خوبصورت تصویر کھینچی گئی ہے۔ مردہ لینس لاٹ سے اُس کے غمگین رفقا نے حسب ذیل الفاظ میں خطاب کیا ہے "تو اُن سب سے زیادہ خلیق نائٹ تھا جنھوں نے اتبک ہاتھ میں ڈھال لی ہے اور تو اپنے سے محبت کرنیوالوں کا اُن سب سے زیادہ مخلص دوست تھا جو کبھی گھوڑے پر سوار ہوئے ہیں اور تو ایک گنہگار سے اُن سب سے زیادہ سچی محبت رکھنے والا تھا جنھوں نے کبھی عورت سے محبت کی ہے اور تو اُن سب سے زیادہ مہربان آدمی تھا جنھوں نے کبھی تلوار چلائی ہے اور تو اُن سب سے زیادہ اچھا آدمی تھا جو کبھی نائٹ ہوئے ہیں اور تو اُن سب سے زیادہ خاکسار اور نرم دل تھا جنھوں نے گول کمرہ میں کبھی خاتونوں کے ساتھ کھانا کھایا ہے اور تو اُن سب سے زیادہ سخت نائٹ (بہادر) اپنے دشمن کیلئے تھا جنھوں نے کبھی سینہ میں نیزہ مارا ہے۔

جرمن رزمیہ شعرا جرمنوں نے بھی بہادری کے علم ادب میں حصہ لیا۔ تیرھویں صدی کے جرمن شعرا رزمیہ نظموں کے شعرا کہلاتے تھے۔ عشقیہ نظموں کے شعرا کی طرح جنکی وہ بہت توصیف کرتے تھے وہ عام طور پر عشقیہ نظمیں لکھتے تھے۔ اس قسم کا سب سے زیادہ مشہور شاعر والٹر فان ڈر دوجل

والٹر فان ڈر دوجل ویڈ ویڈ تھا (تقریباً ١٢٢٨ء میں فوت ہوا) جس کے نغمات میں دلچسپی اور دلفریبی اور نیز حب الوطنی کا جوش بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ وولفرام فان ایشن باش (تقریباً ١٢٢٥ء میں مرا) اپنے پارسی فال کے قصے میں ایک بہادر کے طویل اور غمگین واقعات کا ذکر کرتا ہے جو مقدس گریل کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ یہ ایک مقدس جہاز تھا جس میں حضرت مسیحؑ کا خون تھا۔ صرف وہ لوگ جنکے خیالات، اقوال اور اعمال بالکل صاف اور پاکیزہ تھے اُسکو دیکھنے کی امید کرسکتے تھے۔

پارسی فال پارسی فال نے ایک مصیبت زدہ شخص سے ہمدردی کی باتیں نہیں کی تھیں اور اسلئے

اُس کو سزا۔ ایک طویل تلافی مافات کرنی پڑی۔ آخر کار اُسے معلوم ہوا کہ صرف رحم اور خاکساری ہی سے اور خدا پر ایمان رکھنے سے وہ گریل کو پا سکتا تھا۔

بہادری کے اگلے اور پچھلے خیالات میں تباین۔

وہ بہادری جو نغمۂ رولینڈ میں اور شمالی فرانس کی زیادہ متین نظموں میں بیان کیگئی ہے سخت قسم کی ہے جس میں کلیسا کی خدمت کو خصوصاً کفار کے مقابلہ میں اور فیوڈل آقا کی خدمات کو برتر جگہ دی گئی ہے۔ برخلاف اس کے آرتھر کے قصوں میں اور سب سے بڑھکر یہ کہ عشقیہ شعرا کی نظموں میں ایک مکلف اور بہادر شریف آدمی کا طرز عمل خصوصاً اُس کی معشوقہ کے ساتھ بخوبی بیان کیا گیا ہے۔ بہادری کے پچھلے قصوں میں (تیرہویں اور اُس کے بعد کی صدیوں میں) بہادری کا ذکر بہت زیادہ اس لفظ کے پچھلے مفہوم کے ساتھ کیا گیا ہے۔ واقعی اب کوئی شخص کافروں سے لڑنے کا خیال نہیں رکھتا تھا کیونکہ صلیبی لڑائیاں ختم ہو گئی تھیں اور ایک بہادر کو قسمت آزما مہمات گھر کے قریب ہی تلاش کرنی پڑتی تھیں۔

زمانہ گزشتہ کی عام جہالت

جب تک کہ تمام کتابیں ہاتھ سے نقل کیجاتی رہیں، فی الواقع اُن کی تعداد زمانۂ حال کے لحاظ سے بہت ہی کم رہی۔ علم ادب جسکا ہم ذکر کر رہے ہیں عام طور پر پڑھا نہیں جاتا تھا بلکہ سنا جاتا تھا جبکہ اُس کو وہ لوگ جنہوں نے یہ پیشہ اختیار کر لیا تھا گاتے یا پڑھتے تھے۔ جہاں کہیں اِدھر اُدھر چکر لگانیوالا قوال جاتا تھا وہ یہ یقین کامل رکھتا تھا کہ اُس کے نغمات اور قصوں کو خواہ وہ متین ہوں یا دلچسپ ایک تو شوقین مجمع حاضرین ضرور سنیگا لیکن وہ اشخاص جو لاطینی سے ناواقف تھے زمانۂ ماضی کا کچھ حال معلوم نہیں کر سکتے تھے۔ اُس وقت تک یونان اور روما کے قدیم علم ادب یا ہومر، افلاطون، اسسرو، یا لوی کے تراجم نہیں ہوئے تھے۔ وہ قدیم تاریخ کے متعلق جو کچھ واقفیت رکھتے تھے وہ اُنہیں مذکورالصدر دلچسپ قصوں سے حاصل کیجاتی تھی جن میں سکندر اعظم، اینیاس اور قیصر سے بالکل لغو کارنامے منسوب کئے گئے ہیں۔ رہا اُنکی خاص تاریخ کا معاملہ؛ فرانس اور بقیہ یورپ کے ابتدائی واقعات کے متعلق جو رزمیہ نظمیں تھیں وہ نہایت پریشان اور پیچیدہ تھیں مصنفین نے فرنیک بادشاہوں کے بہت سے کارہائے نمایاں کو جو کلووس سے پپین تک ہوئے تھے

شارلمین کی طرف منسوب کر دیا تھا۔ پہلی واقعی تاریخ جو فرانسیسی زبان میں لکھی گئی وہ ولی ہارڈون کی تاریخ ہے جس میں اُس نے قسطنطنیہ پر صلیبی جنگجویوں کے قبضہ کا حال (۱۲۰۴ء میں) لکھا ہے جو اُس کا چشم دید واقعہ ہے۔

عہد وسطیٰ کی مشہور سائنس — جس کو ہم علمی لٹریچر کہتے ہیں اُسوقت عملی طور پر بالکل نابید تھا۔ یہ سچ ہے کہ ایک قسم کا انسائیکلوپیڈیا (تمام علوم کی لغت) نظم میں تھی جو چیزوں کے بارہ میں عموماً بہت غلط اطلاع دیتی تھی۔ ہر شخص عجیب و غریب جانوروں کے وجود کا یقین رکھتا تھا مثلاً ایسے[1] جانور کا جس کا جسم گھوڑے کا تھا اور جسکی پیشانی پر سینگ تھا، پروں[2] والے سانپ کا، اور اُس پرند کا جو ایک صحرائے لق و دق میں پانسو برس سے تنہا رہتا تھا اور بعد ازاں جنازہ پر جلکر اپنی خاک سے پیدا ہو جاتا تھا اور ان سب سے بڑھکر یہ کہ ہر شخص کو اصلی جانوروں کی عجیب و غریب عادات پر یقین تھا۔ صرف ایک مثال یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے کہ تیرہویں صدی میں علم الحیوانات سے کیا مراد تھی۔ "ایک چھوٹا جانور ہے جو چھپکلی کی شکل کا ہوتا ہے اُس کی یہ خاصیت ہے کہ اگر وہ آگ میں گر جائے تو آگ بجھ جائے۔ یہ جانور اس قدر سرد ہے اور اس قسم کا ہے کہ آگ اُسے جلا نہیں سکتی اور جہاں کہیں یہ ہوگا وہاں کوئی آفت نہیں آئیگی"۔ یہ جانور ایک مقدس آدمی کو ظاہر کرتا ہے جو اپنے مذہب میں پختہ ہو، "جسکو آگ سے کوئی صدمہ نہیں پہونچیگا اور نہ دوزخ اُسے جلا سکیگی۔ اس جانور کا دوسرا نام بھی ہے — یہ آتشی جانور کہلاتا ہے جیسا کہ لکھا ہوا ہے — یہ سیب کے درختوں پر چڑھا رہتا ہے، سیبوں میں زہر پھیلا دیتا ہے اور اگر یہ کسی کنوئیں میں گر پڑے تو اُس کا پانی زہریلا کر دے"۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ جانوروں کی عادات کچھ روحانی معنی رکھتی ہوئی سمجھی جاتی تھیں اور نوع انسان کے لئے مشعل ہدایت کا کام دیتی تھیں۔ یہ بھی یہاں کہدینا ضروری ہے کہ یہ قصے صدیوں پُرانے تھے۔ نہایت ناممکن باتیں نسلاً بعد نسلٍ دوہرائی جاتی تھیں اور یہ کسی کو خیال نہیں ہوتا تھا

---

[1] اور [2] ان دونوں جانوروں کو ہندوستان کی پیداوار بنایا جاتا ہے۔ مؤلف۔

Marfat.com

کہ ان کی اصلیت دریافت کیجائے۔ اُس زمانہ کے نہایت عالم اشخاص بھی علم النجوم اور پودوں اور جواہرات کی عجیب وغریب صفات کا یقین رکھتے تھے۔ مثال کے طور پر البرٹس مگنس کو لیجئے جو تیرہویں صدی کے نہایت ممتاز سائنس دانوں میں ہے۔ وہ اس امر پر متفق ہے کہ نیلم سے پھوڑے اچھے ہو جاتے ہیں اور ہیرا بارہ سنگھے کے خون میں رقیق بنایا جا سکتا ہے جو بہت کارآمد ہو اگر بارہ سنگھے کو شراب پلائی جائے اور خوشبودار گھاس چرائی جائے۔

قرون وسطیٰ کے صرف علم ادب ہی میں لوگوں کی زندگی اور خیالات کا عکس نہیں پایا جاتا ہے بلکہ فنون میں بھی ان کا شائبہ نظر آتا ہے کیونکہ نقاش، سنگتراش اور معمار مغربی یورپ کے ہر ملک میں معروف کار تھے۔

راہبوں نے کتابی نقش ونگار بنائے۔

آج کل کے نقش ونگار سے اُس زمانہ کے نقش ونگار بالکل مختلف تھے اور انہیں کتابی بیل وبوٹے زیادہ پائے جاتے تھے جنکو کتابی نقش ونگار کہتے تھے۔ جس طرح تمام کتابیں محنت کے ساتھ ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں اسی طرح ہر تصویر کھال کے کاغذ پر چھوٹے چھوٹے برش سے بنائی جاتی تھی جو عام طور پر چمکدار اور رنگین ہوتی تھی اور خوب مطلا کیجاتی تھی۔ چونکہ کتابیں راہب نقل کیا کرتے تھے بس عام طور پر یہ راہب ہی ہوتے تھے جو تصویریں بناتے تھے۔ جن کتابوں کو وہ مزین کرتے تھے خاص طور پر مذہبی کتابیں ہوتی تھیں خصوصاً رومن کیتھولک کی روزانہ نماز کی کتاب، بھجنوں کی کتاب اور گھنٹوں کی کتاب۔ قدرتاً یہ تصاویر عام طور پر مذہبی مضامین سے متعلق ہوتی تھیں اور اولیا کی زندگیوں کو ظاہر کرتی تھیں یا انجیل مقدس کی تواریخ کے واقعات کو منکشف کرتی تھیں۔ آسمانی خوشیوں کو تصاویر کے ذریعہ ظاہر کرکے نیکی کی حوصلہ افزائی کیجاتی تھی اور نیکی کی ترغیب شیطان اور اُس کے ہم نفسوں کی مضحکہ خیز تصاویر سے اور گنہگاروں کی مصیبتوں کے نقشہ سے خوب ہوتی تھی۔

مذہبی کتابوں میں

دنیاوی کتابوں میں

دنیاوی کتابوں میں بھی بعض اوقات تصاویر ہوتی تھیں جو بلحاظ مضامین مختلف ہوتی تھیں۔ ہم اُن کے صفحات میں ایسی گھریلو اور مانوس شکلیں مثلاً کسان معہ اپنے ہل کے، قصاب

معہ اپنی چھری کے، شیشہ گراپنی بھٹی پر دیکھتے ہیں۔ اس کے بعد پھر ہم خیالی دنیا میں منتقل کر دئے جاتے ہیں جس میں عجیب اور بھدی مخلوق رہتی ہے اور جو دلفریب مکانات وغیرہ سے آراستہ ہے۔

صاحب فن مقررہ قواعد کا پابند ہوتا تھا۔

قرون وسطیٰ کے لوگوں کو جو محبت نقش و نگار اور کسی کام کو مقررہ قواعد کے ساتھ کرنے میں تھی وہ ان کتابی تصاویر سے تعجب خیز طریقہ پر ہویدا ہے۔

ہر رنگ سے ایک خاص مراد ہوتی تھی۔ کچھ مقررہ حالتیں تھیں اور مختلف طرز عمل اور جذبات کی تصاویر کے مقررہ قواعد تھے جن پر نسلاً بعد نسلٍ مصور عمل درآمد کرتے رہے چنانچہ مقابلتاً کسی انفرادی قابلیت یا نفیس تصویر کشی کے لئے کم موقع تھا۔ برعکس اس کے یہ چھوٹی تصاویر کیونکہ دراصل یہ ہمیشہ چھوٹی ہوتی تھیں اکثر بڑی ہوشیاری اور غور کے ساتھ بنائی جاتی تھیں اور بعض اوقات قدرتی امور کا لحاظ کر کے انکی چھوٹی چھوٹی تفصیل بھی دیجاتی تھی۔

اِن تصاویر کے علاوہ جنکا ہم ذکر کر رہے ہیں یہ بھی عام رواج تھا کہ کتابوں کو چھوٹے دستخطوں سے مزین کیا جائے یا صفحات کے حاشیوں کو زیب دہ بنایا جائے جو بعض اوقات رنگ اور نقشہ کے لحاظ سے بہت خوبصورت ہوتے تھے۔ ان میں منفرد مصور کے دل و دماغ کو زیادہ آزادی حاصل تھی اور وہ بکثرت نہایت دلفریب اور مثلِ اصل پھولوں، پرندوں، گلہریوں اور دیگر چھوٹے جانوروں سے مزین ہوتے تھے۔

فن سنگتراشی نقاشی کی نسبت زیادہ عام طور پر اور کامیابی کے ساتھ قرونِ وسطیٰ میں ترقی پذیر ہو رہا تھا۔ عہد وسطیٰ کی سنگتراشی نے اپنے آپ کو انسانی شکلوں ہی کے بنانے سے مخصوص نہیں رکھا بلکہ زیب و زینت کی نقاشی سے بھی کام لیا۔ یہ فن تقریباً قرون وسطیٰ کے بڑے فن معمار کی شاخ

سنگتراشی فن تعمیر کے ذیل میں تھی۔

تھا۔ اس قرون وسطیٰ کے فن کے ہم نہایت عمدہ اور پائیدار کارنامے اُن عظیم الشان بڑی گرجاؤں اور دیگر گرجاؤں میں دیکھتے ہیں جو انگلستان، فرانس، اسپین، ہالینڈ، بلجیم اور جرمنی میں جابجا پائی جاتی ہیں اور جنکی ہمسری باوجود تمام موجودہ عقلی اور صنعتی ذرائع کے ہم نہیں کر سکتے۔ ہر شخص کو کلیسا

فن تعمیر قرون وسطیٰ میں جملہ فنون پر حاوی تھا۔

سے تعلق رکھتا ہوتا تھا لیکن کلیسا بھی ہر شخص کی ملکیت ہوتی تھی۔ کسی نئی گرجا کی تعمیر اور اسکی آراستگی تمام فرقہ کے لئے دلچسپی کا باعث ہوتی تھی خواہ وہ کسی حیثیت کے اشخاص ہوں۔ اُن کے مذہبی احساسات اس سے شگفتہ ہوتے تھے۔ یہ اُن کے مقامی فخر اور ان کے خوبصورت نقش و نگار کا باعث ہوتی تھی۔ تمام ہنرمندی اور صناعی کی وجہ سے جو اس نئی عمارت کی تیاری اور آراستگی میں صرف کیجاتی تھی اور مزید برآں اُسکی مذہبی اہمیت سے یہ گویا ہمارے زمانۂ حال کے فنون کے عجائب خانہ کی قائم مقام تھی۔ تیرہویں صدی کے آغاز تک گرجائیں رومی[۵] طریقہ پر بنائی جاتی تھیں۔ وہ عام طور پر صلیب نما ہوتی تھیں جن میں ایک درمیانی حصہ ہوتا تھا اور دو حصے اُس کے پہلو میں ہوتے تھے۔ جو دونوں درمیانی حصوں سے زیادہ تنگ اور پست ہوتے تھے۔ ان حصوں کو ایک دوسرے سے گول ستونوں کے ذریعہ سے

رومی نمونہ

علیحدہ کر دیا جاتا تھا جو چھت کی ڈاٹ کو اُٹھائے رہتے تھے اور گول محرابوں سے پیوست ہوتے تھے۔ گول محراب دار کھڑکیاں عام طور پر عمارت کے لحاظ سے چھوٹی ہوتی تھیں۔ پس اندرون عمارت کافی روشنی نہیں ہوتی تھی۔ اس سے سامان تعمیر کی سادگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن اس قسم کی پچھلی گرجاؤں میں خصوصاً اور علم ہندسہ کے نقشوں کی عمارات میں عموماً منقش زیب و زینت کی کثرت ہے۔

گاتھک طریقہ کا رواج

گیارہویں اور بارہویں صدیوں میں کھڑکیوں میں اکثر نوکیلی شکل کی محراب بنا دی جاتی تھی۔ لیکن تیرہویں جلدی کے آغاز کے قریب[۶] اس کا استعمال بہت زیادہ عام طور پر ہونے لگا۔ اور ناقابل یقین مختصر زمانہ میں عملی طور پر گول محراب پر سبقت لیگئی اور نئے طریقہ کی مختص صنعت ہوگئی جس کو گاتھک کہتے تھے۔ نوکیلی محراب کے رواج سے نہایت اہم نتائج نکلے۔ اس سے معمار اُسی

---

[۵] رومی طریقہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ نمونہ عمارات اُن قدیم رومی عمارتوں سے لیا گیا تھا جن میں عدالت ہوتی تھی۔ مؤلف۔

[۶] فرانس میں بارہویں صدی ہی میں۔ مؤلف۔

Marfat.com

بلندی کی لیکن مختلف عرض کی اور ایک ہی عرض کی لیکن مختلف بلندی کی محرابیں بناسکتا تھا کسی عرض کی ایک گول محراب اُس سے صرف نصف بلند ہوسکتی تھی لیکن نوکیلی محراب مختلف قسم کا عرض و ارتفاع رکھ سکتی تھی۔ گاتھک طرز کی ترقی میں ہوادار کھڑکیوں کی ایجاد سے بہت اضافہ ہوا۔

ہوادار کھڑکیاں | اس بیرونی اور شاندار سہارے کے ذریعہ سے اتبک جو بھاری دیواریں بنتی تھیں ان میں سامان کی تخفیف کرنا اور بڑی بڑی کھڑکیاں لگانا آسان ہوگیا جن سے تاریک گرجائیں خوب منور ہوگئیں۔

روغن شدہ شیشہ | ان بڑی کھڑکیوں کی روشنی ممکن تھا کہ بہت تیز ہوتی، اس لئے عجیب و غریب روغن شدہ آئینے عمدہ پتھر کی جالیوں میں بٹھادئے جاتے تھے جو کھڑکیوں میں لگی ہوتی تھیں۔ عہد وسطیٰ کی بڑی گرجا کا روغن دار آئینہ خصوصاً فرانس میں جہاں کہ شیشہ گروں نے اپنے ہنر کو درجۂ کمال پر پہنچا دیا تھا اُس عہد کے خاص شیوں میں سے تھا۔ اس پُرانے آئینے کا جزو اعظم بیشک ناپید ہوگیا ہے لیکن اتبک اس کی اس قدر قدر ہے کہ اب اُس کا ہر ٹکڑا نہایت غور و فکر کیساتھ محفوظ رکھا جاتا ہے کیونکہ اتبک اُس کی ہمسری کسی آئینہ سے نہیں ہوئی۔ ایک کھڑکی جسمیں اُس کے ٹکڑے لگے ہوئے ہوں جو بدنما طریقہ پر بٹھائے جاتے تھے اپنی گہری اور جواہرات کی سی رنگت کے لحاظ سے اب بھی نہایت نفیس زمانۂ حال کے کام سے زیادہ خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔

جوں جوں گاتھک طرز ترقی کرتا گیا اور معمار زیادہ ہوشیار اور جری ہونے لگے۔ گرجائیں، روشنی، ساخت اور ہنرمندی میں یگانۂ روزگار ہنگئیں اور انکی شان و عظمت اور تناسب کی خوبصورتی بدستور قائم رہی۔

پچیکاری کی زیب و زینت | پچیکاری کے کام کرنے والوں نے اپنے ہنر کے نہایت خوبصورت نمونوں سے اُن کو مالامال کردیا۔ کارنس، ستونوں کی چوٹیاں، منبر، قربان گاہیں، آواز ملاکر گانے کی جگہ کے پردے، پادری اور گانے والوں کی لکڑی کی نشستیں بعض اوقات بجد کندہ نظر آتی ہیں جنہیں خوبصورت پھول اور پتی کی شکلیں، مانوس حیوانات یا بدشکل ہیبت ناک جانوروں اور مقدس انجیلی واقعات یا روزمرہ کی زندگی کے گھریلو نظارے دکھلائے گئے ہیں۔ انگلستان کے

شہر ولیس کی بڑی گرجا میں ستون کی ایک چوٹی پر اسکی پتیوں اور انگور کی بیلوں کے درمیان ایک لڑکے کی شکل بنائی ہے جسکا چہرہ اُس کانٹے کی تکلیف سے جو اپنے پانوں سے نکال رہا ہے تمتمایا ہوا ہے۔ دوسرے ستون کی چوٹی پر تمام قصہ کہ کس طرح جرم کا پتہ لگا کندہ ہے۔ چور انگور چرا رہے ہیں جنکے تعاقب میں ایک غضبناک کاشتکار معہ اپنی پنجیلی (Pitch Fork) کے ہے۔

عہد وسطیٰ کے تخیل کی خصوصیت اُس کا ہیبت ناک چیزوں کا شوق ہے۔ یہ عہد عجیب جانوروں، نصف عقاب، نصف شیر، خوفناک چمگادڑ جیسی مخلوقات اور ایسے بدہیئت حیوانات کا جنکا مثل نہ زمین پر ہے اور نہ سمندر پر بہت شائق معلوم ہوتا ہے۔ یہ سب شکلیں پردوں کے پتوں کے جھرمٹ میں چھپی ہوئی ہیں اور دیوار یا ستون پر سے تم کو دیکھتی ہیں یا گارٹروں پر لیٹی ہوئی نظر آتی ہیں جو چھتوں اور گنبدوں پر پڑے ہوئے ہیں۔

گاتھک عمارات کی ایک نمایاں خصوصیت حواریوں، اولیا اور فرمانرواؤں کے مجسموں کی بڑی تعداد ہے جو اُن عمارتوں کے پیشین رخوں اور خصوصاً گرجاؤں کے بڑے برآمدوں کی زیب و زینت ہیں۔ یہ شکلیں اُسی قسم کے پتھر سے کاٹی گئی ہیں جس سے عمارت تیار کیگئی ہے اور یہ عمارت کا قریب قریب جزو نظر آتی ہیں۔ اگر ان کا مقابلہ پچھلے پچیکاری کے کام سے کیا جائے تو وہ کسیقدر

گاتھک پچیکاری | بھدی اور غیر دلچسپ معلوم ہوں گی لیکن وہ تمام عمارت سے عجیب و غریب طریقہ پر ملتی جلتی نظر آتی ہیں اور جو اُن میں سب سے بہتر ہیں وہ بلاشبہ شان و خوبصورتی سے پُر ہیں۔

دنیاوی عمارات | یہاں تک ہم نے گرجا کے فن تعمیر سے بحث کی ہے اور یہ بلاشبہ اُس زمانہ میں جسکا ہم ذکر کر رہے ہیں نہایت اہم تھا۔ بعد ازاں چودھویں صدی میں بہت سی خوبصورت دنیاوی عمارتیں گاتھک طرز پر تیار ہوئیں۔ ان میں نہایت شاندار اور نمایاں وہ عمارتیں تھیں جو متمول سوداگروں کی اتحادی جماعت نے تیار کرائی تھیں اور نیز بعض بڑے شہروں کے ٹاؤن ہال (دار البلدہ) تھے۔ لیکن گاتھک طرز ہمیشہ خاص طور پر مذہبی عمارات کے نام پر معنون ہو گیا تھا اور یہ اُس کے لئے خصوصاً موزوں بھی ہے۔ اُس کے بلند برابر کے کمرے اور کھلے ہوئے فرش کے

مقامات، اُس کی آسمان سے باتیں کرتی ہوئی محرابیں اور اُس کی چمکتی ہوئی کھڑکیاں جو جنت الفردوس کی شان دکھلاتی تھیں قرونِ وسطیٰ کے عیسائی کو سرگرم دیندار بنانے کا کام کرتی تھیں۔

ہم قرونِ وسطیٰ کے قلعہ کا ذکر کرتے ہوئے گھریلو عمارات کی بعض خصوصیات کو پیشتر ہی بیان کرچکے ہیں۔ یہ ایک مسکونہ مکان کی نسبت ایک قلعہ معلوم ہوتی تھیں۔ اُن کی خاص خوبی، مضبوطی اور ناقابلِ گزار ڈوباتیں ہوتی تھیں۔ دیواریں بہت عریض ہوتی تھیں اور چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں

قرونِ وسطیٰ کا قلعہ

ان دیواروں میں سوراخوں کی برابر ہوتی تھیں۔ پتھر کے فرش ہوتے تھے۔ بڑے کمرے ہوتے تھے جو بڑے بڑے آتشدانوں سے گرم کیے جاتے تھے۔ ان سب باتوں سے کسی زمانۂ موجودہ کے مسکونہ مکان کے آرام و آسائش کا پتہ نہیں چلتا۔ ساتھ ہی ساتھ ان سے مکینوں کے مذاق اور طریقوں کی سادگی کا پتہ چلتا ہے۔ اور ان کی عمدہ جسمانی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے جس پر ہم سب رشک کرسکتے ہیں۔

گیارہویں صدی سے قبل مدارس

لوگوں کی کتابوں اور زبان سے اور اُس زمانہ کے فنون سے قطع نظر کرکے اب ہم طبقۂ علما کے مشاغل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو اپنے مطالعوں اور مباحث کو لاطینی زبان میں سرانجام دیتے تھے۔ ہم قدرتاً یہ سوال کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی تعلیم و تربیت کہاں ہوتی تھی؟ اُن دراز صدیوں کے مابین جو اُس زمانہ سے جب جسٹینین نے سرکاری مدارس بند کردیے اور فریڈرک باربروسا کی آمد تک گزریں مغربی یورپ میں اٹلی اور اسپین کے باہر کوئی چیز یونیورسٹیوں اور کالجوں کے مشابہ نہ تھیں۔ یہ سچ ہے کہ بعض مدارس جنکو اسقفوں اور ایبٹوں نے شارلمین کے فرامین کی بموجب قائم کردیا تھا تاریک اور ابتر زمانہ میں جو اسکی وفات کے بعد گزرا برابر جاری رہے لیکن اس امر سے کہ ہم کو ان کا کچھ حال معلوم نہیں ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں بہت ابتدائی تعلیم دیجاتی تھی اگرچہ بعض اوقات اُن کے مہتمم قابل آدمی ہوتے تھے۔

ابی لارڈ ۱۱۴۲ء میں مرا

سنہ ۱۱۰۰ء کے قریب ایک جوشیلا نوجوان جس کا نام ابی لارڈ تھا اپنے وطن مالوف برٹینی سے تمام ان مقامات کی سیاحت کے لیے روانہ ہوا جہاں کہ وہ منطق اور فلسفہ کی تعلیم

حاصل کرسکے جن سے اپنے ہمعصر عالموں کی مانند اُسے بھی خاص دلچسپی تھی۔ وہ لکھتا ہے کہ چند فرانسیسی شہروں خصوصاً پیرس میں اُسے استاد ملے جنکے لکچروں کو جو منطق، علم البیان اور دینیات پر ہوتے تھے سننے کے لئے کثیر التعداد طلباب آتے تھے۔ ابی لارڈ نے اپنے استادوں پر انکو چندمرتبہ بحث میں عاجز کرکے جلد اپنی فوقیت حاصل کرلی۔ وہ بہت جلد خود لکچر دینے لگا اور وہ اس قدر کامیاب ہوا کہ ہزاروں طلباب اُس کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے لگے۔

ابی لارڈ کا رسالہ لاؤنعم | اُس نے ایک عمدہ چھوٹی درسی کتاب تیار کی جس کا نام لاؤنعم تھا اور جس میں بظاہر کلیسا کے مقدس باپوں کی متضاد آرار خاص خاص سوالات پر مندرج تھیں۔ طالبعلم سے اگر ایسا اُس کے امکان میں ہو اختلاف آرار کو معقول دلائل سے دور کرنے کی توقع کیجاتی تھی کیونکہ ابی لارڈ کا خیال تھا کہ علم بے بحث حاصل نہیں ہوسکتا۔ اُن اسناد پر جن پر لوگوں کے مذہبی تیقنات کی بنیاد تھی وہ آزادی کے ساتھ بحث کرتا تھا اور یہ طریقہ اُس کے اکثر ہمعصروں کو ناگوار گزرتا تھا خصوصاً سینٹ برناڈ کو جس نے اُس کو بہت تکلیف پہنچائی۔ تاہم عیسائیت کے مختلف اصول پر بڑی آزادی کے ساتھ بحث کرکے اور ارسطو کی منطق کے قواعد کی پابندی کرکے ایک نہایت معقول طریق دینیات کے بنانے کی کوشش کرنے کا رواج بہت جلد ہوگیا۔ ابی لارڈ کی وفات کے بعد (سنہ ۱۱۴۲ء) فوراً پیٹر لمبرڈ نے اپنی کتاب "جملے" جس کا ذکر پیشتر ہوچکا ہے شائع کی۔

ابی لارڈ نے جیسا کہ بعض اوقات خیال کیا جاتا ہے پیرس کی یونیورسٹی قائم نہیں کی لیکن اُسنے دینیات کے مسائل پر بحث کرنے کو ہر دلعزیز بنانے میں بہت کوشش کی اور اُس نے تعلیم کو مرغوب طبع طریقہ سے ایسے شائقین کی تعداد میں بہت اضافہ کردیا جو یہ علم سیکھنا چاہتے تھے۔ اسکی زندگی کی غمناک کہانی جو اُس نے لکھی جبکہ وہ مصیبتوں کا شکار ہوگیا تھا سب سے بہتر ہے اور قریب قریب یہ صرف اسی کا تنہا بیان ہے جو تعلیم کے ساتھ بڑی دلچسپی کا اظہار کرتا ہے اور جو پیرس کی یونیورسٹی کی اصلیت پر روشنی ڈالتا ہے۔

پیرس کی یونیورسٹی کی اصلیت | بارہویں صدی کے اختتام سے قبل پیرس میں اس قدر کثیر استاد ہوگئے تھے

کہ انہوں نے اپنے مقاصد کی ترقی کے واسطے ایک اتحادی جماعت قائم کر لی۔ استادوں کا یہ اتحاد، جیسا کہ ہر قسم کی جماعتوں کو قرون وسطیٰ میں کہتے تھے، "یونیورسی ٹس" کہلانے لگا۔ پس اُسی سے ہمارا لفظ یونیورسٹی نکلا ہے۔ بادشاہ اور پوپ دونوں نے یونیورسٹی کی موافقت کی اور استادوں اور طلاب کو پادریوں کے بہت سے حقوق عطا کر دئے اور پادریوں ہی کی جماعت سے وہ منسوب کئے جانے لگے کیونکہ علمیت اس قدر صدیوں سے پادریوں کی جماعت تک محدود چلی آتی تھی۔

بولونا میں رومی اور مذہبی قانون کی تعلیم

تقریباً اُسی وقت جبکہ ایک یونیورسٹی کی شروعات یا پروفیسروں کی اتحادی جماعت پیرس میں قائم ہو رہی تھی بولونا میں ایک بڑا دارالعلوم ترقی کر رہا تھا۔ یہاں خاص توجہ دینیات پر جیسا کہ پیرس میں تھا نہیں کیجاتی تھی بلکہ قانون یعنی رومی اور مذہبی دونوں قانون کی تعلیم دیجاتی تھی۔ بارہویں صدی کے شروع ہی میں اٹلی میں رومی قانون کے ساتھ ایک نئی دلچسپی کا اظہار ہونے لگا جہاں کہ روما کا قدیم اصول قانون پورے طور سے دلوں سے محو نہیں ہوا تھا۔ پس ۱۱۴۲ء میں یا اُس کے قریب قریب ایک راہب گریشین نامی نے ایک بڑی

گریشین کی کتاب ڈکریٹم

کتاب شائع کی جس میں اُس نے کونسلوں اور پوپوں کے مختلف قوانین کو یکساں ظاہر کرنے کی کوشش کی اور جو کلیسا یا مذہب کے قانون کے مطالعہ کے لئے ایک آرام دہ درسی کتاب تھی۔ لہذا طلاب بیشتر کی نسبت بہت زیادہ جوق جوق بولونا میں آنے لگے۔ ایسے شہر میں جہاں کہ وہ اجنبی خیال کئے جاتے تھے انہوں نے اپنی حفاظت کیلئے خاص اپنی جماعتیں بنائیں جو اسقدر طاقتور ہوگئیں کہ انہوں نے پروفیسروں کو اُن قواعد کی پابندی کے لئے جو انہوں نے تیار کئے تھے مجبور کر دیا۔

دیگر یونیورسٹیاں قائم ہوئیں

آکسفورڈ کی یونیورسٹی ہنری دوئم کے زمانہ میں غالباً انگریزی طلاب اور ماسٹروں نے جو پیرس میں کسی وجہ سے بددل ہو گئے تھے قائم کی۔ تیرہویں صدی میں کیمبرج کی یونیورسٹی اور نیز کثیر التعداد یونیورسٹیاں فرانس، اٹلی اور اسپین میں قائم ہوئیں۔ جرمن یونیورسٹیاں جو ابتک بہت مشہور ہیں کسی قدر بعد میں قائم ہوئی تھیں اور انہیں سے اکثر چودھویں اور پندرھویں

Marfat.com

صدیوں کے پچھلے نصف حصہ میں پردۂ غیب سے ظہور میں آئی تھیں۔ شمالی دار العلوموں نے عام طور پر دریائے سین کی بڑی مادر یونیورسٹی کی، نمونہ کے طور پر، نقل کی لیکن جنوبی یورپ کی یونیورسٹیوں نے عموماً بولوگنا کے رواجات کو اختیار کیا۔

تعلیمی ڈگری جب چند سال کی تعلیم کے بعد کسی طالب علم کا امتحان پروفیسر لیتے تھے تو وہ بشرط کامیابی زمرۂ اساتذہ میں شامل ہو جاتا تھا اور خود ایک مدرس بنجاتا تھا۔ جس کو ہم آج کل ڈگری (درجۂ تکمیل) کہتے ہیں۔ دراصل قرون وسطیٰ کی یونیورسٹیوں میں اس کی مراد اس سے زیادہ نہ تھی کہ درس و تدریس کی قابلیت حاصل ہوگئی لیکن تیرہویں صدی میں بہت سے اُن طلاب نے ماسٹر یا ڈاکٹر کا معزز لقب (جو لاطینی زبان کا لفظ ہے اور استاد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے) حاصل کرنے کی خواہش کی جو ہمارے مفہوم[۵۱] کے لحاظ سے پروفیسر نہیں ہونا چاہتے تھے۔

تعلیم کے سادہ طریقے قرون وسطیٰ کی یونیورسٹیوں میں طلاب ہر عمر کے تھے۔ وہ تیرہ برس سے لیکر چالیس برس بلکہ زائد عمر تک کے ہوتے تھے۔ اُسوقت یونیورسٹیوں کی عمارات نہ تھیں اور پیرس میں اسٹرا اسٹریٹ کے لاطینی محلہ میں تعلیم دیجاتی تھی۔ یہ نام اس گلی کا اسوجہ سے ہوا کہ کرایہ کے مکانات کی فرشوں پر اسٹرا (گھاس یا کسیر) بچھادی جاتی تھی جہاں کہ پروفیسر درسی کتاب کی تعلیم دیتے تھے اور طلاب اُس کے سامنے فرش پر بیٹھتے تھے۔ اُس وقت کوئی لیبرٹری (دار التجربہ) نہیں تھی کیونکہ کوئی تجربہ

۵۱۔ بچلر کی ڈگری (یعنی بی۔ اے) کی اصلیت کی تشریح جو آجکل ہمارے کالجوں کی درسی کتب ختم کرنے کے بعد ملتی ہے حسب ذیل طریقہ پر کی جاسکتی ہے۔ تیرہویں صدی میں بچلر (مجرد نوجوان) ایک طالب علم ہوتا تھا جو اپنے امتحانات کتب "فنون" کو جزواً پاس کر لیتا تھا اور اُس کو اجازت دیجاتی تھی کہ وہ ابتدائی مضامین کی تعلیم دے، پیشتر اس کے کہ وہ مکمل ماسٹر ہو جائے۔ پس بی۔ اے اُسوقت بھی جیسا کہ اب ہے ایم اے سے کم درجہ رکھتا تھا۔ اپنی کالج کی کتب ختم کرنے کے بعد اور ایم۔ اے حاصل کرنیکے بعد نوجوان اساتذہ قانون، دینیات یا طبابت کے حرفتی مدارس میں سے کسی ایک کو بطور طالبعلم داخل ہو جاتا تھا اور ان علوم میں تبدریج کامل ماسٹر ہو جاتا تھا۔ الفاظ ماسٹر، ڈاکٹر اور پروفیسر تیرہویں صدی میں بھی تقریباً یہی معنی رکھتے تھے۔ (مؤلف)

Marfat.com

نہیں کیا جاتا تھا۔ اُس وقت درسی کتاب کی نقل کر دیجاتی تھی خواہ وہ گرشیین کی کتاب ڈکریٹم ہو یا "جملے" ہوں یا شرح ارسطو ہو یا فن طبابت کی کتاب ہو۔ اس درسی کتاب کو جملہ بہ جملہ پڑھایا جاتا تھا اور طلاب سنتے تھے اور بعض اوقات یادداشت کے طور پر لکھ لیتے تھے۔

یونیورسٹیاں ایک شہر کی دوسرے شہر کو باسانی منتقل ہو سکتی تھیں

اس امر سے کہ اساتذہ اور طلاب کسی خاص جگہ کے پابند بوجہ عمارات اور آلات نہ تھے اُنکو اِدھر اُدھر چکر لگانے کی آزادی تھی۔ اگر وہ سمجھتے تھے کہ اُنکے ساتھ کسی ایک شہر میں بُرا سلوک کیا جاتا ہے تو وہ دوسرے شہر کو چلے جاتے تھے اور وہ اُس جگہ کے (جسکو وہ چھوڑتے تھے) تجار کی نفرت کی بنا پر جاتے تھے حالانکہ تجار یونیورسٹی کی موجودگی سے منتفع ہوتے تھے۔ چنانچہ آکسفورڈ اور لیپزگ کی یونیورسٹیاں دیگر یونیورسٹیوں کے علاوہ اُن پروفیسروں اور طالب علموں نے قائم کی تھیں جنہوں نے اپنے پہلے وطن کو خیر باد کہدیا تھا۔

نصاب تعلیم

فنون کا نصاب تعلیم جو ہمارے کالجوں کی کتب درسیہ کے مطابق تھا اور جس سے ماسٹر آف آرٹس (فنون کا استاد) یعنی ایم۔ اے کی ڈگری حاصل ہوتی تھی بیرس میں چھ برس تک پڑھایا جاتا تھا۔ مضامین منطق، مختلف علوم مثل طبیعیات، ہیئت وغیرہ جن پر ارسطو کی شروح پڑھائی جاتی تھیں اور کچھ فلسفہ اور علم الاخلاق تھے۔ نہ تاریخ تھی اور نہ یونانی زبان۔ کام چلانے کیلئے لاطینی ضرور سیکھنی پڑتی تھی لیکن قدیم رومی علم ادب کی طرف مطلق توجہ نہ تھی۔ نئی موجودہ زبانیں کسی عالم کے لئے بالکل نامناسب سمجھی جاتی تھیں۔ البتہ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ان کتابوں سے ایک بھی جنکو ہم انگریزی فرانسیسی، اطالین یا اسپینش زبانوں کی بہت عمدہ کتابیں سمجھتے ہیں اُسوقت تک نہیں لکھی گئی تھی۔

ارسطو کی کتابیں مغرب میں مشہور ہو گئیں۔

قرون وسطٰی کی یونیورسٹی کی تعلیم میں نہایت خاص اور اہم بات ارسطو کا بیحد احترام تھا۔ لیکچروں کی کتب درسیہ میں سے اکثر اُسکی کثیر التعداد کتابوں میں سے بعض کی تشریح پر وقف تھی یعنی اسکی طبیعیات، اُسکی مابعد الطبیعیات، اُسکی منطق کی مختلف شروح، اُس کا فلسفہ اخلاق، اُسکی چھوٹی چھوٹی کتابیں روح، آسمان اور زمین وغیرہ پر۔ ایبی لارڈ کو صرف اُسکی منطق معلوم تھی کیونکہ اُسکی باقی تمام کتابیں فراموش کر دی گئی تھیں لیکن تیرہویں صدی

Marfat.com

کے آغاز میں اُس کی تمام جامع کتب جو اُس نے علوم پر تحریر کی تھیں مغرب میں یا تو قسطنطنیہ کے ذریعے سے یا عربوں کے ذریعہ سے جنکو وہ اسپین لے آئے تھے پہنچیں۔ لاطینی تراجم خراب اور بھدے تھے اور اُستادوں کو انہیں مطلب خیز بنانے میں اور یہ سمجھانے میں کہ عرب فلسفہ دانوں کا انکی نسبت کیا خیال تھا اور نیز عیسائیت کی تعلیمات سے انہیں مطابق کرنے میں دقت اُٹھانی پڑتی تھی۔

ارسطو کا احترام ارسطو فی الواقع قدیم مذہب کا پابند تھا۔ اُس کو شک تھا کہ آیا روح بعد الممات باقی رہتی ہے یا نہیں۔ اُس نے انجیل کا کبھی نام بھی نہ سنا تھا اور حضرت عیسیٰؑ کے ذریعہ سے انسانوں کی نجات کے بارہ میں اُسے کچھ علم نہ تھا۔ شاید آپ کو خیال ہوگا کہ اُن لوگوں نے جنہوں نے عیسائیت کے اصول کو ہمیشہ آمنّا وصدقنا کہا تھا حقارت اور خوف سے فوراً اُس سے گریز کیا ہوگا۔ لیکن تیرھویں صدی کے معلم اُس کی منطق سے بہت خوش تھے اور اسکی علمیت سے متحیر تھے۔ اُس زمانہ کے بڑے علمائے دینیات ایلبرٹس میگنس (۱۲۸۰ء میں مرا) اور تھامس ایکی ناس نے (۱۲۷۴ء میں مرا) اُس کی تمام کتابوں پر نہایت مفصل شروح لکھیں۔ وہ "الفلسفی" کہلاتا تھا اور علماء کو اسکی تعلیمات پر بحد یقین تھا یہاں تک کہ وہ سمجھتے تھے کہ خدا کی یہی مرضی تھی کہ ارسطو علم کی ہر شاخ پر اپنی فیصلہ کن رائے لکھے اور وہ اُسے عاجزانہ طور پر مجبوراً مانتے تھے۔ انجیل مقدس، کلیسا کے مقدس باپوں، اور مذہبی اور رومی قانون کی طرح اُسکی کتابیں مسلمہ اسناد تھیں اور یہ سب باتیں ملکر بنی نوع کے لئے اُس کے طرز عمل میں رہبر اور علم کی ہر شاخ میں مشعلِ ہدایت تھیں۔

علم کلام عام طور پر فلسفہ، دینیات، اور پروفیسران عہد وسطیٰ کے طریقۂ بحث کو علم کلام کے لفظ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اُن لوگوں کو جنہیں بعد ازاں منطق کا شوق نہ رہا اور جو ارسطو کا بحد احترام نہ کرتے تھے۔ علم کلام اپنے یونانی اور رومی علم ادب کے اغماض کی وجہ سے ایک خشک اور بیفائدہ طریقۂ تعلیم معلوم ہونے لگا۔ لیکن اگر ہم تھامس ایکی ناس کی عجیب وغریب کتابوں کی ورق گردانی کریں تو ہم دیکھیں گے کہ علم کلام کا فلسفی غیر معمولی ذہانت اور علمیت کا شخص تھا جو اپنی حالت موجودہ پر تمام اعتراضات کو تسلیم کرنے کے باوجود بڑی صفائی اور سلاست کے ساتھ اپنی حالت کا نقشہ

Marfat.com

کھینچ سکتا تھا منطق کی تربیت نے اگر انسانی معلومات میں اضافہ نہیں کیا تو کم از کم طالب علم کو عادی بنا دیا کہ وہ غور کے ساتھ اشیاء میں امتیاز کر سکے اور اپنے ذخیرۂ معلومات کو بالترتیب پیش کر سکے۔

راجر بیکن کا حملہ علم کلام پر

تیرہویں صدی میں بھی کچھ ایسے علماء ضرور تھے جو تمام علوم کے لئے ارسطو پر اعتماد کرنیکی عادت کو برا کہتے تھے۔ راجر بیکن نہایت ممتاز نقادوں میں سے تھا جو ایک انگریزی فرانسسکن راہب تھا (تقریباً ۱۲۹۰ء میں مرا) اور جس نے اعلان کیا کہ "اگر ارسطو بہت دانشمند بھی تھا تو اس نے صرف شجر علم نصب کر دیا تھا۔ اس درخت کی نہ تمام شاخیں نکلی ہیں اور نہ تمام بار آور ہو چکی ہیں۔ اگر ہم بے انتہا صدیوں تک بھی زندہ رہیں ہم فانی انسان اُن تمام چیزوں کا جو ہمیں معلوم ہیں پورا اور مکمل علم حاصل نہیں کر سکتے۔ کوئی شخص پورے طور پر ایک معمولی مکھی کی خصوصیات بیان نہیں کر سکتا۔ نہ اُس کی رنگت اور نہ اُس کے پیروں کی مقررہ تعداد کے لئے کوئی وجہ بیان کر سکتا ہے نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ کیوں انکی تعداد کم و بیش نہیں ہوتی"۔ بیکن کہتا تھا کہ ارسطو کے خراب لاطینی ترجموں کے پڑھنے کی نسبت تجربوں کے ذریعہ سے جو اصلی اشیاء کے کئے جائیں حقیقی علم لاکھوں درجے بہتر حاصل ہو سکتا ہے۔ اُس نے ایک مرتبہ کہا "اگر میرے بس میں ہوتا تو میں ارسطو کی تمام کتابوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتا کیونکہ اُن کے مطالعہ سے صرف وقت ضائع ہوتا ہے، غلطی پیدا ہوتی ہے اور جہالت کو ترقی ہوتی ہے۔"

پس ہم دیکھتے ہیں کہ اُسوقت بھی جبکہ علم کلام یونیورسٹیوں میں نہایت پسند خاطر تھا، کچھ وسیع النظر سائینس داں بھی تھے جنھوں نے زمانۂ حال کے طریقۂ ادراک حق کی سفارش کی تھی۔ اس طرز تعلیم میں منطق کے قواعد کے بموجب یہ بحث کرنا داخل نہیں ہے کہ یونانی فلسفی نے سیکڑوں برس پہلے کیا بات کہی تھی بلکہ اپنے گرد و پیش کی اشیاء کا بغور مطالعہ کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔

مغرب میں سلطنت روما کے منتشر ہوجانے کے بعد سے تیرھویں صدی کے اختتام تک جو بڑی بڑی تبدیلیاں ہوئیں اُنپر نظر ثانی

اب ہم نے اُس پندرہ سو برس کے دراز زمانہ کے کسی قدر زائد از نصف تک کے حالات بیان کردیے ہیں جو آجکل کے یورپ کو پانچویں صدی کی سلطنت روما کی طوائف الملوکی سے علیحدہ کرتا ہے۔ اُن آٹھ سو برسوں نے جو ایلیرک، اٹیلا، لیئو اعظم اور کلووس کی صدی اور ان نوسنیٹ سویم، سینٹ لوئی، اور ایڈورڈ اول کی صدی کے درمیان گزرے بڑی اہم تبدیلیاں دیکھیں جو اسی قدر ضروری ہیں جس قدر کہ اور انقلابات جو ابتک ہوئے ہیں۔

عہد تاریک

یہ سچ ہے کہ اول اول یہی معلوم ہوتا تھا کہ وحشی گاتھ، فرینک، وینڈال اور برگنڈین بجز شور و شغب اور ابتری کے اپنے ہمراہ اور کچھ نہیں لارہے تھے۔ شارلمین کے زبردست ہاتھ نے ان سرکش عناصر کو صرف کچھ دنوں کے لیے روکا۔ بعد ازاں اُس کے پوتوں کی نااتفاقی نے اور اہل شمال، ہنگیرین، سلاف اور عربوں کے حملوں نے مغربی یورپ کو ایک مرتبہ پھر اُسی بے ترتیبی اور جہالت کے دریا میں غوطہ دیدیا جس میں سے یہ ساتویں اور آٹھویں صدیوں میں نکلا تھا۔

شارلمین کی وفات کے بعد دو سو سے زائد برس گزر گئے تھے قبل اس کے کہ ہم نے آثار ترقی کا کچھ پتہ دیکھا۔ اگرچہ ہم کو گیارھویں صدی کا بہت کم حال معلوم ہے اور اگرچہ اُس صدی کے نہایت ممتاز مصنفین سب لوگوں کے صفحۂ دل سے، بجز اُس زمانہ کے تاریخی طالب علم کے محو ہوگئے ہیں تاہم اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ وقت شاندار بارھویں صدی کی تیاری کا تھا، ایبی لارڈ اور سینٹ برنارڈ کے واسطے، مقننوں، شعرا، معماروں اور فلسفہ دانوں کے واسطے جو یک بیک پردۂ غیب سے عالم شہود میں نظر آتے ہیں۔

بارھویں اور تیرھویں صدیوں کا زمانہ تیز ترقی کا زمانہ تھا۔

لہذا قرون وسطیٰ دو بالکل مختلف اور صریح زمانوں پر منقسم کیے جاسکتے ہیں۔ وہ صدیاں جو گرے گری ہفتم اور ولیم فاتح کے زمانہ سے پیشتر گزریں بوجہ ابتری اور جہالت کے عہد تاریک کے مناسب نام سے موسوم کیجاسکتی ہیں۔ اگرچہ انہوں نے یورپ کی شکل تبدیل کرنے میں کچھ اہم مدارج دیکھے تھے۔ برعکس اس کے پچھلا زمانہ وسطیٰ، قریب قریب

جملہ انسانی سعی کے ہر شعبہ میں، سریع اور یقینی ترقی کا تھا۔ واقعی تیرہویں صدی کے اختتام تک ان تبدیلیوں کا حصہ اعظم اپنی شاہراہ پر چل رہا تھا جنہوں نے موجودہ یورپ کو سلطنت روما کے محکوم مغربی یورپ کی حالت سے بعید مختلف بنا دیا۔ ان میں سے نمایاں تبدیلیاں حسب ذیل ہیں:-

قومی سلطنتوں کا ظہور

(۱) قومی سلطنتوں کے مجموعہ نے جس میں قومیت کا ایک صریح احساس ترقی کر رہا تھا سلطنت روما کی جگہ لے لی جسکی حکومت میں، اہل اطالیہ، گال، جرمن، اور اہل برطانیہ کے اختلافات کی کوئی پروانہ تھی۔ وقتی اور عارضی فیوڈل گورنمنٹ جو عہد تاریک میں پیدا ہو گئی تھی شاہی حکومت کے لئے (جرمنی اور اٹلی کو مستثنیٰ کر کے) جگہ چھوڑ رہی تھی اور تمام مغربی یورپ کو ایک سلطنت میں متحد کرنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تھی۔

قومی سلطنتیں کلیسا کو اسکے حکومتی اختیارات سے محروم کرنا شروع کرتی ہیں۔

(۲) ایک لحاظ سے کلیسا نے مغربی یورپ کی مختلف اقوام کو پوپ کی ماتحتی میں متحد رکھنے اور اُس زمانہ میں جبکہ فیوڈل رؤسا امن و امان قائم نہیں رکھ سکتے تھے اور معدلت گستری نہیں کر سکتے تھے حکومت کے اختیارات حاصل کرنے میں سلطنت روما کی جگہ لی تھی۔ کلیسا جس کا نظام مطلق العنان حکومت کا سا تھا ایک معنی میں قرون وسطیٰ کی نہایت طاقتور سلطنت تھی۔ لیکن اس کے سیاسی اقتدار کا عروج ان نوسینٹ سوم کے عہد میں ہوا جبکہ تیرہویں صدی کا آغاز تھا۔ اس کے اختتام سے قبل قومی سلطنتیں اس قدر طاقتور ہو گئی تھیں کہ یہ صاف نظر آتا تھا کہ وہ بتدریج حکومت کے اختیارات دوبارہ اپنے قبضہ میں لے لینگی، جن کو کلیسا عارضی طور پر استعمال کر رہی تھی، اور پوپ اور پادریوں کو اُن کی مذہبی خدمات تک محدود کر دیگی۔

عوام الناس یا تیسرے طبقہ کا ظہور۔

(۳) ایک نیا معاشرتی طبقہ پادریوں اور امراء کے ساتھ ساتھ برتری حاصل کرتا جا رہا تھا۔ سرف کی آزادی، شہروں کے قیام، اور تجارت کی ترقی نے سوداگروں اور کامیاب صناعوں کے لئے اہمیت حاصل کرنا اور اپنی دولت کے ذریعہ مقتدر ہونا ممکن بنا دیا۔ ان شروعات سے موجودہ زمانہ کی بڑی ذہین اور تعلیم یافتہ جمہور وجود میں آئی۔

Marfat.com

کتابیں لوگوں کی زبانوں میں لکھی جانے لگیں۔

(۴) کتابیں تحریر کرنے میں مختلف موجودہ زبانیں استعمال ہونے لگیں جرمنوں کے حملوں کے بعد پانچ یا چھ سو برس تک تمام مصنفین لاطینی استعمال کرتے تھے لیکن گیارہویں اور مابعد کی صدیوں میں لوگوں کی زبان قدیم زبان کی جگہ پر کرنے لگی۔ اس سے غیر پادری اشخاص جنہوں نے پرانی رومی زبان کی باریکیوں پر قدرت حاصل نہیں کی تھی اُن قصوں اور نظموں سے حظ اٹھانے لگے جو فرانسیسی، پرووینشل، جرمن، انگریزی اور اسپینش زبانوں میں اور اس کے کچھ بعد اطالین زبان میں لکھی جاتی تھیں۔

تعلیم پر صرف پادریوں کی جماعت کا اجارہ نہ رہا۔

اگرچہ اب تک پادریوں کے ہاتھوں میں تعلیم کا سپید و سیاہ تھا، غیر پادری اشخاص نے بھی کتابیں لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیا تھا اور رفتہ رفتہ پادریوں کے ہاتھوں سے تعلیم کا اجارہ جاتا رہا جو ان کے قبضہ میں ابتدائی قرون وسطیٰ میں تھا۔

قانون، دینیات اور فلسفہ کا مطالعہ۔ یونیورسٹیاں۔

(۵) طلاب سنہ ۱۱۰۰ء سے اُن استادوں کے گرد جمع ہونے لگے تھے جو منطق، فلسفہ، رومی قانون، دینیات اور مذہبی قانون پر لیکچر دیتے تھے۔ ارسطو کی کتابیں، جو تمام قدیم لوگوں کی کتابوں سے زیادہ عالمانہ ہیں تلاش کیجاتی تھیں اور علوم کے تمام میدانوں میں طلبا اُس کی بڑے جوش کے ساتھ متابعت کرتے تھے۔ نیز یونیورسٹیاں قائم ہوئیں جو ہماری موجودہ تہذیب کی ایک بڑی خصوصیت ہے۔

تجربہ کی سائینس کی ابتداء

(۶) علماء مستقل طور پر ارسطو کی کتابوں سے مطمئن نہیں ہوسکتے تھے بلکہ انہوں نے انسانی معلومات کے سرمایہ میں اضافہ کرنا شروع کیا۔ ہم راجر بیکن اور اُس کے ہمدردوں میں سائینٹفک محققین کا گروہ دیکھتے ہیں جو بے نظیر کارہائے نمایاں کے لئے، جو طبیعیات میں ہوئے ہیں اور جو موجودہ زمانہ کا فخر و ناز ہیں شاہراہ تیار کر رہے ہیں۔

فنون کی ترقی

روز افزوں پسندیدگی نفاست و خوبی اُس دستکاری اور سلیقہ سے ثابت ہے جو بارہویں اور تیرہویں صدیوں کی شاندار گرجاؤں میں پایا جاتا ہے۔ یہ گرجائیں کسی قدیم طرز کا احیا نہ تھیں بلکہ اُس زمانہ کے خود دستکاروں اور معماروں کی دماغی کاوش کا نتیجہ تھیں۔

Marfat.com

مصنف کی دوسری کتابین

[?]مصنفین جلد اول — اردو زبان کی نثر نگاروں کی حالات زندگی اور اس کی عہد بعہد کی ترقی و تبدیلی کا مفصل تذکرہ یہ کتاب نثر اردو کی مکمل تاریخ کا پہلا حصہ ہی اس فن مین اردو زبان مین یہ پہلی کتاب ہی قیمت ۲ روپیہ

المصنفین جلد دوم — سر سید اور اسکی عہد کی دوسری نثار ان اردو کی حالات زندگی اور ان پر دلچسپ اور محققانہ تبصرہ کیا گیا ہی۔ کتاب کی ضخامت ۶۴۰ صفحہ اور قیمت ۳ روپیہ ۸ آنہ

[?]لات ارونگ — یہ کتاب نامور امریکن ادیب واشنگٹن ارونگ کی مضامین کا بامحاورہ ترجمہ ہی مصنف کی حالات زندگی اور اس کی طرز تحریر پر ایک مجمل تبصرہ بھی درج ہی مضامین نہایت دلکش اور مفید ہین صفحات ۹۶ قیمت ۸ آنہ

[?]رانہ خیالات — اس کتاب مین انگریزی شاعری کا مختصر حال اور مشہور انگریزی شعراء کی نظمون کا ترجمہ نہایت عمدہ اور دلکش ہی قیمت ۱ روپیہ

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ — دہلی

Marfat.com

تاریخی کتابیں

تاریخ ہند قدیم
مصنفہ
کی — ایم — پالیکر
۱ روپیہ

تاریخ الامت مکمل
مصنفہ
مولانا اسلم جیراجپوری
۱۱ روپیہ

عربوں کا تمدن
مترجمہ
سید نذیر نیازی
۲ روپیہ

البیرونی
مصنفہ
سید حسن برنی
۱ روپیہ ۸ آنہ

تاریخ عرب
مصنفہ
موسیو سیدیو
۵ روپیہ

تاریخ الدولتین
مترجمہ
نیاز فتحپوری
۱ روپیہ ۸ آنہ

امراء ہنود
مصنفہ
محمد سعید احمد
۴ روپیہ

تاریخ یونان قدیم
مترجمہ
سید ہاشمی فرید آبادی
۲ روپیہ ۸ آنہ

تاریخ نجد
مصنفہ
مولانا اسام جیراجپوری
۱ روپیہ

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ ، دہلی

مطبع جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

Marfat.com